وفاق المدارس العربیہ کے تجوید کے تمام پرچہ جات کا حل

اجوبۃ التجوید

فی

حل اسئلۃ التجوید

للعلماء والعالمات

تقریظ اوّل

شیخ التجوید والقراءآت مقری وقت

استاذ الکل حضرت مولانا قاری

فیاض الرحمن علوی صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

تقریظ ثانی

استاذ التجوید والقراءآت اسوۃ القراء

واکرم القراء حضرت مولانا قاری

محمد اکرام صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

تالیف

ابوسعد محمد زبیر اعوان



مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پشاور

﴿تقریظ اوّل﴾

شیخ التجوید والقراءات افضل القرآء حضرت مولانا قاری فیاض الرحمٰن علویؔ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

الحمدللّٰہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی واٰلہ وصحبہ ذوی الھدٰی

اما بعد!

عزیز محترم قاری المقری محمد زبیر استاذ مدرسہ تحفیظ القرآن والتجوید سیٹھی ٹاؤن حاجی کیمپ پشاور دامت برکاتہم کی تالیف اجوبۃ التجوید للعلماء والعالمات وفاق المدارس کو بغور از اول تا آخر دیکھا۔

اللّٰھمَّ زدفزد۔ موصوف نے تمام سوالات کا تشفی بخش جواب لکھا ہے۔ جو کہ ایک علمی ذخیرہ کی صورت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی عمر میں اور انکی قرآنی خدمات میں برکت فرمائیں۔

کتابت کی اغلاط میں، میں نے بعض جگہوں میں اصلاح کی ہے۔ تاہم اصلاح کے بعد چھپوائیں۔ فقط

الغریق فی بحر السئیات

فیاض الرحمن علویؔ

تقریظ ثانی

استاذ التجوید والقراءات عالم باعمل اسوۃ القرآء حضرت مولانا قاری محمد اکرام صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

حامدًا و مُصلّیًا امّا بعد !

میں نے تالیف اجوبۃ التجوید للعلماء والعالمات کو پڑھا۔ بحمدہ تعالیٰ بالکل جامع پایا قوی امید ہے کہ تجوید کے طلباء نہایت آسانی کے ساتھ معمولی مطالعہ سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے پرچہ جات حل کرلینگے۔
حق تعالیٰ شانہٗ اسکو زیادہ سے زیادہ نافع بنائے اور اس خدمت کو قبول فرما کر مؤلف کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے

احقر محمد اکرام عفی اللہ عنہ

مدرس شعبہ تجوید مدرسہ مرکزی دار القراء نمکمنڈی پشاور شہر

﴿عرض مؤلف﴾

الحمدللّٰہِ الذی امرنا بالترتیل فی تلاوۃ القراٰن والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء وصاحب القراٰن وعلی اٰله واَصحابه الّذینَ حُمِدُوْ فی الفرقان امّا بعد ! فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم. بسم الله الرحمٰن الرحیم. ولا تعجل باالقراٰنِ من قبل اَن یقضٰی الیكَ وحیُه وقال النبی صلی الله علیه وسلم اِن الله یحبّ اَن یقرأ القراٰنُ کما اُنزل. صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الامّیّ الکریم.

یہ اُسی خالق و مالک اور قادر وقدیر ذات کی کرم نوازی تھی کہ اجوبۃ التجوید للعلماء والعالمات مختصر حاشیہ کے ساتھ ناساعد حالات میں تالیف ہوئی۔ پرچہ جات وفاق المدارس کے طرز کے مطابق بالترتیب معلم التجوید، مقدمۃ الجزری، تفہیم الوقوف اور علوم القراءات حل کیے گئے ہیں۔ جبکہ علوم القراءات کے اول سال کا پرچہ نصاب میں تبدیلی کی وجہ سے حل نہیں کیا گیا اور ساتھ ہی وہ امتحانی تیاری میں غیر مستفاد بھی تھا۔ علوم القراءات کے پرچہ جات میں تفصیل مطلوب تھی اس لئے ان پرچہ جات میں تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ باقی پرچہ جات میں اختصار سے کام لیا گیا ہے اور ساتھ ہی بندہ ارباب علم وفضل کی آراءِ محسنہ اور اصلاحات کاملہ کی خیر کا طالب بھی ہے۔

اور آخر میں مالک حقیقی کے حضور دست بہ دعا ہے کہ وہی اس ادنیٰ سعی کو اپنی رضا کا باعث اور خلعت قبول سے مزین فرمائے۔ فقط

ابوسعد محمدزبیر عفی عنه

الورقة الاولىٰ

معلّم التجويد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

الورقة الاولیٰ معلّم التجوید

رجب المرجب: ۱۴۳۴ھ/2013ء

نوٹ:۔ ہر سوال کے دو حصوں میں سے کسی ایک کا جواب لکھیں۔ صحیح عربی میں پرچہ حل کرنے پر انشاء عربی کے دس نمبر ہونگے۔

السوال الاوّل (الف):۔

(۱) مخرج محقق اور مخرج مقدر کی تعریفات ذکر کریں (14)۔

(۲) ح، ق، ش، ط اور ب کا مخرج ذکر کریں (14)۔

(۳) حروف لہویہ کون کون سے ہیں (6)۔۔۔۔۔۔۔(34)

جواب:............امور مطلوبہ:۔

(۱) مخرج محقق اور مخرج مقدر کی تعریفات۔

(۲) ح، ق، ش، ط، اور ب کے مخارج۔

(۳) حروف لہویہ

(۱) مخرج محقق و مخرج مقدر کی تعریفات:۔

مخرج محقق کی تعریف ان لفظوں میں بیان کی جاتی ہے۔(هُوَ جُزْءٌ مُعَيَّنٌ مِنْ اَجْزَآءِ الْحَلْقِ اَوِ اللِّسَانِ اَوِ الشَّفَةِ) یعنی مخرج محقق حلق یا زبان یا ہونٹ کے اجزاء (حصوں) میں سے کوئی معین جزء ہوتا ہے۔ سترہ مخارج میں سے پندرہ محقق ہیں اور دو مقدر۔ اور خود حلق، لسان اور شفت کو اصول مخارج کہتے ہیں۔

مخرج مقدر وہ ہے جو یا تو حلق، لسان اور شفت کے اجزاء میں سے نہ ہو اور اگر ہو تو معین جزء نہ ہو۔ سترہ مخارج میں سے دو مخارج مقدر ہیں۔ خیشوم اور جوف دھن، خیشوم حلق، لسان اور شفت میں سے کسی کا جز نہیں اور جوف دھن(۱) جزء تو ہے ان کا لیکن معین نہیں۔

حاشیہ (۱) یعنی جوف دھن سے حروف مدہ غیر معین ادا ہوتے ہیں۔

(۲) ح، ق، ش، ط اور ب کا مخرج:۔

(۱) ح، کا مخرج وسط حلق کا درمیانی حصہ ہے اور اس سے عین بھی ادا ہوتا ہے۔

(۲) ق، کا مخرج اقصائے لسان (یعنی زبان کی جڑ) کا وہ حصہ جو حلق کی طرف ہے اور اس کا مقابل اوپر کا تالو ہے اس سے (ق) نکلتا ہے۔

(۳) ش، کا مخرج بیچ زبان (درمیان زبان) اور اس کے مقابل اوپر کا تالو اس سے ش ادا ہوتا ہے اور (ج) اور (ی) بھی۔

(۴) ط، کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے اس سے (د، ت) بھی ادا ہوتے ہیں۔

(۵) ب، انطباق شفتین (دونوں ہونٹوں کے اوپر تلے تری والے حصے ملنے سے) ادا ہوتا ہے اس لئے (ب) کو بحری کہتے ہیں۔

(۳) حروف لہویہ:۔

حروف لہویہ ق اور ک میں منہ کے اندر لہات (بفتح اللام) گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو زبان کی جڑ کے مقابل اوپر کے تالو میں لٹکا رہتا ہے جس کو اردو میں کوا کہتے ہیں۔

چونکہ ان حروف کے مخارج بھی لہات سے متصل ہیں اسلئے ان کو لہویہ یا لہاتیہ کہا جاتا ہے۔

☆------------ یا ------------☆

السوال الاوّل (ب):۔

(۱) صفات لازمہ متضادہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟ صرف نام تحریر کریں (11)۔

(۲) ہمس، استعلاء اور صفیر کن حروف میں پائی جاتی ہیں؟ مع تعریفات ذکر کریں (41)۔

(۳) ہر حرف کی صفات معلوم کرنے کا طریقہ بیان کریں (9).....34

جواب:.........امور مطلوبہ:۔

(۱) صفات لازمہ متضادہ کی تعداد اور نام۔ (۲) ہمس، استعلاء اور صفیر کے حروف مع تعریفات۔

(۳) حرف کی صفات معلوم کرنے کا طریقہ۔

(۱) صفات لازمہ متضادہ کی تعداد اور نام:۔

صفات لازمہ متضادہ دس ہیں جنکے نام درج ذیل ہیں۔

(۱)ھمس (۲)جھر (۳)شدت (٤)رخاوت (٥)استعلاء (٦)استفال

(۷)اطباق (۸)انفتاح (۹)اذلاق (۱۰)اصمات

(۱) **ھمس ،استعلاء اور صفیر کے حروف مع تعریفات:۔**

(۱) ھمس:۔ ھمس کے لغوی معنی پست آواز کے ہیں اور مجودین کی اصطلاح میں ھمس کے معنی ہیں حرف کے ادا کرتے وقت آواز کا مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرنا کہ اس کے اثر سے سانس جاری رہ سکے اور آواز پست ہو۔ (ف، ح، ث، ھ، ش، خ، ص، س، ک، ت) حروف مہموسہ ہیں ان کا مجموعہ (فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتْ) ہیں۔

(۲) استعلاء:۔ استعلاء کے معنی بلند ہونے کے ہیں اور اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ حرف کے ادا ہوتے وقت اقصیٰ لسان یعنی زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جائے جس کے اثر سے یہ حروف پر ادا ہوں گے۔ (خ، ص، ض، غ، ط، ق، ظ) حروف مستعلیہ ہیں اور مجموعہ ان کا خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ ہے۔

(۳) صفیر:۔ صفیر کے معنی لغت میں سیٹی یا چڑیا وغیرہ کی آواز کے ہیں اور اصطلاح میں یہ معنٰی ہیں کہ حرف کے ادا ہوتے وقت ایک تیز آواز مثل سیٹی یا چڑیا وغیرہ کے نکلے اس کے حروف (ص، ز، س) ہیں۔

(۳) **حرف کی صفات معلوم کرنے کا طریقہ:۔**

ہر حرف میں صفات متضادہ کی ضدیت کی وجہ سے دو مقابل صفتوں مثلاً (ھمس، جہر) میں ضرور ایک صفت پائی جائے گی جب دو مقابل صفات میں سے ایک صفت ضرور ہوگی تو دس صفات متضادہ میں سے ہر حرف میں پانچ صفتیں ضرور پائی جائی گی۔ ماہرین فن نے ہر حرف میں پانچ صفتیں معلوم کرنے کا طریقہ بتایا ہے کہ ان صفات میں نمبر۱، نمبر۳، نمبر۵، نمبر۷، نمبر۹، یعنی ھمس، شدت، استعلاء، اطباق اور اذلاق پانچ یہ اور ایک توسط ان چھ صفتوں کے حرفوں کے مجموعہ جات کو خوب یاد کرلیا جائے، اور پھر جس حرف کے متعلق یہ معلوم کرنا ہو کہ اس میں کونسی پانچ صفات پائی جاتی ہیں تو غور کرو اگر وہ حرف ان مجموعہ جات میں سے کسی میں ہے تب یہ حرف ان صفات سے متصف سمجھا جائیگا، ورنہ ان کی ضدوں سے متصف سمجھا جائیگا۔

☆-------------------☆-------------------☆

السوال الثانی (الف):۔

(۱) راء کے احوال تفخیم وترقیق مع امثلہ ذکر کریں[16]

(۲) رَبِّ ارْجِعُوْنِ اَمِ ارْتَابُوْٓا، اِنِ ارْتَبْتُمْ ، قِرْطَاسٍ میں راء کو پُر پڑھیں گے یا باریک؟اور قَدْرْ، حِجْرْ، خَيْرْ میں بہ حالت وقف راء موٹی پڑھی جائے گی یا باریک؟[14]

(۳) راء ممالہ میں تفخیم ہوگی یا ترقیق[۳]۔۔۔۔۔۔۔۔۔(33)

جواب۔۔۔۔ امور مطلوبہ:۔

(۱) راء کے تفخیم وترقیق کے احوال مع امثلہ۔

(۲) رَبِّ ارْجِعُوْنِ، اَمِ ارْتَابُوْٓا، اِنِ ارْتَبْتُمْ، قِرْطَاسٍ میں راء کی حالت اور قَدْرْ، حِجْرْ، خَيْرْ میں راء کی حالت

(۳) راء ممالہ میں تفخیم یا ترقیق۔

(۱) راء کے احوال تفخیم وترقیق مع امثلہ:۔

راء کے احوال تفخیم (پُر پڑھنے کی حالت) مع امثلہ:۔

وہ چھ صورتیں ہیں جہاں راء پُر پڑھی جاتی ہے۔

(۱) راء پر جب زبر یا پیش ہو مشدد ہو، خواہ مخفف جیسے۔ (رَغَدًا رُزِقُوْا ذُوْمِرَّةٍ فَفِرُّوْا)

(۲) راء ساکن ہو اور اس سے پہلے والے حرف پر زبر یا پیش ہو جیسے۔ (تَرْزُقُ بَرْقٌ يُرْزَقُوْنَ اُرْسِلُوْا فَلَا تَقْهَرْ)

(۳) راء ساکن سے پہلے والے حرف پر کسرہ عارضی ہو جیسے۔ (ارْجِعُوْا ارْجِعِیْ ارْحَمْهُمَا)

(۴) راء ساکن سے پہلے کسرہ منفصل ہو (یعنی کسرہ راء والے کلمہ میں نہ ہو اُس سے پہلے والے کلمہ میں ہو جیسے۔ (رَبِّ ارْجِعُوْنِ اور اَلَّذِیْ ارْتَضٰی وغیرہ)

(۵) کسرہ کے بعد والی رائے ساکنہ کے بعد حروف مستعلیہ میں سے کوئی مفتوح حرف اسی کلمہ میں پایا جا رہا ہو جیسے۔ (مِرْصَادًا اِرْصَادًا قِرْطَاسٍ فِرْقَةٍ اور لَبِالْمِرْصَادِ (۱))

حاشیہ(۱) اس قاعدہ کے تمام قرآن پاک میں صرف یہی پانچ کلمے پائے گئے ہیں۔

(۶) راء ساکن ہو وقف کی وجہ سے یعنی وقف بالاسکان یا وقف بالاشمام اور اس سے پہلا (۲) حرف بھی ساکن ہو (۳) اور

اس سے پہلے والا حرف مفتوح یا مضموم ہو جیسا کہ (اَلْقَدْرِ، اَلْعُسْر، اَلْاَنْھَارُ اور اَلْاُمُوْرُ) وغیرہ۔

حاشیہ (۲) لیکن یہ پہلا حرف یائے ساکنہ نہ ہو۔ (۳) راء ساکن اور اس سے پہلا والے حرف دونوں ہی ساکن ہو یہ صورت وقف کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) راء کے احوال ترقیق (یعنی باریک پڑھنے کی حالت) مع امثلہ:۔

پانچ صورتوں میں راء باریک ہوتی ہے:۔

(۱) راء پر جب زیر ہو چاہے مشدّد ہو یا مخفف جیسے۔ (دُرِّیٌّ یُوْقَدُ) کی راء۔

(۲) راساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر کسرہ اصلی اور متصل ہو (یعنی کسرہ راء سے پہلے اسی کلمہ میں ہو) اور راء کے بعد حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف مفتوح اسی کلمہ میں نہ پایا جائے جیسے۔ (فِرْعَوْنَ (٤) شِرْعَةً)

حاشیہ (٤) اس صورت میں اگر کسرہ کے اصلی، متصل اور حروف مستعلیہ میں کوئی حرف مفتوح نہ پائے جانے کی شرائط موجود نہ ہوئی تو راء پر ہوگی۔

(۳) راء اور اس سے پہلے اولا حرف دونوں ساکن ہو اور اس سے پہلے والے حرف پر زیر ہو جیسے۔ (وَلَا بِکْرٌ ذِی الذِّکْرِ ہ) وغیرہ۔

(۴) راساکنہ سے پہلے یائے ساکنہ اور اس سے پہلے والے حرف پر زبر ہو خواہ زیر ہو جیسے۔ (خَیْرٌ خَبِیْرٌ (٥))
(صورت نمبر ۳، نمبر ۴ وقف کے ساتھ خاص ہے)۔

حاشیہ (٥) یائے ساکنہ سے پہلے پیش قرآن میں نہیں ہے۔

(۵) رائے ممالہ یعنی وہ راء جو امالہ سے پڑھی گئی ہو جیسے۔ مَجْرٖىھَا کی راء (روایت حفصؒ میں پورے قرآن میں اسی ایک لفظ میں امالہ ہے۔

(۲) رَبِّ ارْجِعُوْن، اَمِ ارْتَابُوْ، اِنِ ارْتَبْتُمْ، قِرْطَاسٍ کی راء:۔

رَبِّ ارْجِعُوْن، اَمِ ارْتَابُوْ، اِنِ ارْتَبْتُمْ، قِرْطَاسٍ:۔ تینوں کلمات میں راء پر پڑھی جائے گی۔ کیونکہ رائے ساکنہ سے پہلے کسرہ منفصلہ (یعنی جدا کلمہ میں) آیا ہے۔ اور قاعدہ کے مطابق جب راء ساکنہ سے پہلے کسرہ متصلہ ہو (یعنی ایک ہی کلمہ میں ہو) تو اُس حالت میں راء باریک ہوتی ہے۔ جبکہ قرطاس کی راء پر ادا کی جائیگی کیونکہ راء ساکن ما قبل مکسور کے بعد (طا) حروف مستعلیہ میں سے آیا ہے۔

قَدْرْ ، حِجْرْ ، اور خَیْرْ کی راء حالت وقف میں:۔
قَـــدْرْ کی راء حالت وقف میں پر پڑھی جائیگی کیونکہ راء ساکن ماقبل ساکن سے پہلے والا حروف مفتوح ہے (وقف بالروم اور وصل کی حالت میں بھی مضموم ہونے کی وجہ سے پر ادا ہوگی) حِجْرْ ، اور خَیْرْ کی راء حالت وقف میں باریک پڑھی جائیگی حِجْرْ کی راء حالت وقف میں ساکن ہے، اس سے پہلے بھی ساکن اور ماقبل کسرہ ہے اس لئے۔ خَیْرْ کی راء باریک ادا کی جائیگی کیونکہ رائے ساکنہ سے ماقبل یائے ساکنہ ہے۔ اور یہ دو کلمات بھی وقف بالروم میں پُر ہونگے کیونکہ وقف میں اپنی حرکت کا اعتبار ہوتا ہے۔

(۳) راء ممالہ میں تفخیم یا ترقیق:۔

(ا) رائے ممالہ (۱) میں ترقیق ہوگی کیونکہ الف کو یا کی طرف اور فتحہ کو کسرہ کی طرف مائل کر کے پڑھنے کو امالہ کہتے ہیں اور یا اور کسرہ کی ادائیگی میں آواز باریک ہوتی ہے نہ کہ پر۔ حاشیہ۔(ا) جس راء پر امالہ کیا جائے۔

☆-------------- یا --------------☆

السوال الثانی (ب):۔

(ا) نون ساکن اور تنوین کے احوال مع تعریفات وامثلہ ذکر کریں (23)

(۲) نیز یہ بتائیں کہ دُنْیَا اور قِنْوَانٌ میں ادغام ہوگا یا اظہار؟ (5)

(۳) قُلْ رَبِّ اور مَنْ یَّقُوْلُ میں ادغام تام ہوگا یا ناقص؟ (5)

جواب......امور مطلوبہ:۔

(ا) نون ساکن وتنوین کے احوال مع تعریفات وامثلہ۔

(۲) دنیا، قنوانٌ میں ادغام یا اظہار؟

(۳) قُلْ رَبِّ اور مَنْ یَّقُوْلُ میں ادغام تام یا ناقص؟

نون ساکن وتنوین کے احوال مع تعریفات وامثلہ:۔

نون ساکنہ و تنوین کے چار احوال ہیں (ا) اظہار (۲) ادغام (۳) اقلاب (۴) اخفاء

(ا) اظہار:۔ اظہار کے لغوی معنی اَلْبَیَانُ یعنی خوب ظاہر کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں (اِخْرَاجُ کُلِّ حَرْفٍ مِنْ مَخْرَجِهٖ مِنْ غَیْرِ غُنَّةٍ فِی الْمُظْهَرِ) یعنی مظہر (۲) کو اس کے اپنے مخرج سے بغیر غنہ زمانی کے ادا کرنا، جب نون ساکن

وتنوین کے بعد حروف حلقی (ء، ھ، ع، ح، غ، خ) آجائے تو وہاں اظہار ہوتا ہے اور اس کو اظہار حلقی اور اظہار حقیقی بھی کہتے ہیں جیسے۔(مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ مِنْ حَكِيْمٍ، سوآءٌ عَلَيْهِمْ)

حاشیہ(۲) وہ نون جس پر اظہار کیا گیا ہو۔

(۲) ادغام:۔ ادغام کے لغوی معنی (ادخَالُ الشَّیءِ فِی الشَّیءِ) یعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا اور اصطلاح میں ادغام حرف ساکن کو حرف متحرک میں اس طرح ملا دینے کو کہتے ہیں کہ وہ دونوں مل کر ایک مشدد حرف ہو جائیں اور دونوں ایک ہی مخرج سے بلا فصل ادا ہوں۔نون ساکن وتنوین کے بعد چھ حروف (یرملون)(ی، ر، م، ل، و، ن) میں سے کوئی حرف آجائے تو وہاں ادغام ہوگا جیسے۔ (مِنْ رَّبِّهِمْ، مِنْ لَّدُنْهُ، مِنْ مَّالٍ وغیرہ)۔

(۳) اقلاب:۔ اقلاب کے لغوی معنی (تحویل الشَّیءِ عَنْ وَّجْهِهٖ) یعنی کسی چیز کو اس کی حقیقت سے پھیر دینے کے ہیں اور اصطلاح میں اقلاب کی تعریف یہ ہے کہ صفت غنہ کو باقی رکھ کر ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ رکھ دینا یعنی بدل دینا، جب نون ساکن وتنوین کے بعد باء موحدہ آئے جیسے۔ (اَنْۢبِئْهُمْ، مِنْۢ بَعْدِیْ، سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ) تو اس نون کو میم سے بدل کر اخفاء اور غنہ کے ساتھ پڑھتے ہیں پس اس نون کو میم سے بدلنے کو ہی اقلاب یا قلب کہتے ہیں۔ اور اس نون نون مقلوبہ یا مقلبۃ کہتے ہیں۔

اخفاء:۔ اخفاء کے لغوی معنی (السَّتْرُ) یعنی چھپانے کے ہیں اور اصطلاح میں کسی حرف ساکن کو اظہار اور ادغام کی درمیانی کیفیت پر اس میں صفت غنہ کو باقی رکھ کر بغیر تشدید کے ادا کرنا جب نون ساکن وتنوین کے بعد چھ حروف حلقی، چھ حروف یرملون اور ایک باء موحدہ کے ان تیرہ حرفوں کے علاوہ باقی پندرہ حرفوں میں کوئی حرف آئے جیسے۔ (كُنْتُمْ، وَمَنْ تَابَ، جَنّٰتٍ تَجْرِیْ) تو وہاں اخفاء ہوتا ہے اور اس نون کو نون مخفاۃ(۱) کہتے ہیں۔ حاشیہ(۱) مخفاۃ اخفاء (متعدی) سے ہے اور مخفی خفاء (لازمی) سے ہے۔

(۲) دنیا اور قنوان میں ادغام یا اظہار کی تعیین:۔

دُنْيَا، قِنْوَانٌ، صِنْوَانٌ اور بُنْيَانٌ ان چار کلموں میں ادغام نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے کیونکہ ان کلمات میں نون ساکنہ کے بعد واو اور اسی طرح یاء دونوں ایک ہی کلمہ میں آئے ہیں اس لئے ان میں ادغام نہیں ہوتا اظہار ہوتا ہے تا کہ حرف مضاعف نہ بن جائے اور اس کو اظہار مطلق کہتے ہیں۔

(۳) قُلْ رَّبِّ اور مَنْ يَّقُوْلُ میں ادغام کی حالت:۔

قُـلْ رَّبِّ میں ادغام تام ہے کیونکہ یہاں مدغم(۲) کو مدغمفیہ (۳) سے بدل کر دونوں کا ادغام کیا گیا ہے اور اس میں مدغم کی کوئی صفت باقی نہیں رہی۔جبکہ مَنْ يَـقُوْلُ میں ادغام ناقص ہے کیونکہ اس میں مدغم نون ساکن کی صفت باقی رہتی ہے۔

حاشیہ(۲) جس کا ادغام کیا گیا۔(۳) جس حرف میں ادغام کیا گیا ہو۔

☆-------------------☆-------------------☆

السوال الثالث(الف):۔

(۱) اجتماع ساکنین علی حدہٖ وعلی غیر حدہٖ کی تعریفات مع امثلہ وحکم ذکر کریں۔(15)

(۲) بئس الاسم الفسوق میں اجتماع ساکنین علی حدہٖ ہوگا یا علی غیر حدہٖ؟اور اسکے پڑھنے کا کیا طریقہ ہوگا؟(8)

(۳) حرکات کل کتنی اور کون سی ہیں؟ نیز ان کی ادائیگی کی کیفیت بیان کریں۔(10)........................33

جواب......امور مطلوبہ:۔

(۱) اجتماع ساکنین علی حدہٖ وعلی غیر حدہٖ کی تعریفات مع امثلہ وحکم۔

(۲) بئس الاسم الفسوق میں اجتماع ساکنین کی تعین اور پڑھنے کا طریقہ۔

(۳) حرکات کی تعداد، نام اور ان کی ادائیگی کی کیفیت۔

(۱) اجتماع ساکنین علی حدہٖ وعلی غیر حدہٖ کی تعریفات مع امثلہ وحکم:۔

(۱) اجتماع ساکنین علی حدہٖ:۔

اگر دو ساکن حرف اس طرح جمع ہو کہ پہلا مدہ ہو اور دونوں ایک ہی کلمہ میں ہو جیسے۔دَآبَّةٍ ،آلْــٰٔـنَ وغیرہ تو یہ اجتماع ساکنین علی حدہٖ کہلاتا ہے۔اور حکم اسکا یہ ہے کہ یہ حالین (یعنی وقف ووصل) دونوں میں باقی رہتا ہے۔

(۲) اجتماع ساکنین علی غیر حدہٖ:۔

اجتماع ساکنین علی غیر حدہٖ وہ ہے جس میں علی حدہٖ کی دو شرطوں میں سے ایک یا دونوں ہی نہ پائی جائیں جس کی تین صورتیں بنتی ہیں۔(۱) دونوں ساکن میں سے پہلا مدہ نہ ہو جیسے۔(اَلْقَدْرِ، اَلْعُسْرَ) وغیرہ۔اور حکم اس کا یہ ہے کہ وقفاً تو دونوں ساکن باقی رہتے ہیں اور وصلاً نہیں رہتے بلکہ دوسرے پر حرکت آجاتی ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ پہلا ساکن مدہ تو ہو مگر دونوں ایک کلمہ میں نہ ہو جیسے (قَالاَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالُوْا الْئٰنَ) وغیرہ حکم اسکا یہ ہے بلکہ پہلا حذف ہو جاتا ہے جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔

(۳) دونوں ہی شرطیں مفقود ہو جیسے۔ (قُلِ الْحَقُّ ، قُلِ الْحَمْدُ،) حکم اسکا یہ ہے کہ پہلے ساکن کو کسرہ دے دیتے ھیں خواہ پہلا ساکن تنوین کا نون ہو یا کوئی اور لیکن اگر پہلا ساکن میم جمع یا واو لین جمع ہو تو پہلے ساکن کو ضمہ دیتے ہیں جیسے۔ (هُمُ الْمُفْلِحُوْن ورء وُ العذاب (۱))

حاشیہ(۱) اوراگر مِن جارہ ھو یا آلٓمّ الله کا میم جو صرف ایک جگہ آیا ہے تو پہلے ساکن کو فتحہ یعنی زبر دیا جائے گا جیسے مِنَ الله اور الٓمّ اللهُ (سورۃ آل عمران)

(۲) بِئسَ الاسم الفسوق میں اجتماع ساکنین کی تعیین اوراسکے پڑھنے کا طریقہ:۔

بئس الاسم الفُسُوق میں اجتماع ساکنین علی غیر حدہٖ ہے اوراسکے پڑھنے کا طریقہ یہ ھے کہ بِئس کے (سین) پر فتحہ پڑھنے کے بعد قاعدہ کے مطابق لام کو کسرہ کی حرکت کیساتھ پڑھ کر اسم کے (سین) ساکن کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

(۳) حرکات کی تعداد، نام اور پڑھنے کی کیفیات:۔

حرکات تین ہیں اوران کے نام یہ ہیں فتحہ (زبر) ضمہ (پیش) کسرہ (زیر)، فتحہ انفتاح فم اور صوت (منہ اور آواز کے کھلنے) سے، کسرہ انخفاض فم اور صوت (منہ اور آواز کے پست ہونے) سے اور ایک حرکت کی ضمہ انضمام شفتین (دونوں ہونٹوں کو گول کر کے) ہر حرکت کو ایسی کیفیت کیساتھ ادا کرنا چاہئے دوسری حرکت کی کیفیت کے مل جانے سے حرف ناقص ہو جاتا ہے۔

☆---------------- یا ----------------☆

السوال الثالث (ب):۔

(۱) مد متصل اور مد منفصل کی تعریفات مع امثلہ ومقدار مد ذکر کریں۔(13)

(۲) رَحیم، تَعلَمُوْنَ میں بہ حالت وقف اور الم، حم عسق، كهيعص، دآبَّةٌ اور آلئٰنَ میں پائی جانے والی مدود کے نام بتائیں۔(20).....33

جواب.....امور مطلوبہ:۔

(۱) مد متصل اور مد منفصل کی تعریفات مع امثلہ ومقدار مد۔

(٢) مذکورہ کلمات میں پائی جانے والی مدود کے نام۔

(ا) مدمتصل اور منفصل کی تعریفات مع امثلہ ومقدار مد:۔

اگر حرف مد کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں ہو۔جس کلمہ میں حرف مد ہے جیسے۔(سَوَآءٌ ، سُوٓءٌ ، سِیٓئَتْ) وغیرہ اس کو مدمتصل اور مدواجب(١) بھی کہتے ہیں۔

حاشیہ(١) :۔اس کا ترک کسی قرأت میں جائز نہیں۔

اگر حرف مد ایک کلمہ کے آخر میں ہو۔اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو جیسا کہ (قَالُوٓا اٰمَنَّا ، فِیٓ اَنْفُسِکُمْ) وغیرہ اس کو مد جائز اور مدمنفصل کہتے ہیں۔چونکہ اولاً مد کی دو قسمیں ہیں:۔

(ا) مداصلی

(٢) مدفرعی

مداصلی میں تو صرف قصر ہی ہوتا ہے اور اسکی مقدار ایک الف یعنی دوحرکتوں کے برابر ہوتی ہے۔

مدفرعی کی اجمالاً چار اقسام ہیں۔

(ا) مدمتصل (٢) مدمنفصل

(٣) مدلازم (۴) مدعارض۔

مدمتصل ومنفصل میں توسط ہوتا ہے جن کی تین مقداریں ہیں۔

(ا) دو الف چار حرکت۔

(٢) اڑھائی الف پانچ حرکتیں

(٣) چار الف آٹھ حرکتیں۔

اور مدمنفصل میں قصر (یعنی صرف ایک الف کے برابر) بھی کھینچنا جائز ہے۔

(بطریق جزریؒ) شاطبیہ کے طریق سے اس میں توسط ہی ضروری ہے۔اور مدلازم کی چاروں قسموں میں طول ہوتا ہے اور طول کی مقدار میں دو قول ہیں۔

(ا) تین الف۔

(٢) پانچ الف اور مدعارض وقفی مدلین لازم اور لین عارض ان تینوں میں تین تین وجوہ ہیں۔

(۱) پانچ الفی یا تین الفی طول۔

(۲) تین الفی یا دوالفی توسط۔

(۳) قصر مد عارض وقفی اور لین لازم میں طول افضل ہے پھر توسط پھر قصر اور مد لین عارض میں قصر افضل ہے پھر توسط اور پھر طول کا درجہ ہے۔(۲) اور لین لازم میں قصر نہایت ضعیف ہے۔

حاشیہ (۲) سوال میں مد مطلق ذکر تھا اس لئے تمام مدود کی مقدارین ذکر کی گئی۔

(۴) **مذکورہ کلمات میں پائی جانے والی مدود:۔**

رَحِیۡمٌ اور یَعۡلَمُوۡنَ ۔میں مد عارض وقفی ہے، الم کے لام میں مد لازم حرفی مثقل اور اسکے میم میں مد لازم حرفی مخفف اور حٰمٓ کی حاء میں مد اصلی اور میم میں مد لازم حرفی مخفف۔عٓسٓقٓ کے عین میں مد لازم لین اور سین وقاف میں مد لازم حرفی مخفف کٓھٰیٰعٓصٓ کے کاف میں مد لازم حرفی مخفف ہاء اور یاء میں مد اصلی جبکہ عین میں مد لازم لین اور صاد میں مد لازم حرفی مخفف جبکہ دَآبَّةٍ اور آلۡئٰنَ میں پہلا مد لازم کلمی مثقل اور دوسرا مد لازم کلمی مخفف۔

الورقة الاولیٰ معلم التجوید

۱۴۳۵ھ/2014ء

السوال الاوّل (الف):۔

(۱) امام حفص کا مکمل تعارف اور آپ کی سند کی تفصیلات حسب کتاب تحریر کریں۔(12)

(۲) مخرج کی کتنی قسمیں ہیں۔تعریف لکھ کر ہر ایک کی تعداد لکھیں۔(11)

(۳) وہ چھ صورتیں جن میں راء پر ہوتی ہے لکھیں۔(10)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) امام حفص کا مکمل تعارف اور آپؒ کی سند کی تفصیلات۔

(۲) مخرج کی اقسام مع تعریفات اور ہر ایک کی تعداد۔

(۳) راء پر ہونے کی چھ صورتیں۔

(۱) امام حفص کا مکمل تعارف اور آپؒ کی سند کی تفصیلات:۔

آپؒ ۹۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں بعمر نوے سال وفات پائی۔آپ نے قرآن مجید حضرت امام عاصم کوفی تابعی سے پڑھا اور ان کے تمام رواۃ وتلامذہ میں سب سے زیادہ قوی حافظہ والے تھے، اور آپؒ کی سند آنحضرت ﷺ تک تین واسطوں کے ذریعے سے پہونچتی ہے جو حسب ذیل ہیں۔حضرت حفصؒ نے امام عاصم بن ابی النجود کوفی تابعی سے انہوں نے حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمیؒ اور حضرت ابومریم زرّ ابن حبیشؒ سے پھر ان میں سے امام عبداللہ بن حبیب السلمیؒ نے حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت علیؓ بن ابی طالب حضرت ابی بن کعبؓ حضرت زید بن ثابتؓ، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم (ان پانچ صحابہؓ) سے اور امام زرّ ابن حبیش نے حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اور ان سب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا (از تیسیر لابی عمرو دانی) اور محقق ابن الجزریؒ نے امام عاصم کے تین شیوخ بتائے ہیں۔اور تیسرے شیخ کا نام ابوعمرو، سعد بن الیاس شیبانی بتایا ہے اور پھر یہ فرمایا ہے کہ ان تینوں حضرات ؒنے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے پڑھا ہے۔پھر ان تین میں سے السلمیؒ اور زرّ بن حبیشؒ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علی سے بھی پڑھا ہے۔اور السلمیؒ نے ان تین کے علاوہ حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت زید بن

ثابتؓ سے بھی پڑھا ہے۔(النشر صفحہ ۱۵۵ جلد۱)

اور حاصل اس کا یہ ہے کہ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سلمیؒ نے تو حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابیؓ اور حضرت زیدؓ ان پانچ صحابہؓ سے اور حضرت زرّ بن حبیشؒ نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ان تین سے اور حضرت ابوعمر سعد ابن الیاس الشیبانی نے صرف عبداللہ ابن مسعودؓ سے پڑھا اور ان پانچوں صحابہؓ نے خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے۔

(۲) مخرج کی اقسام مع تعریف اور ہر ایک کی تعداد:۔

مخرج کی دو قسمیں ہیں۔(۱) مخرج محقق (۲) مخرج مقدّر

مخرج محقق:۔ (هُوَ جُزْءٌ مُعَيَّنٌ مِنْ اَجْزَآءِ الْحَلْقِ اَوِاللِّسَانِ اَوِالشَّفَةِ) یعنی مخرج محقق(۱) حلق یا زبان یا ہونٹ کے اجزاء(حصوں) میں سے کوئی معین حصہ ہوتا ہے۔اور مخرج مقدّر(۲) وہ ہے جو یا تو ان کے اجزاء میں سے نہ ہو اور اگر ہو تو جزو معین نہ ہو۔

سترہ مخارج میں سے پندرہ محقق ہیں اور دو مقدر۔

(۳) نوٹ:۔ راء کے پُر ہونے کی صورتیں الورقۃ الاولی معلم التجوید 2013ء/۱۴۳۴ھ کے السوال الثانی (الف) کے جز(۱) میں تفصیل مذکور ہے۔

☆------------------ یا ------------------☆

السوال الاوّل(ب)........:۔

(۱) جس راء پر وقف کیا جائے اسکا کیا حکم ہے۔(12)

(۲) نون ساکن اور تنوین کے چار احکام لکھ کر بتلائیے نون کو کیا کہا جاتا ہے۔(11)

(۳) ادغام کی باعتبار کیفیت کتنی قسمیں اور کون کون سی ہیں مع امثلہ لکھیں۔(10)

جواب........امور مطلوبہ:۔

(۱) راء موقوفہ کا حکم۔

(۲) نون ساکن و تنوین کے چار احکام اور نون کے نام۔

(۳) ادغام کی باعتبار کیفیت قسموں کی تعداد تعریفات مع امثلہ:۔

(۱) راءموقوفہ کاحکم:۔

اگرراءموقوفہ پراسکان یااشمام کیساتھ وقت کیاجائے توچونکہ ان دونوں وقفوں میں راء پوری طرح ساکن پڑھی جاتی ہے اسلیئے اس کو پر یاباریک پڑھنے کیلیئے حرف ماقبل کو۔اوراگروہ بھی ساکن ہو۔تو پھراسکے ماقبل کودیکھتے ہیں۔اگراس پرفتحہ یاضمہ ہوتوراءکوپراوراگرکسرہ ہوتوباریک اداکرتے ہیں اوراگرروم کیساتھ وقف کیاجائے توچونکہ اس صورت میں راءپوری طرح ساکن نہیں پڑھی جاتی بلکہ اس کی حرکت بھی تھوڑی سی اداکی جاتی ہے۔اسلیئے اس صورت میں ماقبل کونہیں بلکہ خوداس کی حرکت کے لحاظ سے پر یاباریک پڑھتے ہیں۔پس کسرہ کی صورت میں باریک اورضمہ وفتحہ کی صورت میں پراداکرتے ہیں۔

(۲)نوٹ.....:۔نون ساکن وتنوین کے احکام ''معلم التجوید'' کے پہلے پرچہ2013ء،۱۴۳۴ھ کے السوال الثانی (ب) کے امر مطلوب اوّل میں تفصیلی گزرچکاہے۔ان احکام کے بعدصرف مندرجہ ذیل عبارت کااضافہ کردیں۔

احکام مختلفہ کے اعتبارسےنون کے اسماء:۔

اظہارکی صورت میں نون کونون مظہرہ(۱)،اقلاب کی صورت میں نون مقلوبہ(۲)،ادغام کی صورت میں نون مدغمہ(۳)اورخفاءکی صورت میں نون کونون مخفاۃ(٤)،کہتے ہیں۔

حاشیہ(۱) ظاہرکیاہوانون ساکن۔(۲)جونون ساکن بدل دیاگیاہومیم ساکن سے۔(۳)جونون ساکن بعدوالےحرف سے ملایاگیاہو۔(٤) جس نون کوچھپایاگیاہو۔

(۳) کیفیت کے اعتبارسےادغام کی قسمیں اورمثالیں:۔

باعتبارکیفیت ادغام کی دوقسمیں ہیں۔(۱) تام (۲) ناقص۔

اگرمدغم کومدغم فیہ سے بالکل بدل کراس طرح ادغام کیاجائے کہ مدغم کی کوئی صفت بھی باقی نہ رہےتویہ ادغام تام کہلاتاہےجیسے۔ (قُلْ رَّبِّ مِنْ لَّدُنْهُ اور عَبَدْتُّمْ وغیرہ) اوراگرمدغم،مدغم فیہ سے پوری طرح نہ بدلے بلکہ اس کی کوئی صفت باقی رہےتویہ ادغام ناقص کہلاتاہے۔جیسے (مَنْ يَّقُوْلُ ، مِنْ وَّلِيٍّ اور فَرَّطْتُّمْ وغیرہ)

☆-------------☆-------------☆

السوال الثانی (الف)......:۔

(۱) مثلین، متجانسین اور متقاربین کا کیا مطلب ہے اور ان کے اجتماع سے کیا مراد ہے لکھیں۔ (11)

(۲) ہمزہ کی کتنی قسمیں اور کیا کیا ہیں مع تعریف و امثلہ لکھے۔ (12)

(۳) محل مد کسے کہتے ہیں۔ اور سبب مد کسے (10)

جواب......امور مطلوبہ:۔

(۱) مثلین، متجانسین اور متقاربین کا مطلب اور ان کے اجتماع کا مطلب۔

(۲) ہمزہ کی اقسام مع تعریفات و امثلہ۔ (۳) محل مد اور سبب مد۔

(۱) مثلین، متجانسین اور متقاربین کا مطلب اور ان کے اجتماع کا مطلب:۔

ادغام مثلین: ۔اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہو کہ دونوں مخرج اور صفات کے اعتبار سے ایک ہی ہو تو ادغام مثلین (۵) کہلائے گا۔ جیسے۔ دو باء یا دو تاء وغیرہ۔

حاشیہ (۵) وہ دو حرف ایک جیسے ہو۔

ادغام متجانسین: ۔اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہو کہ جن کا مخرج ایک ہو لیکن صفات کے اعتبار سے ایک نہ ہو تو یہ ادغام متجانسین (٦) کہلائے گا جیسے دال، تاء، اور ذال و ثاء وغیرہ۔ حاشیہ (٦) وہ دو حرف جن کا مخرج ایک ہو۔

ادغام متقاربین: ۔اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہو جو مخرج اور صفات دونوں کے اعتبار سے قریب ہو تو یہ ادغام متقاربین (۱) کہلائے گا۔ جیسے قاف و کاف، نون و میم اور لام و راء وغیرہ۔ اور اجتماع کے معنی ہیں اکٹھا ہونا۔

حاشیہ (۱) دو حروف جو قریب المخرج ہو یا قریب الصفات یا دونوں۔

(۲) ہمزہ کی اقسام مع تعریف و امثلہ:۔

ہمزہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اصلی۔ (۲) زائدہ۔

اصلی: ۔وہ ہمزہ ہے جو حروف اصلیہ یعنی فا، عین، لام، میں سے کسی حرف کے مقابلہ میں واقع ہو، جیسے (اَمَــرَ، سَئَلَ اور بَدَأَ کا ھمزہ)

زائد: ۔وہ ہے جو ان حرفوں میں سے کسی کے مقابلہ میں نہ ہو۔ جیسے (اِیْمَانًا یا اِمْرُءٌ اور اِمْرَءَۃٌ) کا ہمزہ۔

پھر زائد کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قطعی

(۲) وصلی

ہمزہ قطعی تو وصل اور ابتداء دونوں حالتوں میں ثابت رہتا ہے اور وصلی ابتداء کی حالت میں تو ثابت رہتا ہے اور وصل یعنی ماقبل سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں حذف ہوجاتا ہے۔ جیسے (وَاِنْ كَانُوْا وَاِذْ جَعَلْنَا ، وَاِذَا مَرُّوْا اور رَبِّ الْعَرْشِ تَبَارَكَ اسْمُ، عُزَيْرُنِ ابْنُ) (پہلی تین مثالیں ہمزہ قطعی کی اور آخری تین مثالیں ہمزہ وصلی کی ہیں)۔

(۳) محلِ مد اور سببِ مد:۔

حرف مد اور حرف لین تو محل مد(۲) اور شرط مد(۳) کہلاتے ہیں اور ہمزہ وسکون سبب مد چنانچہ (مِنَ السَّمَآءِ، اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ، ءٰآلْئٰنَ، دَآبَّةٍ، قٓ اورتُكَذِّبَانِ میں الف بالسُّوْٓءِ قَالُوْا اِنَّمَا، نٓ، يَعْلَمُوْنَ اور مِنْ خَوْفٍ میں واو اور سَيِّئٰتُ، اَلَّذِيْٓ اٰمَنَ ، حٰمٓ اَلرَّحِيْمِ اور وَالصَّيْفِ) میں یا تو شرط مد یا محل مد کہلاتے ہیں اور ہمزہ اور سکون سبب مد پھر ان دو سببوں میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

چنانچہ ہمزہ کی دو قسمیں یہ ہیں:۔

(۱) ہمزہ متصل

(۲) ہمزہ منفصل

اور سکون کی یہ ہیں۔

(۱) سکون لازم(٤)(۲) سکون عارض(٥) اس بناء پر فرعی کی چار قسمیں ہوجاتی ہے۔

حاشیہ (۲) یعنی مد کرنے کی جگہ (۳) یعنی حرف مد اور حرف لین مد کے لئے شرط ہے۔ (٤) جس حرف کا سکون اپنا ہو۔
(٥) یعنی جس حرف کا سکون عارضی ہو۔

☆------------------ یا ------------------☆

السوال الثانی (ب)........:۔

(۱) اجتماع ساکنین کی قسمیں مع تعریف لکھ کر حکم بیان کریں۔(11)

(۲) کسی کلمہ میں دو ہمزوں کے جمع ہونے کی کتنی اور کیا کیا صورتیں ہیں اور کس صورت میں حذف، ابدال یا تسہیل پائی جاتی ہے۔(12)

(۳) مشہور آداب تلاوت تحریر کریں۔(10)....................

جواب............امور مطلوبہ:۔

(۱) اجتماع ساکنین کی قسمیں مع تعریف اور حکم:۔

(۲) ایک کلمہ میں دو ہمزوں کے جمع ہونے کی اور حذف، ابدال اور تسہیل کی صورتیں

(۳) مشہور آداب تلاوت

(۱) اجتماع ساکنین کی قسمیں مع تعریف وحکم:۔

نوٹ:۔ یہ جز الورقۃ الاولیٰ 2013 / ۱۴۳۴ کے السوال الثالث (الف) کے جز (۱) میں گزر چکا ہے۔

(۲) ایک کلمہ میں دو ہمزوں کے جمع ہونے کی صورتیں اور حذف، ابدال اور تسہیل کی صورتوں کی تعیین:۔

دو ہمزوں کے جمع ہونے کی اجمالی صورتیں دو ہی ہیں۔

(۱) دونوں متحرک

(۲) اول متحرک ثانی ساکن اور تفصیلی صورتیں اسکی پانچ ہیں۔

(۱) دونوں متحرک اور دونوں قطعی جیسے (ءَ اَلِدُ ءُ اُنْزِلَ ، ءَ اِنَّكَ وغیرہ)

(۲) دونوں متحرک مگر پہلا قطعی اور دوسرا وصلی مفتوح جیسے (آٰللّٰهُ اور آٰلْــٰٔنَ وغیرہ) کہ اصل میں یہ (ءَ اَللّٰهُ اور ءَ اَلْئٰنَ) تھے۔

(۳) دونوں متحرک مگر پہلا قطعی اور دوسرا وصلی مکسور جیسے (اَسْتَكْبَرْتَ اور اَطَّلَعَ وغیرہ) کہ اصل میں یہ (ءَ اِسْتَكْبَرْتَ اور ءَ اِطَّلَعَ) تھے۔

(۴) اول قطعی متحرک اور دوسرا ساکن جیسے (اٰمَنَ اِيْمَانًا) کہ اصل میں یہ (ءَ اْمَنَ اِئْمَانًا) تھے۔

(۵) پہلا متحرک وصلی اور دوسرا ساکن جیسے (اِيْتُوْنِىْ اور اُوْتُمِنَ) اور حکم ان صورتوں کا یہ ہے کہ پہلی صورت میں

صرف ایک کلمے میں تسہیل(۲) اور باقی ہر جگہ تحقیق(۳) اور دوسری صورت میں تسہیل وابدال(٤) دونوں مگر ابدال اولیٰ (افضل) ہے اور تیسری میں صرف حذف(٥) اور چوتھی میں صرف ابدال اور پانچویں میں صرف ایک حالت میں ثانی ہمزہ کا ابدال اور دوسری حالت میں پہلے ہمزہ کا حذف۔

حاشیہ: (۲) ہمزہ کو اس طرح ادا کرنا کہ نہ قوت کیساتھ ہو اور نہ بالکل الف ہو۔(۳) ہمزہ کو قوت اور جھٹکے کیساتھ پڑھنا۔(٤) ہمزہ کو الف وغیرہ سے بدل دینا۔(٥) گرادینا نہ پڑھنا۔

(۳) مشہور آدابِ تلاوت:۔

(۱) قاری مسواک اور وضو کے بعد یکسوئی کی جگہ میں نہایت وقار اور تواضع کیساتھ قبلہ رُخ ہو کر بیٹھے اور اللہ سے اس ثواب کی امید رکھتے ہوئے جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں تلاوت کرے۔

(۲) قرآن شریف کی تلاوت بہتر تو ہی ہے کہ وضو کر کے کی جائے کیونکہ وضو کر کے پڑھنے سے ایک حرف کا ثواب پچیس نیکیوں کے برابر ملتا ہے۔ہاں بے وضو بھی جائز ہے لیکن بے وضو قرآن شریف کو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔

(۳) تلاوت کے وقت خوشبو استعمال کرے اگر میسر ہو ورنہ مسواک اور وضو ہی کافی ہے۔اور حسب توفیق لباس صاف پہن کر سکون و وقار کے ساتھ بیٹھے۔

(۴) تلاوت قرآن کے وقت نہ ہنسے نہ کھیلے کیونکہ یہ بہت بے ادبی ہے۔درمیان میں کسی سے بات چیت نہ کرے اگرچہ سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو۔ضرورت پیش آجائے تو قرآن مجید بند کر کے بات کرے پھر اعوذ پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔

(۵) تلاوت آہستہ اور اونچی آواز سے دونوں طرح جائز ہے مگر جہاں جو صورت بہتر ہو وہاں اسی طرح مستحب ہے۔مثلاً اگر زور سے پڑھنے میں ریا کا اندیشہ ہو یا اس سے کسی مریض کو تکلیف ہوتی ہو تو اس صورت میں آہستہ پڑھنا مستحب ہوگا۔

(٦) تلاوت کے آخر میں یہ کلمات پڑھیں۔صدق اللّٰہُ مولٰنا العظیم وَصَدَقَ رَسُوْله النبی الکریم وَنَحْنُ علیٰ ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِیْن۔سامعین کی موجودگی میں یہ کلمات ضرور پڑھیں تا کہ ان کو قراءۃ کے ختم ہونے کا علم ہو جائے۔

(۷) تلاوت سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب ہونا چاہئے ریا یعنی کسی کو دکھانے کی غرض سے نہیں ہونی چاہئے۔

☆-----------☆-----------☆

السوال الثالث (الف)......:۔

(۱) مدکی اوّل کتنی قسمیں اور کیا کیا ہیں مع تعریف اور امثلہ تحریر کریں۔(11)

(۲) وقفِ تام، کافی، حسن اور قبیح کی تعریف اور مثالیں قلم بند کریں۔(12)

(۳) تلاوتِ قرآن کا کیا انداز ہونا چاہئے تفصیل کیساتھ لکھے۔(10)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) مدکی اوّلاً قسمیں مع تعریف وامثلہ۔

(۲) وقفِ تام، کافی، حسن اور قبیح کی تعریفات اور مثالیں۔

(۳) تلاوتِ قرآن کا مفصل انداز۔

(۱) مدکی اوّلاً دو قسمیں مع تعریف وامثلہ:۔

اوّلاً مد کی دو قسمیں ہیں:۔ (۱) اصلی (۲) فرعی

اصلی کو طبعی اور ذاتی اور فرعی کو زائد بھی کہتے ہیں پھر مد اصلی کی تو ایک ہی قسم ہے البتہ مد فرعی کی متعدد قسمیں ہیں۔

مد اصلی کی تعریف وامثلہ:۔ مد اصلی وہ ہے جو کسی سبب پر موقوف نہ ہو اور اس کے ادا ہوئے بغیر حرف کی ذات ہی باقی نہ رہے جیسے۔ (قَالَ، قِيلَ اور قُوْلُوْا) کا مد کیونکہ اگر ان میں مد نہ کیا جائے تو الف، واؤ اور یاء کی ذات ہی فوت ہو جائے گی۔اور اس کا ترک حرام ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کا ایک حرف کم ہو جاتا ہے۔

مد فرعی کی تعریف وامثلہ:۔ مد فرعی وہ ہے جس کا پایا جانا کسی سبب پر موقوف ہو اور اس کے ادا نہ ہونے سے حرف کی ذات معدوم نہیں ہوتی۔البتہ قواعد عرفیہ تجویدیہ کا خلاف لازم آتا ہے اور حرفوں کی خوبصورتی جاتی رہتی ہے جیسے۔ (مِنَ السَّمَآءِ، سُوْٓءٌ، سِيْٓـَٔتْ، اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ)

(۲) **وقف تام، کافی، حسن اور قبیح کی تعریفات اور مثالیں:۔**

(۱) وقف تام:۔جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر اسکو مابعد سے کسی قسم کا تعلق نہ ہو نہ لفظی نہ معنوی یعنی جملہ بھی ختم ہو گیا اور مضمون بھی، تو یہ وقف تام کہلاتا ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ کے شروع میں اَلْمُفْلِحُوْنَ کہ اس کو مابعد سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے نہ لفظی نہ معنوی۔

(۲) وقفِ کافی:۔اگر کلمہ موقوف علیہ کو مابعد سے لفظی تعلق تو نہ ہو البتہ معنوی ہو یعنی جملہ تو ختم ہو گیا ہو مگر

مضمون ختم نہ ہوا ہوتو اس وقف کو وقفِ کافی کہتے ہیں جیسا کہ سورۃ بقرہ ہی کے شروع یُنْفِقُوْنَ اور لَایُؤْمِنُوْنَ۔ کہ ان دونوں کو مابعد سے تعلق لفظی تو نہیں البتہ معنوی ہے۔

(۳) وقفِ حسن:۔ اگر کلمہ موقوف علیہ پر جملہ تو پورا ہو چکا ہو لیکن مابعد سے تعلقِ لفظی اب بھی باقی ہو تو یہ وقف وقف حسن کہلاتا ہے جیسا کہ سورۃ فاتحہ کے شروع میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پر کیونکہ اگرچہ لِلّٰهِ پر مبتداء اور خبر ملکر جملہ پورا تو ہو گیا ہے لیکن اس کو مابعد سے یعنی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے تعلق باقی ہے اسلیے کہ اسم اللہ موقوف ہے اور رب العلمین اسکی صفت ہے۔

(۴) وقفِ قبیح:۔ اگر کلمہ موقوف علیہ پر سرے سے جملہ ہی پورا نہ ہو تو یہ وقف، وقفِ قبیح کہلائے گا جیسا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں اَلْحَمْدُ پر اور وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ میں وَاِذْ قَالَ پر کیونکہ اس صورت میں مبتداء پر بغیر خبر کے اور فعل پر بغیر فاعل کے وقف ہوگا۔

(۳) تلاوت قرآن کا انداز:۔

تلاوت قرآن کے تین انداز ہیں۔

(۱) ترتیل (۲) حدر (۳) تدویر۔

اطیمنان اور خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا جس طرح کہ جلسوں اور اجتماعات میں پڑھا جاتا ہے اس کو ترتیل کہتے ہیں۔ تیزی اور روانی کے ساتھ پڑھا جانا ہے جس طرح کہ تراویح میں پڑھتے ہیں۔ اس کو حدر کہتے ہیں اور ان دونوں کی درمیانی رفتار پر پڑھنا جس طرح امام فرض نمازوں میں پڑھتا ہے اس کو تدویر کہتے ہیں مگر تیز اِس حد تک پڑھنا جائز ہے کہ قواعد تجوید کی رعایت برقرار رہے اور اگر اتنا تیز پڑھا کہ حرف صاف صاف سنائی نہ دے اور غلط ملط ہوتا گیا یا حرف مد کی مقدار پوری نہ ہوئی یا حرکات سمٹی ہوئی ادا ہوئیں تو ایسا تیز پڑھنا جائز نہیں۔ پھر یہ سمجھو کہ تدویر میں پڑھنا تو کوئی اتنا زیادہ مشکل نہیں۔ کیونکہ اِس میں نہ بہت تیز پڑھا جاتا ہے۔ اور نہ ہی بہت ٹھہر ٹھہر کر۔ البتہ حدر اور ترتیل میں پڑھنا ان کی خوب مشق کیے بغیر مشکل ہے کیونکہ بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا بھی مشکل ہے اور تیز پڑھنا بھی۔ لہٰذا تلاوت کے ان ہر دو انداز کی مشق بھی زیادہ کرنی چاہیئے۔

☆------------- یا -------------☆

السوال الثالث (ب)..........:۔

(۱) آخر کے اعتبار سے کلمہ کی کتنی حالتیں ہیں اور وقف کا کیا طریقہ ہے۔؟(11)

(۲) ھائے ضمیر میں حرکت اور صلہ کے اعتبار سے ضابطہ لکھ کر خلاف ضابطہ مثالیں بھی لکھیں (12)۔

(۳) قرآن مجید میں کتنے سکتے ہیں، کون کون سے ہیں نیز علماءِ اوقاف کے مقرر کردہ سکتات بھی تحریر کیجئے۔

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(۱) آخر کے اعتبار سے کلمہ کی حالتیں اور ان پر وقف کا طریقہ۔

(۲) ھائے ضمیر میں حرکت اور صلہ کے اعتبار سے ضابطہ اور خلاف ضابطہ کی مثالیں۔

(۳) قرآن مجید میں سکتوں کی تعداد مع تعیین اور علماء اوقاف کے مقرر کردہ سکتات کی نشاندہی۔

(۱) آخر کے اعتبار سے کلمہ کی حالتیں اور ان پر وقف کا طریقہ:۔

آٹھ حالتیں ہیں:۔

(۱) کلمہ کے آخری حرف پر ایک زبر ہو جیسے اَلْعٰلَمِيْنَ . (۲) ایک زیر جیسے يَوْمِ الدِّيْنِ .

(۳) ایک پیش ہو جیسے نَسْتَعِيْنُ . (۴) دو زیر ہو جیسے مِنْ نَّذِيْرٍ .

(۵) دو پیش ہو جیسے قَدِيْرٌ . (۶) دو زبر ہو جیسے بَصِيْرًا .

(۷) آخری حرف تائے مدوّرہ ہو جیسے اَلْبَيِّنَةُ .

(۸) آخری حرف ساکن ہو جیسے اَنْتُمْ . عَلَيْهِمْ . جَعَلَا . قَالُوْا . اَلْقَوْا . اَخِيْ . ذَوَاتَيْ . پس ایک زبر کی صورت میں حرف بالاسکان اور ایک زیر اور دو زیر کی صورت میں بالاسکان اور بالروم اور ایک پیش اور دو پیش کی صورت میں بالاسکان بالروم اور بالاشمام تینوں جائز ہیں۔ اور دو زبر اور تائے مدورہ کی صورت میں بالابدال ہوگا اور ساکن ہونے کی صورت میں بالسکون کہلائے گا۔

(۲) ھائے ضمیر حرکت اور صلہ کے اعتبار سے ضابطہ اور خلاف ضابطہ کے مثالیں:۔

اگر ہائے ضمیر کے قبل یائے ساکنہ خواہ مدہ ہو خواہ لین جیسے فِيْهِ اِلَيْهِ یا کسرہ ہو جیسے بِهٖ تو ان دو صورتوں میں ہائے ضمیر مکسور پڑھی جاتی ہے۔ البتہ چار کلموں میں جو پانچ جگہ آئے ہیں۔ اس عام قاعدہ کیخلاف پڑھی جاتی ہے۔ اِس طرح کہ دو میں مضموم ہے اور دو میں ساکن۔ پس جن دو میں مضموم پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

(۱) وَما اَنسٰنِیۃُ سورۃ کھف.
(۲) عَلَیۡہُ اللّٰہ. سورۃ الفتح اور جن دو میں ساکن پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے۔
(۱) اَرۡجِہۡ دوجگہ اعراف اور شعراء۔
(۲) فَاَلۡقِہۡ نمل ،اور اگر ہائے ضمیر سے پہلے کسرہ یا ہائے ساکنہ کے علاوہ کوئی اور صورت ہو تو ہائے ضمیر مضموم پڑھی جاتی ہے۔ جیسے اَخَاہُ رَاَیۡتُمُوۡہُ رَسُوۡلُہٗ اور مِنۡہُ اور یہ کل پانچ صورتیں بنتی ہیں۔ البتہ وَیَتَّقۡہِ سورۃ نور، کی ھا اِس قاعدہ سے مستثنٰی ہے کہ بجائے مضموم پڑھی جانے کی مکسور پڑھی جاتی ہے۔
جب ھائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد دونوں طرف حرکت والا حرف ہو تو اس صورت میں ھائے ضمیر صلہ (۱) سے پڑھی جائے گی۔ پھر اگر ہائے ضمیر مضموم ہوگی تو صلہ واؤ کے ساتھ ہوگا اور اگر ہائے مکسور ہوگی۔ تو صلہ یاء کے ساتھ ہوگا جیسے اَمۡرُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ اور بِوَجۡھِہٖ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ البتہ یَرۡضَہُ لَکُمۡ سورۃ زمر، کی ھا باوجود یہ کہ اس کے ماقبل و مابعد دونوں طرف حرکت والا حرف ہے۔ مگر پھر بھی اِس میں صلہ نہیں ہوتا اور اگر ہائے ضمیر کے ماقبل یا مابعد یا دونوں طرف ساکن حرف ہوگا تو ان تینوں صورتوں میں اس میں صلہ نہیں کیا جائے گا جیسے مِنۡہُ الۡمَآءُ یُعَلِّمُہُ الۡکِتٰبَ مِنۡہُ اٰیٰتٌ اور فِیۡہِ اَبَدًا وغیرہ البتہ فِیۡہٖ مُھَانًا سورۃ فرقان میں باوجود یہ کہ اس کی ھا کے ماقبل یائے ساکنہ ہے۔ مگر پھر بھی اس میں صلہ ہوتا ہے اور وَمَآ اَنۡسٰنِیۡہُ، اَلۡقِہۡ .یَرۡضَہُ لَکُمۡ . مُھَانًا.

حاشیہ (۱) یعنی کھینچ کر پڑھی جائے۔

(۳) **قرآن مجید میں سکتوں کی تعداد مع تعیین اور علماء اوقاف کے مقرر کردہ سکتات کی نشاندہی:۔**

سکتے (۱) پورے قرآن مجید میں چار (۴) ہیں اور وہ یہ ہے۔

حاشیہ (۱) بغیر سانس لئے رک جانا سکتہ کہلاتا ہے۔

(۱) سورۃ کہف کے شروع میں عِوَجًا کے الف پر
(۲) سورۃ یٰسٓ میں مِنۡ مَّرۡقَدِنَا کے الف پر
(۳) سورۃ قیامہ میں وَقِیۡلَ مَنۡ کے نون پر
(۴) سورۃ مُطَفِّفِیۡن میں بَلۡ رَانَ کے لام پر یہ چار سکتے تو وہ ہیں جو صاحب روایت یعنی خود حضرت حفصؒ سے ثابت ہیں اور یہ ضروری اور واجب ہیں اور ان کے ترک سے روایت کا خلاف (۲) لازم آتا ہے۔ یاں ان کے علاوہ

چار سکتے اور بھی ہے مگر وہ صاحب روایت سے مروی نہیں بلکہ علماء اوقاف کے مقرر کیے ہوئے ہیں اِس لئے وہ واجب بھی نہیں ہیں البتہ جائز ہیں اور وہ یہ ہے۔ حاشیہ(۲) یعنی روایت حفصؒ کے حکم کے خلاف ہوگا۔

(۲) سورۃ اعراف میں رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا کے الف پر۔(۲) سورۃ اعراف ہی میں اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا کے واو پر۔

(۴) سورۃ قصص میں یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ کے ہمزہ پر۔

☆-----------☆-----------☆

الورقۃ الاولیٰ : معلم التجوید

سنہ ۱۴۳۶ھ/2015ء

السوال الاول (الف):۔

(۱) قرآن مجید کی حفاظت وکتابت کے حوالے سے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ عہد صدیقی اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہم میں کیا طریقہ رہا؟ تفصیلاً لکھیے۔

جمع قرآن سے متعلق بھی اپنی معلومات سپرد قلم کیجئے۔

جواب........امور مطلوبہ:۔

(۱) عہد نبوی ﷺ، عہد صدیقیؓ، اور عہد عثمانیؓ میں قرآن کی حفاظت وکتابت پر جامع نوٹ۔

(۲) جمع قرآن سے متعلق معلومات۔

(۱) عہد رسالت میں قرآن کی حفاظت وکتاب:۔

جب قرآن مجید کی کئی آیتیں یا کوئی سورت نازل ہوتی تو سب سے پہلے اس کی حفاظت کا انتظام یہ ہوتا۔ کہ وہ نازل شدہ حصہ آنحضرت کے سینہ مبارک میں محفوظ ہو جاتا۔ اور حفاظت کی یہ شکل خود حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھی تھی۔ جس کا اعلان سورۃ قیمٰہ کے پہلے رکوع میں ان لفظوں میں فرمایا۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ۔ (ترجمہ) بے شک ہمارے ذمہ ہے۔

قرآن کا آپ کے سینے میں محفوظ کر دینا۔ اور پھر اس کا آپ ﷺ کی زبان سے پڑھوا دینا اور پھر بہت سے صحابہ کرامؓ اس کو حفظ یاد کر لیتے اور جو لکھنا جانتے وہ لکھ بھی لیتے۔ علاوہ ازیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان صحابہ کرامؓ میں سے جن کو آپؐ نے قرآن کے لکھنے پر مقرر فرمایا۔ کسی کو بلا کر وہ نازل شدہ حصہ لکھوا دیتے۔ اس طرح قرآن کا وہ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے صحابہؓ کے سینوں میں بھی محفوظ ہو جاتا، اور بہت سے صحابہ کرامؓ کے پاس کتابی شکل میں بھی مدون ہو جاتا۔

(۲) عہد صدیقی میں قرآن کی حفاظت وتدوین:۔

پورے کا پورا قرآن مجید حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں اور آپؓ ہی کے حکم سے ایک جگہ جمع کیا گیا اور اس

خدمت کو آپؓ نے حضرت زیدؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی قرآن لکھنے والے صحابہؓ کی جماعت کے افسر تھے۔ چنانچہ آپؓ نے اس خدمت کو نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ سرانجام دیا۔ اور پورے قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو قرآن مجید کے ایک جگہ جمع کرانے کا مشورہ حضرت عمر فاروقؓ نے دیا اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں مسلمانوں کو مرتدین کی ایک جماعت کے ساتھ جن کا سردار مسیلمہ کذاب تھا۔ لڑائی لڑنی پڑی۔ جس میں بہت سے صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے شہید ہونے والے صحابہؓ میں ایک بڑی جماعت حفاظ قرآن کی بھی تھی۔ اِس لئے حضرت فاروق اعظمؓ کو یہ خیال ہوا کہ اگر قرآن مجید کو سرکاری انتظام کے تحت ایک جگہ لکھوا کر محفوظ نہ کر لیا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی طرح حفاظ قرآن لڑائیوں میں شہید ہوتے رہے۔ اور قرآن بھی خدا نخواستہ پہلی کتابوں کی طرح ضائع ہو جائے اور اسی خطرہ کے پیش نظر جناب عمر فاروقؓ نے خلیفہ رسولؐ حضرت صدیق اکبرؓ کو حکومت کی نگرانی میں ایسا کرانے کا مشورہ دیا۔

دور عثمانی میں قرآن کی خدمت واشاعت:۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں اسی عہد صدیقی کے جمع کردہ قرآن کی بہت سی نقلیں کرا کر بڑے بڑے اِسلامی شہروں میں بھجوادیں اور حکم دیا کہ ان ہی نسخوں کے مطابق قرآن لکھا جائے اور پڑھا پڑھایا جائے۔

حضرت حذیفہؓ بن الیمانِؓ نے ایک اسلامی لڑائی میں مسلمانوں کے دو گروہوں کو قرآن کے بعض کلمات کی قرأت کے بارے میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا۔ کہ ہر گروہ دوسرے گروہ کی قرأت کو غلط اور اپنی قرأت کو صحیح بتا رہا تھا۔ حضرت حذیفہؓ نے اس صورت حال سے حضرت عثمانؓ کو آگاہ کر کے ان کی توجہ اِس صورت حال سے حضرت عثمانؓ کو آگاہ کر کے ان کی توجہ اِس طرف مبذول کرائی کہ قرآن مجید کو وسیع پیمانہ پر لکھوا کر اس کی حفاظت کا انتظام فرمائیں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کا بھی وہی حال نہ ہو جائے۔ جو دوسری آسمانی کتابوں کا ہے۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ نے عہد صدیقی کے جمع کیے ہوئے قرآن کو منگا کر اِس کی متعدد نقلیں کرنے کا حکم دیا۔ اور آپؓ نے بھی اِس خدمت کے لیے حضرت زیدؓ بن ثابتؓ کو ہی منتخب فرمایا۔ اور ان کے ساتھ چند اور نامور صحابہؓ کو اس خدمت پر مامور فرما دیا۔ بس اُس وقت سے اب تک ساری امت کا اِس پر اجماع رہا ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ کے لکھوائے ہوئے قرآن کے ان نسخوں کے مطابق ہی لکھنا اور پڑھنا ضروری ہے اور اِس کے خلاف ہرگز جائز نہیں۔

نوٹ.......:۔ جمع قرآن سے متعلق معلومات اسی سوال کے اول جز کے ضمن میں بیان ہو چکی ہے۔

☆ـــــــــــــــــــــ یا ـــــــــــــــــــــ☆

السوال الاوّل (ب).........:۔

(۱) امام عاصمؒ اور امام حفصؒ کا تفصیلی تعارف لکھ کر یہ بتائیں کہ ان کی سند آپ صلی علیہ وسلم سے کتنے واسطوں سے متصل ہے؟

جواب..........امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔یہ سوال الورقۃ الاولیٰ 2014ء۔ ۱۴۳۵ھ کے السوال الاول (الف) کے جز (1) میں گزر چکا ہے۔

السوال الثانی (الف).........:۔

(۱) ترتیل کیا ہے اور اس کے اجزاء کتنے اور کیا کیا ہیں۔(25)۔

(۲) اصول مخارج ذکر کریں (8)۔

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(۱) ترتیل کی تعریف اور اسکے اجزاء۔

(۲) اصول مخارج

(۱) ترتیل کی تعریف اور اسکے اجزاء:۔

سورۃ مزمل میں ارشاد باری ہے وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً. یعنی قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر اور اطمینان کے ساتھ پڑھو اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھا جائے۔چنانچہ تفسیر بیضاوی میں وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً. کی تفسیر جَوِّدِ الْقُرْاٰنَ تَجْوِیْدًا سے ہی کی گئی ہے (نہایت القول المفید) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اِس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ منقول ہے یعنی ترتیل نام ہے حروف کو تجوید کے ساتھ ادا کرنے اور وقف کا محل اور اِس کا طریقہ پہچاننے کا اور حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّقْرَاءَ الْقُرْاٰنُ کَمَا اُنْزِلَ.

اور یہ ظاہر ہی ہے کہ قرآن مجید کا نزول تجوید کے ساتھ ہوا ہے اس لئے کہ تجوید سے مراد قرآن مجید کا عربی تلفظ اور اِس کے حروف وکلمات کی وہ ادا ہے جس سے اِس کا عربی میں اور کلام الٰہی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اور اس کے بڑے بڑے اجزاء تو دو ہی ہے (۱) تجوید الحروف (۲) معرفۃ الوقوف(۱)۔اور یہ بھی دو ہیں۔سیدنا علی کرم اللہ

وجہہ کی تفسیر سے جوآپ سے اِس آیت مبارک کے بارے میں منقول ہے۔البتہ اگر کچھ تفصیل کی جائے تو اِس کے اجزاء، پانچ تک پہنچ جاتے ہیں اوروہ اسطرح کہ تجوید الحروف اورمعرفتہ الوقوف یہ دوتو ترتیل کے جز ہیں۔پھران میں سے ہرایک کے بھی دو دو جز ہیں چنانچہ تجوید الحروف کے دو جز ہے۔(۱) مخارج الحروف (۲) صفات الحروف اورمعرفتہ الوقوف کے دو جز یہ ہیں (۱) کیفیت وقف (۲) محل وقف یہ کل چار ہوئے پھر صفات کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) صفات لازمہ (۲) صفات عارضہ پس یہ کل پانچ چیزیں ہوئیں۔جن کے مجموعہ پر ترتیل کا اطلاق ہوتا ہے(۱) مخارج (۲) صفات لازمہ (۳) صفات عارضہ (۴) محل وقف (۵) کیفیت وقف۔

حاشیہ(۱) وقف کے احکام کو جاننا۔

(۲) اصول مخارج:۔

اصلِ مخرج اِس جگہ کو کہتے ہیں جس میں ایک سے زیادہ مخارج ہو۔چونکہ حلق میں تین، زبان میں دس اور ہونٹوں میں دو مخرج ہیں اِس لئے ان کو اصول مخارج کہتے ہیں۔

☆-------------- یا --------------☆

السوال الثانی (ب)..........:۔

(۱) صفت کی لغوی واصطلاحی تعریف لکھ کر اِس کی قسمیں اورتعداد قلم بند کیجئے۔

(۲) ہمس اور خوت کے معنی اور حروف تحریر کیجئے؟

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) صفت کے لغوی واصطلاحی تعریف، اِسکی قسمیں اور تعداد۔

(۲) ھمس اور رخوت کے معنی اوران کے حروف۔

(۱) صفت کے لغوی واصطلاحی تعریف اسکی قسمیں اور تعداد:۔

صفت کے لغوی معنی مَا قامَ بالشَّیْءِ مِنَ المعانیْ کے ہیں یعنی معانی کی قبیل سے وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے سہارے قائم ہو۔جیسا کہ سیاہی اور علم بس علم کا تحقیق بغیر عالم کے اور سیاہی کا بغیر سیاہ چیز کے نہیں ہوسکتا اور اصطلاح میں صفت کی تعریف یہ ہے۔

اَلصِّفَةُ هِیَ کَیفِیَّةٌ عَارِضَةٌ لِلْحُرُوْفِ عِنْدَ حُصُوْلِهٖ فِی الْمَخْرَجِ مِنَ الجَهْرِ والرِّخَاوَةِ وَالْهَمْسِ وَالشِّدَّةِ وَنَحْوُهَا) یعنی صفت حروف کی وہ کیفیت ہے۔ جو مخرج سے ادا ہوتے وقت اِس کو پیش آتی ہے جیسا کہ سانس اور آواز کا جاری رہنا یا بند ہو جانا اور حرف کا سخت ہونا یا نرم ہونا وغیرہ وغیرہ۔

دو قسمیں:۔

(۱) لازمہ یعنی وہ جو حرف سے کبھی جدا نہ ہوں، اور ان میں سے جس حرف میں جو صفت پائی جاتی ہو، اگر اِس کو ادا نہ کیا جائے تو وہ حرف دوسرے حرف سے بدل جائے یا ناقص ادا ہو مثلاً (ظ) میں اگر صفت استعلاء اور اطباق کو ادا نہ کیا جائے تو وہ (ذ) سے بدل جائے گا۔

(۲) عارضہ صفات جو کبھی پائی جائیں اور کبھی نہ پائی جائیں اور ان کے ادا نہ ہونے سے نہ تو کوئی حرف کسی دوسرے حرف سے بدلتا ہے اور نہ ہی اِس میں اِس قسم کا نقصان ہوتا ہے۔ جس قسم کا صفات لازمہ کے نہ پائے جانے کی صورت میں ہوتا ہے البتہ حرفوں کا وہ حسن اور ان کی وہ زینت جو اہل ادا کے ہاں مطلوب ہے فوت ہو جاتی ہے اور اسی لئے ان کو محسنہ، محلیہ اور مزینہ بھی کہتے ہیں۔

صفات لازمہ جو مشہور ہیں۔ وہ اٹھارہ ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ہمس، جہر، شدت (توسط) رخاوت، اِستعلاء، استفال، اطباق، انفتاح، اذلاق، اصمات، صفیر، قلقلہ، لین، انحراف، تکریر، تفشی، غنہ، استطالت

(۲) ہمس اور رخوت کے معنٰی اور ان کے حروف:۔

ہمس کے معنی اور حروف:۔ ھمس کے لغوی معنی پست آواز کے ہیں اور مجودین کی اصطلاح میں ہمس کے معنی ہیں حرف کے ادا ہوتے وقت آواز کا مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرنا کہ اس کے اثر سے سانس جاری رہ سکے اور آواز پست ہو حروف مہموسہ فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَکَتْ ہیں۔

رخوت کے معنی اور حروف:۔

رخوت یا روخاوت کے معنی لغت میں نرمی کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے معنی ہیں حرف کے ادا ہوتے وقت آواز کا مخرج میں ایسی نرمی کے ساتھ ٹھہرنا کہ اسکے اثر سے آواز جاری رہ سکے اور صرف نرم ادا ہو۔ حروف شدیدہ اور متوسطہ کے علاوہ باقی حروف رخوہ ہیں ا، ث، خ، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ظ، غ، ف، و، ھ، ی۔ جن کا مجموعہ خُذْغَثَّ، حَظِّ، فِضٍّ، شَوْصِ زِیٍّ، سَاهٖ ہے۔ (کمال الفرقان)

السوال الثالث (الف)........:۔

(۱) تفخیم راء کی کتنی صورتیں اور کون کون سی ہیں؟ بالتفصیل مع امثلہ ذکر کریں (25)

(۲) راء موقوفہ بالاسکان وبالاشمام کی تعریف اور حکم لکھے (9)۔

نوٹ:۔راء کی تفخیم کی صورتیں مع امثلہ الورقۃ الاولی ۲۰۱۳ء ۱۴۳۴ھ کے السوال الثانی (الف) کے جز (۱) میں گزرچکی ہیں۔

(۲) راء موقوفہ بالاسکان وبالاشمام کی تعریف مع حکم:۔

راء موقوفہ بالاسکان کی تعریف:۔

وہ راء جس پر وقف کرنے کی حالت میں اس کو ساکن کر کے آواز اور سانس دونوں کو منقطع کر دیا جائے۔

راء موقوفہ بالاشمام:۔

وہ راء جس پر وقف کی حالت میں حرکت کی ادائیگی کے بغیر صرف ہونٹوں کو گول کیا جائے جس طرح ضمہ ادا کرتے وقت کیے جاتے ہیں۔اور یہ صرف ضمہ میں ہوتا ہے۔

راء موقوفہ بالاسکان وبالاشمام کا حکم:۔

اگر راء موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام پر وقف کیا جائے تو ان دونوں وقفوں میں راء پوری طرح ساکن پڑھی جاتی ہے اس لئے اس کو پر یا باریک پڑھنے کیلیۓ ماقبل حرف کو دیکھنا ہوگا اگر وہ بھی ساکن تو پھر اس کے ماقبل کو دیکھنا ہوگا اگر اس پر فتحہ یا ضمہ ہو تو راء کو پر اور اگر کسرہ ہو تو باریک ادا کرتے ہیں۔

☆--------------------- یا ---------------------☆

السوال الثالث (ب)........:۔

(۱) ادغام کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف مع مثال لکھیں۔(25)

(۲) ادغام کے مواقع کیا ہیں۔(9)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(۱) ادغام کی اقسام مع امثلہ۔

(۲) ادغام کے مواقع۔

(۱) ادغام کی اقسام مع امثلہ:۔

الورقۃ الاولی 2014ء ۱۴۳۵ھ کے سوال ثانی الف کے جز (1) میں گزر چکا ہے۔

(۲) ادغام کے مواقع:۔

ادغام کے کئی مواقع ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ وہ حالتیں یا وہ جگہیں جہاں پر ادغام کی شرائط موجود ہو اور موانع (رکاوٹیں) موجود نہ ہو اور وہاں پر ادغام کیا جائے . (۱) نون ساکن وتنوین (۲) میم ساکن (۳) لام تعریف (۴) اجتماع مثلین (۵) اجتماع متجانسین (۶) اجتماع متقاربین۔ البتہ پانچ کلمات ایسے ہیں جن میں ادغام کی شرط پائے جانے کے بغیر ادغام ہوتا ہے وہ یہ ھیں (١) نِعِمَّا (٢) اَتُحَآجُوْنِّی (٣) مَكَّنِّی (٤) تَاْمُرُوْنِّیْ (٥) لَاتَاْمَنَّا

☆-------------------☆-------------------☆

الورقۃ الاولیٰ : معلم التجوید

۱۴۳۷ھ/2016ء

السوال الاول (الف).........:۔

(۱) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کوقرآن مجید جمع کرنے کا مشورہ کس نے دیا اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟(17)

(۲) ترتیل کیا ہے اور اس کے اجزاء کتنے اور کیا کیا ہیں؟(16)

جواب........امور مطلوبہ:۔

(۱) حضرت صدیق اکبرؓ کے جمع قرآن میں مشاورکا نام اور اسکی ضرورت۔

(۲) ترتیل کی تعریف اور اس کے اجزاء۔

(۱)نوٹ:۔ یہ جز پرچہ 2015ء۔۱۴۳۶ھ کے سوال اول (الف) کے جز (1) میں گزر چکا ہے۔

(۲)نوٹ:۔ ترتیل کی تعریف اور اسکے اجزاء ۲۰۱۵۔۱۴۳۶ کے سوال ثانی (الف) کے جز (۱) میں گزر چکا ہے۔

☆.................. یا ....☆

السوال الاوّل (ب).........:۔

(۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جمع قرآن مجید اور اسکی خدمت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟(25)

(۲) تجوید اور علم تجوید کا کیا حکم ہے؟(13)

جواب...........امور مطلوبہ:۔

(۱) حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں جمع قرآن کی ضرورت۔

(۲) تجوید اور علم تجوید کا حکم۔

(۱) حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں جمع قرآن کی ضرورت کی تفصیل الورقۃ الاولیٰ 2015ء۔۱۴۳۶ھ کے سوال اول میں گزر چکی ہے۔

(۲) تجوید اور علم تجوید کا حکم:۔

قرآن وحدیث اور اجماع امت کی رو سے تجوید کا حاصل کرنا، اور اس کے موافق قرآن مجید پڑھنا واجب اور ضروری

ہے۔اور اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ سورۃ مزمل میں ارشاد باری ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً. یعنی قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر اور اطمینان کے ساتھ پڑھو اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھا جائے، چانچہ تفسیر بیضاوی میں وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً. کی تفسیر جَوِّدِالْقُرْاٰنَ تَجْوِیْداً سے ہی کی گئی ہے (نہایت القول المفید)

اور حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّقْرَاءَ الْقُرْاٰنُ کَمَا اُنْزِلَ.

ترجمہ:۔ بے شک اللہ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح کہ وہ نازل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالٰی کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی بناء پر ائمہ اسلام اور فقہاء امت بھی علم تجوید کے حاصل کرنے اور اس کے موافق قرآن مجید کی تلاوت کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند ارشادات علماء وفقہاء کے درج کیے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ بات بخوبی ثابت ہو جائے گی کی تجوید کے واجب ہونے پر امت کا بھی اجماع ہے۔ اور علماء امت نے علم تجوید کے حاصل کرنے اور اس کے موافق قرآن مجید پڑھنے کو انتہائی ضروری قرار دیا ہے۔ علامہ شمس الدین محمد بن الجزری اپنے مشہور رسالہ مقدمہ الجزری میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ　　　مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِالْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

ترجمہ:۔ علم تجوید کے موافق قرآن مجید پڑھنا نہایت ضروری ہے جو شخص قرآن شریف کو تجوید سے بغیر پڑھے وہ گناہگار ہے۔

(۲)　ملا علی قاری المنح الفکریہ:۔

شرح مقدمۃ الجزری میں وَلَاخْذُ الخ کی شرح کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ تجوید ایسا علم ہے کہ اسکا سیکھنا فرض کفایہ ہے اور اس پر عمل کرنا فرض عین ہے۔

(۳)　علامہ سیوطیؒ اَلْاِتْقَانُ فِی عُلُوْمِ الْقُرْاٰنِ میں فرماتے ہیں:۔

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح مسلمانوں پر قرآن کے معانی کا سمجھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا ایک عبادت ہے اور یہ ان پر فرض قرار دیا گیا ہے اسی طرح ان پر قرآن کے الفاظ کا صحیح طور سے پڑھنا اور اس کے حروف کو اسی کیفیت پر ادا کرنا بھی لازم اور فرض ہے جس کیفیت پر ان حروف کا ادا کرنا علم قرأت کے اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل سند کے ساتھ ہم تک پہنچایا ہے۔

السوال الثانی (الف).........:۔

(۱) امام حفص کی سند رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے کتنے اور کن واسطوں سے جاملتی ہے؟(20)

(۲) صفات عارضہ کیا کیا ہے؟(13)

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) امام حفصؒ کی سند کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

(۲) صفات عارضہ۔

(۱)نوٹ:۔ امام حفصؒ کی سند تفصیلاً پرچہ 2014ء۔۱۴۳۵ھ کے سوال اول کے جز(1) میں گزر چکا ہے۔

(۲)صفات عارضہ یہ ہیں:۔

تفخیم،ترقیق،حرکت،سکون،مد،صلہ،ادغام،اقلاب،اخفاء،غنہ،تسہیل،ابدال،حذف،تحریک

☆-------------------☆-------------------☆

السوال الثانی (ب).........:۔

(۱) وہ چھ صورتیں جن میں ''را'' پُر پڑھی جاتی ہے کون کون سی ہے؟(20)

(۲) جس ''را'' پر وقف کیا جائے اس کا کیا حکم ہے؟(13)

جواب...........امور مطلوبہ:۔

(۱) راپُر پڑھنے کی چھ صورتیں۔ (۲) راموقوفہ کا حکم

(۱) نوٹ:۔ را کے پُر پڑھنے کی صورتیں پرچہ 2013ء۔۱۴۳۴ھ کے سوال ثانی (الف) کے جز(1) میں گزر چکا۔

(۲) نوٹ:۔ یہ جز پرچہ 2014ء۔۱۴۳۵ھ کے سوال اول (ب) میں گزر چکا ہے۔

☆-------------------☆-------------------☆

السوال الثالث (الف)..........:۔

(۱) مثلین، متجانسین اور متقاربین کا کیا مطلب ہے اور ان کے اجتماع سے کیا مراد ہے؟ (15)

(۲) ہمزہ کی کتنی قسمیں ہیں اور کیا کیا ہے؟ نیز بتلایئے کہ ہمزہ وصلی پر کون سی حرکت پڑھنی چاہیے؟ (19)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) مثلین، متجانسین اور متقاربین کا مطلب اور انکے اجتماع کا مراد اور ہمزہ کی اقسام۔

(۲) ہمزہ وصلی کی حرکت۔

(۱) مثلین متجانسین او متقاربین اور ہمزہ کی اقسام پرچہ 2014ء۔۱۴۳۵ھ کے سوال ثانی کے اجزاء (1) اور (2) میں گزر چکا ہے۔

(۲) ہمزہ وصلی پر حرکت۔اَلْ کا ہمزہ تو ہمیشہ مفتوح ہی ہوتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِیْمِ اور اَلْجَنَّةُ وغیرہ.اور وہ سات اسم یعنی اِسْمٌ، اِبْنٌ وغیرہ. ان کا اور باب افعال کے سوا ثلاثی مزید، رباعی مزید اور ملحقات برباعی کے مصادر کا ہمزہ ہمیشہ مسکور ہوگا۔جیسے اِمْرَءَ ةٌ اور اِنْتِقَامٌ وغیرہ. اور فعل کے ہمزہ کی حرکت میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ہمزہ سمیت فعل کا تیسرا حرف مضمومہ بضمہ اصلی ہوگا تب تو ہمزہ بھی مضموم ہی پڑھا جائے گا۔جیسے اُقْتُلُوْا، اُنْظُرُوْ، وغیرہ. اور اگر تیسرا حرف مکسور یا مضموم بضمہ عارضی ہوگا۔تو ان تینوں صورتوں میں ہمزہ مکسور ہوگا جیسا کہ اِضْرِبْ، اِذْهَبْ اور اِتَّقُوْا وغیرہ.

☆---------- یا ----------☆

السوال الثالث (ب)............:۔

(۱) اجتماع ساکنین کی کتنی قسمیں ہیں؟ تعریف لکھ کر حکم بیان کریں۔ (19)

(۲) محل مد کسے کہتے ہیں اور سبب مد کسے کہتے ہے۔ (15)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) اجتماع ساکنین کی اقسام تعریف اور حکم۔ (۲) محل مد اور سبب مد۔

(۱) اجتماع ساکنین کی اقسام پرچہ 2013ء/۱۴۳۴ھ کے سوال ثانی (الف) کے جز (3) میں گزر چکا ہے۔

(۲) محل مد اور سبب مد پرچہ 2014ء/۱۴۳۵ھ کے سوال ثانی (الف) کے جز (۳) میں گزر چکا ہے۔

الورقة الثانية

مقدمة الجزري

الورقة الثانية: مقدمة الجزری

۱۴۳۴ھ 2013ء

السوال الاوّل (الف)..........:۔

باب معرفۃ التجوید کے ابیات مع اعراب وترجمہ ومختصر تشریح تحریر کریں۔ (ص 72 شرح)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

باب معرفۃ التجوید کے ابیات مع اعراب وترجمہ ومختصر تشریح۔

باب معرفۃ التجوید:۔

تجوید کے حکم اور اس کی حقیقت کا بیان۔

(ش) وَالْاَخْذُ(۱) بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ (۲) لَّازِمٌ مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِ الْقُرْآنَ اٰثِمٌ

ترجمہ:۔ اور تجوید کا حاصل کرنا ضروری اور لازم ہے۔ اور جو شخص قرآن کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گنہگار ہے۔

حاشیہ(۱) اَخْذ بالتجوید سے مراد تجوید کا علم اور اس پر عمل کرنا۔(۲) حتمٌ لّازِمٌ ایسا ضروری جو لازم ہو۔ حتم اور لازم متحد المعنی ہے یا لازِمٌ تاکید ہے حَتْمٌ کی۔

(ش) لِاَنَّہٗ (۱) بِہٖ (۲) الْاِلٰہُ اَنْزَلَا ۱/۲۷ وَھٰکَذَا مِنْہُ اِلَیْنَا وَصَلَا

ترجمہ:۔ اس لیے کہ شان یہ ہے کہ اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اس تجوید ہی کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اور اسی طرح یعنی تجوید ہی کے ساتھ اُس حق تعالیٰ سے ہم تک پہنچا ہے۔

حاشیہ:۔(۱) لانہٗ کی ضمیر یا ضمیر شان ہے یا اس کا مرجع قرآن ہے۔(۲) بِہٖ کی ضمیر کا مرجع تجوید ہے۔

تشریح:۔

تجوید کا حکم یہ ہے کہ اس کا حاصل کرنا ضروری، لازم ہے اور قرآن مجید کو تجوید کے خلاف پڑھنے سے انسان گنہگار ہوتا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید نازل بھی تجوید ہی کے ساتھ ہوا ہے۔ چانچہ ارشاد باری ہے۔ وَرَتَّلْنٰـہُ تَرْتِیْلًا اَیْ نَزَّلْنٰہُ بِالتَّرْتِیْل. (۱) ای بالتجوید. یعنی ہم نے قرآن مجید کو تجوید و ترتیل ہی کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اور نبی ﷺ اور صحابہؓ اور شیوخ کے ذریعہ اسی ترتیل و تجوید والی کیفیت کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ، کے دربار سے ہم تک پہنچا ہے۔

حاشیہ(۱) ترتیل عام ہے جو کہ تجوید حروف کی تحسین مخارج وصفات کی ادا اور اسکے تمام متعلقات کو شامل ہے۔(العصا یا الوھبیہ)

(ش) وَهُوَ اَيْضًا حِلْيَةُ التِّلَاوَةِ ۲/۲۹ وَزِيْنَةُ الْاَدَاءِ وَالْقِرَاءَةِ

ترجمہ:۔ اوروہ تجوید تلاوت کا زیور بھی ہے اورادااورقرأت کی زینت بھی ہے۔

تشریح:۔

تجوید ضروری اور فرض تو ہے ہی کیوں کہ حروف کا صحیح ادا ہونا اسی پر موقوف ہے اوراس کے علاوہ اس میں یہ خوبی بھی ہے کہ اس سے تلاوت میں زینت وخوبصورتی پیدا ہوجاتی ہے اورادا وقرأت میں رونق آجاتی ہے۔ پس عاقل کے لئے کسی طرح بھی زیبا نہیں کہ اس علم کو ترک کردے۔ جس سے کلام الٰہی کی خوبیوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

ش وَهُوَ اِعْطَاءُ الْحُرُوْفِ حَقَّهَا مِنْ صِفَةٍ لَهَا وَمُسْتَحَقَّهَا (۱)

ترجمہ:۔ اوروہ تجوید حروف کو ان کا حق دینا ہے جو ان کی صفات (لازمہ) سے ہے اوران کے مستحق کا دیدینا ہے۔

حاشیہ:(۱) مستحق سے مراد صفات عارضہ ہے۔

(ش) وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ (۲) لِاَصْلِهٖ وَاللَّفْظُ (۳) فِيْ نَظِيْرِهٖ كَمِثْلِهٖ

ترجمہ:۔ اوروہ تجوید حرف کا اس کی اصل کی طرف لوٹا دینا ہے۔ اورحرف کا ادا کرنا اِس کے مانند میں اسی پہلے حرف کی مثل ہے۔

حاشیہ(۲) یعنی كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ حُرُوْفٍ یعنی حروف میں سے ہرایک حرف کا لوٹانا۔ (۳) لفظ سے مراد تلفظ کرنا۔

تشریح:۔

اور مقصد یہ ہے کہ ایک حرف جتنی جگہ بھی آئے اس کو ہرجگہ اسی طرح عمدگی اور صحت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے جس طرح پہلی جگہ ادا کیا تھا۔ اور یہ نہ ہو کہ ایک دوجگہ تو عمدگی سے ادا کریں اور باقی موقعوں میں اسی حرف کو غلط طریقے سے ادا کریں۔

(ش) مُكَمِّلاً (۱) مِنْ غَيْرِ مَا تَكَلُّفٍ بِالْلُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَا تَعَسُّفٍ

ترجمہ:۔ حالاں کہ وہ قاری کسی بناوٹ کے بغیر (نیز) ادا کرنے میں نرمی اور عمدگی کے ساتھ سختی اور بے راہی اختیار کرنے کے بغیر تجوید کو کامل کرنے والا ہو یا حالانکہ وہ ملفوظ ان تینوں رعایتوں کے ساتھ کامل کیا ہوا ہے۔

حاشیہ(۱) مُكَمِّلًا میں دو احتمال ہوسکتے ہیں۔(۱) کامل کرنے والا قاری (۲) کامل کیا ہوا لفظ۔

تشریح:۔

مخارج وصفات کی ہرجگہ پوری پوری رعایت رکھیں اور حقوق کو ضائع نہ ہونے دیں۔ نیز ادا کرنے میں تکلف اور

بناوٹ سے بھی پرہیز کریں۔ اور سختی اختیار کیے بغیر حروف کو پوری نرمی سے ادا کریں اور تجوید کے محاسن اور اس کی خوبیوں کا ہر جگہ خیال رکھیں اور تلاوت کو تجوید کے عیوب سے بھی پاک اور صاف رکھیں۔

ش ۔ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ تَرْكِهِ إِلَّا رِيَاضَةُ (۱) امْرِئٍ بِفَكِّهِ

ترجمہ:۔ اور اس تجوید کی رعایت رکھنے اور چھوڑ دینے میں انسان کے اپنے جبڑوں یعنی منہ سے محنت کرنے کے سوا اور کوئی بھی فرق نہیں ہے۔

حاشیہ (۱) آدمی کی محنت اور کوشش۔

تشریح:۔

قرآن کو بلا تجوید اور تجوید سے پڑھنے میں جو فرق ہے وہ زبان سے محنت کرنے اور نہ کرنے ہی کا ہے۔ پس جو محنت کرتا ہے وہ بفضلہ تعالیٰ تجوید سے پڑھنے لگ جاتا ہے اور جو محنت نہیں کرتا وہ اس دولت سے محروم رہتا ہے اور قرآن کو بلا تجوید اور اس طریقے کے خلاف پڑھتا ہے۔ جس پر وہ نازل ہوا ہے۔ اور اس شعر میں ان لوگوں کا رد ہے جو صرف کتابوں سے کام چلانا چاہتے ہیں اور چند رسائل دیکھ کر اپنے آپ کو ماہر تجوید سمجھنے لگتے ہیں۔

☆۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔☆

السوال الاوّل (ب)..............:۔

باب مخارج الحروف کے ابیات بمعہ اعراب و ترجمہ تحریر کریں۔ (صـ ۲۲ تا ۴۶ شرح جزائیر النفقہ)

جواب.............امور مطلوبہ:۔

باب مخارج الحروف کے ابیات بمعہ اعراب و ترجمہ:

(ش) مَخَارِجُ الْحُرُوفِ سَبْعَةَ عَشَرْ
عَلَى الَّذِي يَخْتَارُهُ مَنِ (۱) اخْتَبَرْ

ترجمہ:۔ حرفوں کے مخارج سترہ ہیں۔ (یہ شمار) اس (قول کی بناء) پر (ہے) جس کو وہ (شخص) پسند کرتا ہے۔ جس نے (ان مخارج کو) آزمایا (اور جانچا) ہے۔ حاشیہ (۱) امام خلیل فراھیدیؒ اور جمہور قراء کے نزدیک سترہ مخارج ہیں۔ (یختارہ) کا لفظ اس لئے ذکر کیا کہ مخارج کی تعداد میں اختلاف ہے عند القراء۔

ش
فَـالِفُ (١) الْـجَـوْفُ وَاُخْتَـا (٢) هَـا وَهِـيْ
حُـرُوْفُ مَـدٍّ لِـلْـهَـوَآءِ تَـنْـتَـهِـيْ

ترجمہ:۔ پس الف اور اسکے دونوں ساتھی (واؤاور یاءِ مدہ) جو ہیں (ان کا مخرج) جوف ہے اور یہ تینوں مد کے حروف ہیں جو ہوا پر ختم ہوتے ہیں۔

حاشیہ (١) یعنی اَیْ فَمَخْرَجُ الاَلِفِ ۔(٢) اُخت بہن کو کہتے ہیں لیکن یہاں مراد الف کے دو ساتھی حروف واؤاور یاء مدہ مراد ہے۔

فَالِفُ الْـجَوْفُ وَاُخْتَاها : کا مختصر ترجمہ اس طرح بھی کیا جاسکتا ہے۔ پس الف اور اس کے دونوں ساتھیوں کا مخرج جوف ہے۔

ثُـمَّ لِاَقْـصَـى الْـحَـلْـقِ (٣) هَـمْـزٌ هَـآءٌ
ثُـمَّ لِـوَسْـطِـهٖ فَـعَـيْـنٌ حَـآءٌ

ترجمہ:۔ پھر اقصیٰ حلق میں ہمزہ اور ھاء (کا مخرج) ہے۔ پھر اس حلق کے وسط میں عین اور حاء (کا مخرج) ہے۔

حاشیہ (٣) یعنی اقصائے حلق خاص ہے یا ثابت ہے ہمزہ اور ھاء کیلئے۔

اَدْنَـاهُ (٤) غَيْـنٌ خَـآءُ (٥) هَـا وَالْـقَـافُ
اَقْـصَـى الـلِّـسَـانِ فَوْقُ ثُـمَّ الْـكَـافُ

ترجمہ:۔ اس حلق کا ادانیٰ (وہ حصہ جو منہ کی طرف ہے) غین اور اس غین کی خاء کا مخرج ہے اور قاف جو ہے (اس کا مخرج) زبان کی جڑ یعنی اسکا بالائی حصہ ہے۔ پھر کاف جو ہے.........

حاشیہ (٤) یعنی ادنائے حلق۔(٥) یعنی غین کا خاء، خاء کا غین کے ساتھ مخرج اور دوسری تین چیزوں میں اشتراک ہے اسلئے غین کی خاء کہا۔

اَسْـفَـلُ (١) وَالْـوَسْـطُ (٢) فَـجِـيْـمُ الشِّـيْـنُ يَـا
وَالـضَّـادُ مِـنْ حَـافَـتِـهٖ اِذْ وَلِـيَـا

ترجمہ:۔ اس کا مخرج (قاف کے) مخرج سے نیچے (ذرا منہ کی طرف ہٹ کر) ہے۔ اور (زبان اور تالوں کا) درمیان جو ہے پس مخرج ہے۔ جیم شین اور یاء (غیر مدہ) کا۔ اور ضاد نکلتا ہے۔ اس (زبان) کے حافہ (کروٹ) سے، جبکہ ہے وہ (حافہ)

حاشیہ (١) یعنی قاف کے مخرج سے نیچے۔(٢) یعنی وسط لسان ساتھ اوپر تالو کے۔

اَلاَضْـرَاسَ مِـنْ اَيْسَـرَ اَوْ يُـمْـنَـاهَـا

وَاللاَّمُ اَدْنَـاهَـا لِـمُـنْتَهَـا (٣) هَـا

ترجمہ:۔ ڈاڑھوں سے یہ ڈاڑھیں بائیں جانب کی ہوں یا اس (حافہ) کے دائیں طرف کی۔ اور لام جو ہے (اس کا مخرج حافہ) کا ادنیٰ (یعنی منہ کے قریب والا حصہ) ہے اس حافہ کے آخر تک۔

حاشیہ (۳) لِمُنْتَهَاهَا میں لام بمعنی الیٰ اور ادناها لِمُنْتَهَاهَا سے مراد زبان کی کروٹ (جانب) کا وہ حصہ جو ضاحک سے زبان کی نوک آخر تک ہے (عطایا وھبیہ)

وَالـنُّـوْنُ مِـنْ طَـرَفِـهٖ تَـحْـتُ (٤) اجْـعَـلُوْا

وَالـرَّا يُـدَانِيْـهِ لِـظَهْـرٍ اَدْخَـلُ

ترجمہ:۔ اور نون نکلتا ہے اس (زبان) کی نوک سے، (یعنی) ادا کرو نون کو مخرج لام کے نیچے۔ اور را جو ہے اس کا مخرج اس (نون) کے قریب ہی ہے، (البتہ) یہ (راء) زبان کی پشت میں بھی دخل رکھتی ہے۔

حاشیہ (٤) ای اجعلوا النُّوْنَ تحت اللّام.

وَالـطَّـآءُ وَالـدَّالُ وَتَـا مِـنْـهُ (١) وَمِـنْ

عُـلْـيَـا الثَّـنَـايَـا وَالـصَّـفِيْـرُ مُسْتَكِـنْ

ترجمہ:۔ اور طاء اور دال اور تاء نکلتے ہیں (اس زبان کی نوک) سے اور ثنایا علیا (کی جڑوں) سے۔ اور صفیر کے حروف (سین، صاد، زاء) ادا ہوتے ہیں۔

حاشیہ (۱) یعنی طرف لسان اور ثنایا علیا سے۔

مِـنْـهُ وَمِـنْ فَوْقِ (٢) الثَّـنَـايَـا السُّفْلٰى

وَالـظَّـآءُ وَالـذَّالُ وَثَـا لِـلْـعُـلْـيَـا

ترجمہ:۔ اس (زبان کی نوک) سے اور ثنایا سُفلیٰ کے اوپر (اندر والے کناروں) سے اور ظاء اور ذال اور ثاء اوپر کے دانتوں میں ہیں۔

حاشیہ (۲) ثنایا سفلی کا اوپر والا حصہ۔

مِنْ طَرَفَیْهِمَا (۳) وَمِنْ بَطْنِ الشَّفَهْ
فَالْفَا مَعَ اطْرَافِ الثَّنَایَا الْمُشْرِفَهْ

ترجمہ:۔ ان دونوں (زبان اور ثنایا علیا) کے کناروں سے اور فاء نکلتی ہے (نیچے کے) ہونٹ کے شکم (اندر والے حصہ) سے ثنایا علیا کی نوکوں سمیت۔ حاشیہ (۳) یعنی نوک زبان اور ثنایا علیا کا کنارہ۔

لِلشَّفَتَیْنِ الْوَاوُ بَآءٌ مِّیْمٌ
وَغُنَّةٌ مَّخْرَجُهَا الْخَیْشُوْمْ

ترجمہ:۔ واؤ، با (اور) میم ہونٹوں میں ہیں۔ (یعنی ان تینوں کا مخرج دونوں ہونٹ ہیں) اور غنہ جو ہے اسکا مخرج خیشوم (ناک کی جڑ) ہے۔

السوال الثانی (الف)..............:۔

وَابدَابهمز الوصل من فعل بضم	ان کان ثالث مِن الفعل یُضم
وَاکسره حال الکسر وَالفتح و فی	الاسمآء غیر اللام کسرها وَفی
ابن مَع اِبنَتِ امرئٍ وَاثنَیْنِ	وامراة وَاسم مَعَ اثنتین

(۱) ابیات پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔

(۲) ہمزہ وصلی سے ابتدا کرنے کے قواعد تحریر کریں۔

(۳) فعل کا تیسرا حرف اگر مفتوح ہے تو ہمزہ وصلی کو مکسور ہی کیوں پڑھیں؟ مفتوح یا مضموم کیوں نہیں پڑھ سکتے۔

(۴) الاسماء جو کہ دوسرے شعر میں ہے، اس سے ہر قسم کے اسماء مراد ہیں یا کوئی خاص اسماء کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی خاص اسماء کی طرف اشارہ ہے تو وہ کون سے ہیں۔

جواب........امور مطلوبہ (۱):۔

(۱) ابیات پر اعراب اور ترجمہ۔ (۲) ہمزہ وصلی سے ابتداء کرنے کے قواعد۔

(۳) فعل کے تیسرے حرف مفتوح ہونے کی صورت میں ہمزہ وصلی مکسور ہونے کی وجہ۔

(۴) دوسرے شعر میں الاسماء کی مراد

(۱) ابیات پر اعراب اور ترجمہ:۔

وَابْدَا بِهَمْزِ الْوَصْلِ مِنْ فِعْلٍ بِضَمّْ
اِنْ كَانَ ثَالِثٌ مِّنَ الْفِعْلِ يُضَمّْ

ترجمہ:۔ اور ابتدا کر فعل کے ہمزہ وصلی سے ساتھ ضمہ کے اگر ہو فعل کا تیسرا حرف ضمہ دیا ہوا۔

وَاكْسِرْهُ حَالَ الْكَسْرِ وَالْفَتْحِ وَفِيْ
الاسْمَآءِ غَيْرَ (۱) اللَّامِ كَسْرُهَا وَفِيْ

ترجمہ:۔ اور کسرہ دے اس (ہمزہ وصلی) کو (فعل کے تیسرے حرف کے) کسرہ اور فتحہ والا ہونے کی حالت میں (اور عارضی ضمہ کا بھی یہی حکم ہے) اور ان اسموں میں جو لام کے بغیر ہیں (یعنی جن کے شروع میں الْ نہیں ہے) اس (ہمزہ) کا کسرہ کامل (اور پورا) ہے۔

حاشیہ (۱) یعنی وہ اسماء جن کے شروع میں الْ نہ ہو تو ان کے شروع میں بھی کسرہ آئے گا۔

اِبْنٍ مَّعَ ابْنَتِ امْرِئٍ وَّاثْنَيْنِ
وَامْرَاَةٍ وَاسْمٍ مَّعَ اثْنَتَيْنِ

ترجمہ:۔ یعنی اِبْن میں سمیت اِبْنَت اور اِمْرِئٌ اور اِثْنَیْن اور اِمْرَاَۃ اور اِسْمٍ اِثْنَتَیْنِ کے۔

(۲) ہمزہ وصلی سے ابتداء کرنے کے قواعد:۔

چونکہ کلام میں ساکن سے ابتدا کرنا دشوار و محال ہے اور ابتداء کے لئے کلمہ کے پہلے حرف کا متحرک ہونا ضروری ہے اس لیے اگر اول پر پہلے ہی سے حرکت ہو تب تو کوئی دشواری پیش نہیں آتی اور آسانی سے ابتداء ہو جاتی ہے لیکن اگر کلمہ کا پہلا حرف ساکن ہو تو پھر ہمزہ وصلی کے ہونے کی حاجت پیش آتی ہے۔ پس ہمزہ وصلی ماضی میں یا امر میں ہو تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ فعل (۱) کے تیسرے حرف کو دیکھو اگر اس پر لازمی ضمہ ہو ظاہراً ہو خواہ تقدیراً (۲) ہو تو ہمزہ وصلی کو ضمہ دو جیسے۔ اُخْرُجْ، اُنْظُرْ، اُجْتُثَّتْ، وغیرہ۔ اور اگر تیسرے حرف پر کسرہ ہو ظاہری خواہ تقدیری یا فتحہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں ہمزہ کو کسرہ دو۔ جیسے۔ اِضْرِبْ، اِرْجِعْ، اِمْشُوْ، یہ تقدیری کسرہ کی مثال ہے کیونکہ اس کی اصل اِمْشِیُوْ تھی جیسا کہ اوپر درج ہو چکا ہے اور جیسے۔ اِسْمَعْ، اِعْلَمْ، اِجْتَنِبْ، اِنْطَلِقْ، وغیرہ۔

حاشیہ (۱) فعل مضارع (۲) یعنی کی وہ اصلی حرکت جو کسی صرفی قاعدے کی وجہ سے بدلی ہو۔

(۳) فعل کے تیسرے حرف مفتوح ہونے کی صورت میں ہمزہ وصلی مکسور ہونے کی وجہ:۔

فعل کے تیسرے حرف پر فتحہ ہونے کی صورت میں مناسب یہ تھا کہ ہمزہ وصلی کو فتحہ دیتے اور اَسْمَعْ ، اَسْتَخْرَجَ، اَسْتَخْرِجْ، کہتے ہیں ایسا اس لیے نہیں کیا کہ قطعی ہمزہ بھی اکثر فتحہ ہی سے آتا ہے پس اگر وصلی کو بھی فتحہ دیدیتے تو صیغوں میں التباس (مشابہت) اور شبہ پیدا ہوجاتا ہے مثلاً اِفْتَحْ اور اِسْمَعْ کو اَفْتَحُ اور اَسْمَعُ کہتے تو یہ پتہ نہ چلتا کہ امر کا صیغہ ہے یا جزم (۱) والے مضارع کا واحد متکلم ہے۔

حاشیہ (۱) فعل مضارع کی وہ قسم جس پر لم جازمہ کی وجہ سے آخری حرف پانچ صیغوں کا ساکن ہوتا ہے۔

(۴) دوسرے شعر میں الاسماء کی مراد:۔

دوسرے شعر میں الاسماء سے مراد خاص قسم کے اسماء مراد ہیں یعنی ہمزہ کے بعد تعریف کے لام کے سوا کوئی اور حرف ہو تو پھر ہمزہ کو کسرہ دیتے ہیں اور قرآن میں اس قسم کے اسم سات آئے ہیں۔ (۱) اِبْنٌ (۲) اِبْنَتٌ (۳) اِمْرُؤٌ (٤) اِمْرَءَةٌ (٥) اِثْنَيْنِ (٦) اِثْنَتَيْنِ (٧) اِسْمٌ

☆ ـــــــــــــ یا ـــــــــــــ ☆

السوال الثانی (ب)............:۔

شعر نمبر ۶ وَاولـی مثـل وجـنـس ان سـکـن ادغـم کَـقُـل رب وبـل لاوَأبـن

شعر نمبر ۷ فـی یـوم مـع قـالـوا وهـم وقـل نـعـم سبحـه لاتـزغ قلـوب فـاالتَقَمْ

(۱) ابیات پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں اور دوسرے بیت کی تشریح کریں۔ (ص ۱۱۱ شرح)

(۲) ادغام صغیر و کبیر، ادغام تام و ناقص اور ادغام مثلین، ادغام متجانسین و ادغام متقاربین کی تعریفات مع امثلہ تحریر کریں۔

(۳) فی یوم اور قالوا وهم میں ادغام کے عدم جواز کی وجہ تحریر کریں۔

جواب.........امور مطلوبہ:

(۱) ابیات کے اعراب و ترجمہ اور دوسرے بیت کی تشریح۔

(۲) ادغام صغیر و کبیر، ادغام تام و ناقص، ادغام مثلین، متجانسین، متقاربین۔

(۳) فی یوم اور قالوا وهم میں ادغام کے عدم جواز کی وجہ۔

(۱) ابیات کے اعراب مع ترجمہ اور دوسرے بیت کی تشریح:۔ (ص ۱۱ سنہ ح)

وَاَوَّلَیْ (۱) مِثْلٍ وَّجِنْسٍ اِنْ سَکَنْ
اَدْغِمْ کَقُلْ رَّبِّ وَبَلْ لَّاوَاَبِنْ (۲)

فِیْ یَوْمِ مَعْ قَالُوْا وَھُمْ وَقُلْ نَعَمْ
سَبِّحْهُ لَا تُزِغْ قُلُوْبَ فَالْتَقَمْ

ترجمہ(۱):۔اور مثلین اور متجانسین دونوں میں کے پہلے پہلے حرف کا ادغام کر اگر وہ ساکن ہو اور اس کی مثال قُلْ رَّبِّ اور بَلْ لَّا کی طرح ہے۔

ترجمہ(۲):۔اور فِیْ یَوْمِ کی یاء کا اظہار کر قَالُوا وَھُمْ کے واؤ سمیت اور قُلْ نَعَمْ کے لام اور سَبِّحْهُ کی حا اور لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا کے غین اور فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ کے لام کو بھی اظہار سے پڑھ۔

حاشیہ(۱) اَوَّلَیْ کی اصل اَوَّلَیْنِ ہے یہاں نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گرا ہے۔ (۲) اور تو اظہار کر فی یوم وغیرہ میں۔

بیت کی تشریح:۔

ادغام مثلین میں سے مدہ کا اظہار ضروری ہے جیسے قَالُوْ وَھُمْ وغیرہ.

البتہ اگر مثلین ایک ہی کلمہ میں ہوں اور ان میں سے پہلا مدہ ہو تو پھر ادغام ضروری ہے جیسے۔اَلنَّبِیُّ،اور متجانسین میں سے حلقی کا حلقی میں ادغام نہیں ہوتا جیسے فَاصْفَحْ عَنْهُمْ اور اسی طرح حلقی میں سے متقاربین میں بھی نہیں ہوتا۔ جیسے فَسَبِّحْهُ اور اسی طرح غین کا قاف میں بھی نہیں ہوتا جیسے لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا اور متقاربین میں سے نون کا یرملون کے پانچ حرفوں میں اور اَلْ تعریفی کے لام کا چودہ شمسی حروف میں سب کے لیے ادغام ہے اور اسی طرح قُلْنَا ، جَعَلْنَا، اور فَالْتَقَطَهٗ وغیرہ کلمات کا جو لام فعل میں آرہا ہو جو ماضی میں تو درمیان میں بھی ہوتا ہے جیسے فَالْتَقَمَهٗ اور فَالْتَقَطَهٗ وغیرہ آخر میں بھی جیسے قُلْنَا، جَعَلْنَا اَرْسَلْنَا، اَنْزَلْنَا اور فعل امر میں آخر ہی میں ہوتا ہے جیسے قُلْ نَعَمْ اور اَنْزِلْنِیْ تو اس کو اظہار سے پڑھنا واجب ہے۔اور ادغام درست نہیں لیکن یہ حکم لام اور راء کے سوا اور حروف میں ہیں۔

(۲) ادغام صغیر، کبیر، تام، ناقص وغیرھم کی تعریفات مع امثلہ:۔

ادغام صغیر:۔

اگر ادغام میں مدغم پہلے ہی سے ساکن ہو تو ایسے ادغام کو ادغام صغیر کہتے ہیں۔جیسے بَلْ لَّا اور قُلْ رَّبِّ اور نَخْلُقْکُّمْ وغیرہ۔

ادغام کبیر:۔

اگر مدغم حرکت والا ہو پھر ساکن کر کے ادغام کیا گیا ہو تو اس ادغام کو ادغام کبیر کہتے ہیں جیسے اَتُحَآجُوْٓنِّیْ کہ اصل میں اَتُحَآجُوْنَنِیْ اور مَكَّنِّیْ کہ اصل میں مَكَّنَنِیْ تھا وغیرہ۔ اور انکو صغیر اور کبیر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اول میں عمل کم اور ثانی میں زیادہ ہوتا ہے۔

ادغام تام:۔

(دو قسمیں ہیں) اگر مدغم فیہ سے بالکل بدل کر اس طرح ادغام کیا جائے کہ مدغم کی کوئی صفت بھی باقی نہ رہے تو یہ ادغام تام کہلاتا ہے جیسے قُلْ رَّبِّ مِنْ لَّدُنْهُ اور عَبَدْتُّمْ وغیرہ کہ ان میں لام را سے نون لام سے اور دال تا سے بالکل بدل جاتا ہے۔

ادغام ناقص:۔

اگر مدغم، مدغم فیہ سے پوری طرح نہ بدلے بلکہ اس کی کوئی صفت باقی رہے تو یہ ادغام ناقص کہلاتا ہے جیسے: مَنْ یَّقُوْلُ مِنْ وَّلِیٍّ اور فَرَّطْتُّمْ وغیرہ کہ ان میں نون واؤ اور یا سے اور اسی طرح طا تا سے بالکل نہیں بدلتا۔

ادغام مثلین:۔

اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے۔ جو مثلین (۱) ہیں تو وہ ادغام بھی مثلین کہلائے گا جیسے۔ اِذْ ذَّهَبَ اور قَدْ دَّخَلُوْ وغیرہ۔

حاشیہ (۱) دو ایک جیسے حروف۔

ادغام متجانسین:۔

اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا جو متجانسین ہیں جیسے عَبَدْتُّمْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ اور فَرَّطْتُّ وغیرہ تو یہ ادغام متجانسین کہلائے گا۔ کیونکہ دال و تا، تا و طا اور ایسے ہی طا و تا کا مخرج تو اگرچہ ایک ہی ہے مگر یہ تمام صفات میں شریک نہیں ہیں۔

حاشیہ (۲) یعنی صفحہ ۴۵ سے لکھ کر وہاں سے مٹا دو۔

ادغام متقاربین:۔

اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے کہ جو متقاربین (۲) ہیں جیسے قُلْ رَّبِّیْ مِنْ لَّدُنْهُ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ اور مِنْ مَّالٍ وغیرہ تو یہ ادغام متقاربین کہلائے گا اس لیے کہ قاف و کاف تو قریب المخرج ہیں اور میم و نون قریب الصفات اور لام و را اور نون و لام قریب المخرج بھی ہیں اور قریب الصفات بھی۔

حاشیہ (۲) وہ دو حروف جو قریب المخرج یا قریب الصفات یا دونوں ہو

(۳) فی یَوْمٍ اور قَالُوْ وَهُمْ میں ادغام کے عدم جواز کی وجہ:۔

مذکورہ الفاظ میں ادغام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مثلین میں سے پہلا حرف مدہ ہے اور دونوں ایک کلمہ میں بھی نہیں ہیں اس لئے ان میں ادغام نہیں کیا جاتا۔

قاریؒ لکھتے ہیں کہ ان کو عام معنیٰ کے اعتبار سے مثلین کہہ دیتے ہیں ورنہ حقیقۃً ایسا نہیں ہے کیونکہ ان میں سے پہلا مدہ اور دوسرا متحرک ہے اور مثلین جب ہوتے کہ دونوں مدہ ہوتے۔(۱)

حاشیہ(۱) یعنی قاریؒ کے نزدیک مثلین ہونے کے لئے دونوں حروف مثلین کی شکل اور حرکات وسکنات بھی ایک جیسی ہونا ضروری ہے۔(العطایا الوھبیہ)

السوال الثالث (الف)(۱)........:۔

(34) فرققن مستفلا من أحرف	وَحاذِرن تفخيم لفظ الألف
(35) وهمز الحمد اعوذ اهدنا	الله ثم لام لله لنا
(36) وليتلطف وعلى الله ولاالض	والميم من مخمصة ومن مرض
(37) وَباء برق باطل بهم بذى	وَاحرص على الشدة والجهر الذى
(38) فيها وَفى الجيم كحب الصبر	ربوة اجتثت وحج الفجر

(۱) اعراب لگائیں ترجمہ کریں۔

(۲) ان ابیات میں مصنف نے کن باتوں سے بچنے کی تاکید کی ہے؟ مکمل تفصیل سے ذکر کریں۔

(۳) نیز بتلائیں کہ یہ ابیات کس عنوان کے تحت جمع ہیں۔

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(۱) اعراب وترجمہ۔

(۲) ابیات میں مصنف کی چند باتوں سے بچنے کی تعیین۔

(۳) عنوان ابیات

(۱) اعراب وترجمہ:۔

فَـرَقِّـقَـنْ مُسْتَـفِلاً مِّـنْ اَحْـرُفِ
وَحَـاذِرَنْ تَـفْـخِيْـمَ لَـفْـظِ الْاَلِفِ

ترجمہ:۔ پس ضرور باریک پڑھ تو (ہجاء کے حرفوں میں سے) حروفِ مستفلہ کو اور ضرور پرہیز کر الف کے تلفظ کو پُر کرنے سے۔

وَهَـمْـزِ الْـحَـمْـدُ اَعُـوْذُ اِهْـدِنَـا
اَللّٰهِ ثُـمَّ لَامِ لِـلّٰـهِ لَـنَـا

ترجمہ:۔ نیز پرہیز کر اَلْحَمْدُ ، اَعُوْذُ ، اِهْدِنَا اور اَللّٰهُ کے ہمزہ پر لِلّٰهِ ، لَنَا

وَلْيَتَـلَـطَّفْ وَعَـلَـى اللّٰهِ وَلَا الـضْ
وَالْـمِيْـمِ مِـنْ مَّـخْـمَـصَةٍ وَّمِـنْ مَّـرَضْ

ترجمہ:۔ وَلْيَتَلَطَّفْ وَعَلَى اللّٰهِ اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ٥ کے لام اور مَخْمَصَةٍ اور مَرَضْ کی میم

وَبَـآءِ بَـرْقٍ بَـاطِـلٍ بِـهِـمْ بِـذِىْ
وَاحْـرِصْ عَـلَـى الشِّـدَّةِ وَالْـجَـهْـرِ الَّـذِىْ

ترجمہ:۔ اور بَرْقٍ بَاطِلٌ بِهِمْ اور بِذِىْ کی باء کے (پُر پڑھنے سے) بھی اور خوب حرص (کوشش) کر اس شدت اور جہر کے (ادا کرنے پر) جو۔

فِيْهَـا وَفِـى الْـجِيْـمِ كَـحُـبِّ الـصَّبْـرِ
رَبْـوَةٍ نِ اجْـتُـثَّـتْ وَحَـجِّ الْـفَـجْـرِ

ترجمہ:۔ اس باء میں اور جیم میں ہے۔ان دونوں کی مثالیں حُبِّ، بالصَّبْرِ، رَبْوَةٍ، اُجْتُثَّتْ ، بِالْحَجِّ اور وَالْفَجْرِ کی طرح ہیں۔

(۲) ابیات میں مصنف کی چند باتوں سے بچنے کی تعیین:۔

اول بات یہ کہ مستفلہ حروف بائیس ہیں جو: فَحَثَّهٗ، شَسُكَتْ اَجِدَ بَلِنْ عُمَرُ ذَزُوَاىَ میں جمع ہیں ان میں سے را اور لفظ اللہ کا لام یہ دونوں بعض صورتوں میں پر اور بعض میں باریک ہے۔اور باقی اُنیس ہر حال میں باریک ہے۔

دوسری بات یہ کہ الف پُر اور باریک ہونے میں پہلے حرف کے تابع ہے اس بنا پر کہ الف کا وجود ماقبل پر موقوف ہے۔

تیسری بات یہ کہ ہمزہ کو ہرحال میں باریک پڑھنا چاہئے عام ہے کہ کسی باریک حرف کے ساتھ ہو جیسے اَلْحَمْدُ ، اَعُوْذُ اِهْدِنَا یا پُرحرف کے ساتھ جیسے اَللّٰہ.

چوتھی بات یہ کہ با اور جیم میں جو شدت اور جہر کی صفتیں ہیں ان کا بھی بہت خیال رکھنا چاہئے کیوں کہ ان کا اہتمام نہ کرنے سے با میں فا کی اور جیم میں شین کی مشابہت آجاتی ہے۔ با کی مثالیں کَحُبِّ ، اَلصَّبْرِ، رَبْوَةٍ کی طرح اور جیم کی۔ اَلْحَجِّ، اَلْفَجْرِ کی طرح ہیں۔

(۳) عنوان ابیات:۔

یہ ابیات باب استعمال (۱) الحروف کے عنوان کے تحت جمع کیے گئے ہیں۔

حاشیہ (۱) استعمال سے مراد ادا اور تلفظ ہے۔

السوال الثالث (ب)..........:۔

وَاظهر الغنة من نون وَ من	ميم اذا ما شددا وأُخفِيَنْ
اُلمِيْمَ ان تسكن بغنة لدى	باء على المختارِ مِن اهل الاداء
وَاظهرنها عند باقي الاحرُفِ	واحْذَرْ لدى وَاو وَفا أن تختفي

(۱) اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔

(۲) میم ساکن و مشدد کے احوال مع تعریفات و امثلہ تحریر کریں۔

(۳) اخفاء شفوی کی ادائیگی کا طریقہ بیان کریں۔

(۴) قاعدہ بوف اور اسکی حقیقت مختصراً تحریر کریں۔

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(۱) اعراب و ترجمہ۔

(۲) میم ساکن و مشدد کے احوال مع تعریفات و امثلہ۔

(۳) اخفاء شفوی کی ادائیگی کا طریقہ۔

(۴) قاعدہ بوف اوراسکی حقیقت۔

(۱) اعراب وترجمہ:۔

وَاَظْهِرِ الْغُنَّةَ مِنْ (۱) نُوْنٍ وَّمِنْ
مِيْمٍ اِذَا مَا شُدِّدَا وَاَخْفِيَنْ

ترجمہ:۔ اوراچھی طرح ظاہر کریعنی ایک الف کے برابرادا کرغنہ کونون اور میم میں جب بھی وہ دونوں تشدید دیے جائیں یعنی مشدد ہوں اورضرور اخفاء سے پڑھ:۔

حاشیہ(۱) مِنْ بمعنی فِیْ ہے۔

اَلْمِيْمَ اِنْ تَسْكُنْ بِغُنَّةٍ لَدَا
بَآءٍ عَلَى الْمُخْتَارِ (۲) مِنْ اَهْلِ الْاَدَا

ترجمہ:۔ میم کوساتھ غنہ کے اگر وہ ساکن ہو باء کے پاس اہل ادا کے مختار قول کی بناء پر۔

حاشیہ(۲) علامہ نے مختار کا لفظ اس لئے ذکر کیا کیونکہ میم ساکن کے بعد باء میں اظہار بھی جائز ہے۔لیکن جمہور کے نزدیک اخفاء ہی معتبر ہے۔(عطایاوھبیہ)

وَاَظْهِرَنْهَا (۳) عِنْدَ بَاقِي الْاَحْرُفِ
وَاحْذَرْ لَدَا وَاوٍ وَّفَا اَنْ تَخْتَفِيْ

ترجمہ:۔ اورضرور اظہار سے پڑھ اس میم ساکن کو باقی حرفوں کے پاس،اور بچ واؤ اورفاء کے پاس اس میم ساکن کے اخفاء والا ہوجانے سے۔

حاشیہ(۳) صیغہ واحد مذکر امر حاضر بانون خفیفہ،ھا ضمیر مؤنث کا مرجع میم ساکن ہے۔

(۲) میم ساکن ومشدد کے احوال مع تعریفات وامثلہ:۔

(۱) میم ساکن کے احوال:۔

میم ساکن کے احوال تین ہیں۔اوروہ یہ ہے۔ (۱)ادغام (۲) اخفاء (۳) اظہار

ادغام:۔

اگر میم ساکن کے بعد دوسرا حرف بھی میم ہو جیسے۔ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ اور وَمَاهُمْ مِّنْكُمْ وغیرہ تو ادغام ہوگا۔

اخفاء:۔

اگر باءموحدہ ہو جیسے۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ اور يَعْتَصِمْ بِاللهِ تو اخفاء ہوگا۔

اظہار:۔

اگر میم اور باء کے علاوہ باقی چھبیس حرفوں میں سے کوئی حرف ہو جیسے۔ فَلَهُمْ أَجْرٌ اور بِهِمْ

وَيَمُدُّهُمْ اور يمدُّهُمْ فِيْ تو اظہار ہوگا۔

میم مشدد کا حال:۔

جب میم مشدد ہو تو اس پہ ایک الف کی مقدار کے برابر غنہ کیا جاتا ہے۔

(۳) اخفاء شفوی کا طریقہ:۔

میم کے اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ میم ساکن کو ذرا نرم کر کے غنہ کے ساتھ ادا کیا جائے پس میم ساکن کو غنہ کے ساتھ بہ نسبت اظہار کے قدر نرم کر کے پڑھنا یہی مراد ہے۔

(۴) قاعدہ بوف اور اسکی حقیقت:۔

جب میم ساکن باء سے قبل واقع ہو تو بعض لوگ اس میم کو اظہار سے پڑھتے ہیں اور جب واؤ اور فاء سے قبل واقع ہو تو بعض لوگ اس میم میں اخفاء کرتے ہیں اور بعض لوگ ان تینوں سے پہلے میم کو اسی طرح تھوڑی سی حرکت دے کر پڑھتے ہیں کہ قلقلہ سا ہو جاتا ہے اور اس سارے قاعدہ کا نام بوف کا قاعدہ رکھا ہے۔ باء، واؤ، فاء ان تینوں سے پہلے میم کے سکون کو حرکت دے کر پڑھنا اور واؤ، فاء سے پہلے میم کا اخفاء کرنا یہ دو باتیں تو قطعاً غلط اور بے اصل ہیں فن کی کسی معتبر کتاب میں بوف کے نام سے کوئی قاعدہ موجود نہیں البتہ میم ساکن اگر باء سے پہلے واقع ہو تو اس میں اظہار بھی جائز ہے۔ (جو اصلی ہو اور نون ساکن) لیکن اولیٰ اور بہتر اس میں بھی اخفاء ہی ہے۔

الورقة الثانية مقدمة الجزری

۱۴۳۵ھ/2014ء

السوال الاوّل............(الف):۔

(۱) مقدمہ جذریہ کے ابتدائی پانچ اشعار مع اعراب وترجمہ لکھ کر پہلے شعر کی تشریح ایسی کریں کہ محقق جذری کا نام ونسب اور حالات آشکارا ہو جائیں۔(ص۱ تا ۹ شرح)

(۲) باب الراءات میں مذکورہ اشعار مع ترجمہ لکھ کر بتائیے کہ راموقوفہ کے دونوں احکام ''بعد الکسر حیث سکنت'' سے کس طرح مفہوم ہو رہے ہیں جب کہ ملاعلی قاریؒ موقوف علیہا کے احکام کے مستفاد نہ ہونے کے قائل ہیں، احکام کیا ہیں۔

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) مقدمہ جذریہ کے ابتدائی پانچ اشعار مع اعراب وترجمہ۔

(۲) باب الراءات کے اشعار مع ترجمہ لکھ کر بتائیے کہ

(۳) راموقوفہ کے احکام کا مفہوم اور ملاعلی قاریؒ کا قول۔

(۱) مقدمہ جذریہ کے ابتدائی پانچ اشعار مع اعراب وترجمہ:۔

يَقُوْلُ رَاجِیْ عَفْوِ رَبٍّ سَامِعِ
مُحَمَّدُبْنُ الْجَزَرِیِّ الشَّافِعِیُّ

ترجمہ:۔ کہتا ہے سننے والے پروردگار کی معافی کا امیدوار جس کا نام محمد ہے جو جزیرہ کے رہنے والے محمد کا بیٹا ہے اور مسلک کی رو سے شافعی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَصَلَّى اللهُ
عَلٰى نَبِيِّهٖ وَمُصْطَفَاهُ

ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔اور رحمتِ کاملہ نازل فرمائے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور اپنے چنے ہوئے پر۔

مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
وَمُقْرِئِ الْقُرْاٰنِ مَعْ مُحِبِّهٖ

ترجمہ:۔ یعنی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہؓ اور قرآن کے پڑھانے والوں پر، اس قرآن سے محبت رکھنے والوں سمیت۔

وَبَـــعْــدُ اِنَّ هٰــذِهٖ مُــقَــدِّمَــهْ

فِيْـمَــا عَــلٰــى قَــارِئِـــهٖ اَنْ يَّـعْـلَـمَــهْ

ترجمہ:۔ اور حمد وصلوٰۃ کے بعد تحقیق یہ مقدمہ ایک ابتدائی رسالہ ہے۔ جو ان چیزوں میں ہے۔ جن کا جاننا اس قرآن کے پڑھنے والے پر ضروری ہے۔

اِذْ وَاجِـــبٌ عَــلَيْهِـــمْ مُــحَتَّـمْ (١)

قَبْـــلَ الشُّـــرُوْعِ اَوَّلاً اَنْ يَّــعْــلَــمُــوْا

ترجمہ:۔ اس لئے کہ واجب ہے اوپر ان قرآن پڑھنے والوں کے ایسا واجب جو لازم کیا ہوا ہے۔ یہ کہ معلوم کرلیں وہ قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے ہی۔ حاشیہ(١) مُحَتَّمْ تاکید ہے وَاجِبٌ کی۔

(٢) باب الراءات کے اشعار مع ترجمہ:۔

وَرَقِّـــقِ الـــرَّآءَ اِذَا مَــــا كُسِـــرَتْ

كَـــذَاكَ بَــعْــدَ الْـكَسْــرِ حَيْـثُ سَـكَـنَـتْ

ترجمہ:۔ اور باریک پڑھ راء کو جب بھی وہ کسرہ دی جائے۔ یعنی مکسور ہو ایسے ہی اس راء کو بھی باریک ہی پڑھ جو کسرہ کے بعد ہو جبکہ وہ ساکن ہو۔

اِنْ لَّـــمْ تَــكُــنْ مِّــنْ قَبْـلِ حَـرْفِ اسْتِـعْلاَ

اَوْ كَـــانَـــتِ (١) الْـكَـسْـرَةُ لَـيْـسَتْ اَصْلاَ

ترجمہ:۔ بشرطیکہ نہ ہو وہ کسرہ کے بعد والی رائے ساکنہ استعلاء کے حرف سے پہلے یا نہ ہو وہ کسرہ ایسا جو نہ ہو اصلی۔

حاشیہ(١) اس عبارت میں قراء کے کئی اقوال ہیں۔ اول یہ کہ کانت عطف ہے تکن پر اور لم کے بجائے مَا مقدر مانے کیونکہ کانت ماضی ہے۔ شیخ یمنیؒ کہتے ہیں کہ اسکا معطوف علیہ مقدر ہے اور اصل عبارت اس طرح تھی۔ وَتُفَخَّمُ الرَّاءُ اِذَا كَانَتْ مِنْ قَبْلِ حَرْفِ استعلاء اور لَيْسَتْ اصلاً سے مراد (عارضیۃ) تو اس عبارت سے تفخیم راء کی حالتیں مراد ہوگی۔

وَالْخُلْفُ فِی فِرْقٍ لِکَسْرٍ یُوْجَدُ
وَاخْفِ تَکْرِیْرًا اِذَا تُشَدَّدُ

ترجمہ:۔ اور فرق کی راء میں خلف ہے۔یعنی اس میں دو وجوہ ہے۔بوجہ اس کسرہ کے جو قاف میں پایا جاتا ہے۔اور چھپا تو تکریر یعنی تکرار حقیقی کو جبکہ وہ راء تشدید دی جائے۔

(۳) راموقوفہ کے احکام اور ملاعلی قاریؒ موقوف علیہا کے احکام کا غیر مستفاد ہونے کا قول:۔

بعد الکَسْرِ حیث سَکَنَتْ سے مراد راء ساکن ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو۔لیکن یہ تین شرط سے باریک ہوتی ہے۔ (۱) کسرہ اصلی ہو (۲) اسی کلمہ میں ہو (۳) راء کے بعد اسی کلمہ میں استعلاء کا حرف نہ ہو۔ان تینوں شرائط میں سے دوسری شرط کے راء سے پہلے کسرہ اسی کلمہ میں ہو بعد الکسر حیث سَکَنَتْ کے ظاہری اور فسادِ معنیٰ سے نکلی ہے جبکہ پہلی اور تیسری شرط مابعد کے شعر سے صراحتاً معلوم ہوتی ہے۔اسی طرح ایک حکم یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اِن لَم تَکُنْ مِنْ قَبْلِ میں قبیلتہ سے مراد قبیلتہ متصلہ ہے حروف استعلاء کی اگر حروف استعلاء منفصل آئے ہو یعنی ایک ہی کلمہ میں راء کے بعد نہ ہو تو بھی راء مرقق ادا ہوگی جیسے۔اَنْذِرْ قَوْمَکَ۔اسی طرح کسرہ اُس کا ہو جو اصلی کے مرتبہ میں ہو جیسے مِرفَقًا تو راء باریک ہوگی۔اسی طرح بعد الکَسْرِ حیث سکنت راءِ موقوفہ ماقبل کسرہ جیسے کُفِرْ۔قُدِرْ اور راءِ موقوفہ ساکنہ اور اس سے پہلے حرف ساکن ہو سوائے یائے ساکنہ کے اور اس سے ماقبل حرف کا کسرہ ہو جیسے ذِکْر، حِجْر، وغیرہ..یہ صورتیں ترقیق کی مستفاد ہے وصلاً ووقفاً جبکہ ملاعلی قاریؒ بطریق جزری راء موقوفہ میں ترقیق کے غیر مستفاد ہونے کا قائل ہیں۔

السوال الاوّل (ب)..............:۔

(۱) شعر 45,46 مع اعراب وترجمہ لکھ کر تشریح کریں۔نخلقکم میں کیا اختلاف ہے اور وَالعصا قرآن میں کہا آیا ہے۔(حصہ 10b شرح)

(۲) حروف اور محل وقوع کے اعتبار سے تفخیم کے مراتب تحریر کیجئے۔

جواب..........امومطلو بہ:۔

(۱) شعر 45,46 مع اعراب وترجمہ۔نخلقکم میں اختلاف اشعار کی تشریح میں گزر چکا ہے۔

(۲) حروف اور محل وقوع کے اعتبار سے تفخیم کے مراتب۔

(۱) شعر 45,46 مع اعراب وترجمہ:۔

وَحَرْفَ الاِسْتِعْلَآءِ فَخِّمْ وَاخْصُصَا

الاِطْبَاقَ (۱) اَقْوٰی نَحْوُ قَالَ وَالْعَصٰی

ترجمہ:۔ اور پُر پڑھ استعلاء کے حرفوں کو۔اورضرور خاص کردے اطباق کے حرفوں کو ساتھ ایسی تفخیم کے جو زیادہ قوی ہو جو استعلاء کی تفخیم سے، استعلاء اور اطباق کی مثال قَالَ کے قاف اور عَصٰی کے صاد کے طرح ہے۔

حاشیہ(۱) اصل عبارت اس طرح ہے۔وَاخْصُصْ حُرُوْفَ الْاِطْبَاقِ بِالتفخیم الاقوی

وَبَیِّنِ الْاِطْبَاقَ مِنْ اَحَطْتُّ مَعْ

بَسَطْتَّ وَالْخُلْفُ بِنَخْلُقْکُّمْ وَقَعْ

ترجمہ:۔ اور ظاہر کر صفت اطباق کو اَحَطْتُّ کی طاء میں بَسَطْتَّ کی طاء سمیت اور اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ کے قاف میں خلف واقع ہوا ہے۔

تشریح:۔

جس طرح را اور لام کبھی پُر اور کبھی باریک ہوتے ہیں حروف مستعلیہ اور مطبقہ میں یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ ہمیشہ پُر ہی ہوتے ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ جن حروف میں استعلاء ہے وہ ان سے کم پر ہوتے ہیں۔ اور دونوں صفتوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کیوں کہ تمام حروف مطبقہ مستعلیہ ہیں اور بعض مستعلیہ مطبقہ ہیں اور بعض نہیں۔ جیسے خا، غین، قاف، اسلئے دو مثالیں لائے ہیں۔ چنانچہ قال مستعلیہ غیر مطبقہ کی اور عَصٰی مستعلیہ مطبقہ کی مثال ہے۔ فَقَالَ اَحَطْتُّ اور لَئِنْ بَسَطْتَّ میں صفت اطباق کو خوب ظاہر کر کے پڑھو تا کہ طا مطبقہ مستعلیہ جہریہ تا منفتحہ، مستفلیہ مہموسہ کے مشابہ نہ ہو جائے۔ اور نَخْلُقْکُّمْ میں اختلاف ہے کہ اس کی استعلاء کی صفت باقی رکھی جائے گی یا نہیں۔ ابن ناظمؒ (کی تمہید میں ہے کہ استعلاء کا باقی رکھنا مکیؒ وغیرہ کا مذہب) کی رائے پر دونوں وجوہ ہیں لیکن باقی نہ رکھنا اولیٰ ہے۔

نَخْلُقْکُّمْ میں اختلاف اشعار کی تشریح میں گزر چکا ہے۔

(۲) حروف اور محل وقوع کے اعتبار سے تفخیم کے مراتب:۔

ابن طحان اندلسیؒ کے نزدیک پُر حروف کی تفخیم کے تین درجے ہیں۔

(۱) زیادہ اور یہ اس صورت میں ہے کہ پُر حروف پر فتحہ ہو۔

(۲) اس سے کم یہ ضمہ والے میں ہے۔

(۳) اس سے بھی کم یہ کسرہ کی صورت میں ہے۔اور جمہور کے ہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر چہ پُر حرف متحرک ہوتو چار درجے ہیں۔

(۱) سب سے اعلیٰ یہ اس صورت میں ہے کہ پُر حرف کے بعد الف ہو۔جیسے (اَلصّٰلِحٰتِ وغیرہ)

(۲) اس سے ایک درجہ کم جب کہ اس پر فتحہ تو ہو لیکن اس کے بعد الف نہ ہو۔جیسے (صَفًّا وغیرہ)

(۳) تیسرے درجہ پر جب کہ پُر حرف پر ضمہ ہو۔جیسے (وَالصُّبْحُ وغیرہ)

(۴) چوتھے درجہ پر جب کہ کسرہ ہو۔جیسے (مُنْتَصِرْ وغیرہ)

اور ساکن میں تین درجے ہیں:۔

(۱) فتحہ کے بعد جیسے اَصْلَحَ.

(۲) ضمہ کے بعد جیسے تُصْلِحُوْ.

(۳) کسرہ کے بعد جیسے اِصْلَاحاً وغیرہ۔

السوال الثانی..........(الف):۔

(۱) باب الادغام کے اشعار مع ترجمہ لکھ کر تشریح کریں، نیز مثلین، متجانسین اور متقاربین کی تعریفات مع امثلہ لکھیں۔(17) (شرح ص 116 تا 125)

(۲) مثال اور ممثل لہ کے مابین عدم تطابق کا جواب ضرور دیجئے۔(16)

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) باب الادغام کے اشعار مع ترجمہ وتشریح۔نیز مثلین، متجانسین اور متقاربین کی تعریفات مع امثلہ۔

(۲) مثال اور ممثل لہ کے مابین عدم تطابق۔

(۱) باب الادغام کے اشعار مع ترجمہ الورقۃ الثانیہ 2013ء ۱۴۳۴ھ کے السوال الثانی (ب) کے جز (1) میں گزر چکا ہے۔

(۲) ادغام مثلین، متجانسین اور متقاربین کی تعریفات مع امثلہ سوال ثانی جز (ب) میں گزر چکا ہے۔

(۲) مثال اور ممثل لہ کے مابین عدم تطابق:۔

مثال اور ممثل لہ میں عدم تطابق یہ ہے کہ ناظمؒ نے لام اور راء کا مخرج الگ الگ مگر قریب بتایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں متقاربین ہیں اور یہاں ان کو متجانسین کے ادغام کی مثال میں لائے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ بعض کی رائے پر متجانس وہ دو حروف ہیں جو بعض صفات میں متحد اور مخرج میں جدا ہوں پھر اشکال نہیں رہتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ لام، راء اور نون کے مخارج میں دو مذھب ہیں ایک یہ کہ ان تینوں کا مخرج ایک ہے عند الفراء دوسرا یہ کہ ان کے مخارج جدا جدا ہیں ممکن ہے کہ قرآء کے مذھب کی طرف اشارہ کرنے کیلئے عنوان بدلا ہو۔

السوال الثانی (ب).............:۔

(ا) باب النون والمیم کے اشعار مع ترجمہ وتشریح لکھ کر "علی المختار" سے کیا بیان کرنا چاہتے ہیں۔ (17)

(۲) ادغام کا تذکرہ نہ کرنے کی وجہ لکھنے کے بعد بتلائیں کہ: وَاحْذَرْ لَدٰی وَاوٍ وَّفَا سے کیا مقصود ہے۔ (16)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(ا) باب النون والمیم کے اشعار مع ترجمہ وتشریح اور "علی المختار" کا مفہوم۔

(۲) ادغام کا تذکرہ نہ کرنے کی وجہ اور، واحذر لدٰی کا مقصود۔

(ا) باب النون والمیم کے اشعار مع ترجمہ وتشریح 2013ء ۱۴۳۴ھ کے سوال ثالث جز (ب) میں گزر چکے ہے۔

"علی المختار" کا مفہوم:۔

علی المختار سے مراد یہ ہے کہ میم ساکن کے بعد جب باء آجائے تو وہاں اخفاء افضل ہے اصلِ ادا کے نزدیک اگرچہ اظہار بھی ثابت ہیں۔

(۲) ادغام کا تذکرہ نہ کرنے کی وجہ اور، واحذر لدٰی کا مقصود:۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ ادغام کے لئے تشدید لازم ہے اور تشدید والے میم کا حکم بتا چکے ہیں۔ اس لئے اس صورت کا حکم علیحدہ نہیں بتایا۔

وَاحْذَرْ لَدٰی وَاوٍ وَّفَا کا مقصود:۔

واحذر الخ میں تنبیہ فرمائی کہ میم ساکن کے بعد واو اور فا ہوں تو میم میں اخفاء کرنے سے پوری طرح

پرہیز کرنا چاہئے۔(۱) اوراس کی وجہ یہ ہے کہ واؤ تو میم کا ہم مخرج ہے اور فاء کا مخرج میم سے قریب ہے اس لئے اندیشہ تھا کہ شاید طلبہ ان دونوں سے پہلے بھی میم میں اخفاء کرنے لگیں اوراس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ واو کی صورت میں تو میم واو سے بدل جائے گا اور جب میم ساکن کے بعد فا ہوگی تو میم میں فا کی مشابہت آجائے گی اس لئے تاکید فرمائی کہ فا اور واو سے پہلے میم میں ذرا بھی اخفاء نہ کرو۔

حاشیہ(۱) جیسا کہ بعض ناواقف لوگوں نے قاعدہ بوف میں اس کی تصریح کی ہے۔

☆-----------------☆

السوال الثالث............(الف):۔

(۱) باب المد میں سے شعر۶۹،۷۰، مع ترجمہ وتشریح لکھیں، نیز مذکورہ مدود کے نام بھی تحریر کیجئے۔(17) (ص 163 شرح)

(۲) نون مخفی اور حروفِ اخفاء جب ایک یا دو کلموں میں ہوں ان کی پانچ پانچ مثالیں لکھیں۔ (16)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) باب المد میں شعر۶۹،۷۰، مع ترجمہ وتشریح اور مذکورہ مدود کے نام۔

(۲) نون مخفی اور حروفِ اخفاء کی مثالیں۔

(۱) شعر۶۹،۷۰، مع ترجمہ وتشریح اور مذکورہ مدود کے نام:۔

وَالْـمَـدُّ لَازِمٌ وَّوَاجِبٌ اَتٰـى ۔۔۔ وَجَـآئِـزٌ وَّهُـوَ وَقَـصْـرٌ ثَبَـتَـا

ترجمہ:۔ اور مدلازم ہے اور واجب ہے یہ (یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک) آیا ہے۔اور (وہ مد) جائز (بھی) ہے (پس مد کی تین قسمیں ہوگئیں) اور یہ (مد) اور قصر دونوں ثابت ہوئے ہیں۔

تشریح:۔

(۱) مد فرعی کی تین قسمیں ہیں:۔(۱) مدلازم (۲) مدواجب اوراسکو مدمتصل اور مدتمکین بھی کہتے ہیں۔
(۳) مدجائز، اور یہ مدمنفصل اور مدعارض دونوں کوشامل ہے۔

(۲) مدجائز خواہ منفصل ہو یا مدعارضی دونوں میں مد وقصر دونوں وجہیں ثابت ہیں۔

(۳) ناظمؒ نے مد کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔(ابن الناظمؒ)

(۴) ناظمؒ نے اجمال کے مقام میں تین اور تفصیل میں چار قسمیں بیان کی ہیں۔اور مدعارض کو بھی مدجائز ہی

میں شامل کیا ہے کیوں کہ یہ دونوں اس بات میں مشترک ہیں کہ اجمالاً دونوں ہی میں مدو قصر دونوں درست ہیں۔

فلازِمْ اِنْ جَاءَ بَعْدَ حَرْفِ مَدْ   سَاكِنُ حَالَيْنِ (۱) وَبِالطُّول يُمَدْ

ترجمہ:۔ اگر حرف مدہ کے بعد دونوں حالتوں کی (یعنی ہر وقت رہنے والا) ساکن آجائے تو (اس کا مد) لازم ہے اور اس میں طول سے مد کیا جاتا ہے۔ حاشیہ (۱) یعنی وقف ووصل کا سکون۔

اگر مدہ یا لین کے بعد ایسا سکون آرہا ہو جو وصل میں بھی رہتا ہو اور اس کلمہ پر وقف کرتے ہوئے بھی (جیسے آلْئٰنَ، لَاتُضَآرَّ) (حَآجَّ، الٓمّٓ، کٓھٰیٰعٓصٓ، اَتُحَآجُّوْنِّیْ) تو اس مدہ اور لین کا مد لازم ہے اور وہ سب کے لئے طول سے پڑھا جاتا ہے۔ جس کی مقدار مد طبعی سمیت تین یا پانچ الف کے برابر ہے۔

پس مد لازم کی کل قسمیں چار ہوگئیں:۔ (۱) کلمی مثقل (۲) کلمی مخفف (۳) حرفی مثقل (۴) حرفی مخفف

(۲) نون مخفیٰ اور حروف اخفاء کی مثالیں دوکلموں میں:۔ مِنْ تَحْتِهَا، مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْ، مِنْ قَبْلُ، اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُم.

نون مخفیٰ اور حروف اخفاء کی مثالیں ایک کلمہ میں: عِنْدَ، اَنْفُسِكُمْ، اَنْجَيْنٰكُمْ، اَنْتُمْ، مِنْكُمْ،

السوال الثالث (ب)..........:۔

(۱) باب الوقف والابتداء کے اولین چار اشعار مع ترجمہ وتشریح لکھ کر اوقاف مذکورہ کی تعریفات قلم بند کریں۔(17)

(۲) ابتداء اور اعادہ کی تعریف لکھ کر ابتداء کی قسمیں مع تعریفات وامثلہ تحریر کیجئے۔(16)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) باب الوقف والابتداء کے اولین چار اشعار مع ترجمہ وتشریح۔

(۲) ابتداء اور اعادہ کی تعریف مع ابتداء کی اقسام وتعریفات وامثلہ۔

(۱) باب الوقف والابتداء کے اولین چار اشعار مع ترجمہ وتشریح:۔

(۱) وَبَعْدَ تَجْوِيْدِكَ لِلْحُرُوْفِ
لَابُدَّ مِنْ مَعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ

ترجمہ:۔ اور تیرے حرفوں کی تجوید (جان لینے) کے بعد وقوف وابتداء (وقف وابتداء کے موقعوں) کی معرفت (اور ان کے احکام کا معلوم کرلینا) بھی ضروری ہے۔

(۲) وَالْاِبْتِدَآءِ وَهِیَ تُقْسَمُ اِذَنْ
ثَلٰثَةٌ تَامٌ وَّکَافٍ وَحَسَنٌ

ترجمہ:۔ اور یہ (وقوف) اب تقسیم کئے جاتے ہیں تین (قسموں) کی طرف وہ (تین قسمیں) تام، کافی اور حسن ہیں۔

(۳) وَهِیَ لِمَا تَمَّ فَاِنْ لَمْ یُوْجَدٖ
تَعَلُّقٌ اَوْکَانَ مَعْنًی فَابْتَدِیٔ

ترجمہ:۔ اور یہ (تینوں) اس (کلام کے وقف) کی قسمیں ہیں جو پورا ہوگیا ہو۔ پھر اگر نہ پایا جائے کسی قسم کا تعلق (نہ لفظی نہ معنوی) یا ہو وہ (تعلق) از روئے معنیٰ تو ابتداء کر (مابعد سے)

(٤) فَالتَّامُ فَالْکَافِیْ وَلَفْظًا فَامْنَعَنْ
اِلَّا رُؤُوْسُ الْاٰیِ جَوِّزْ فَالْحَسَنْ

(پہلی قسم جہاں مابعد سے کوئی تعلق نہ ہو) وقف تام ہے اور دوسری قسم جس میں مابعد سے لفظی تعلق نہ ہو صرف معنیٰ ہو) وقف کافی اور لفظاً ہو تو منع کر کیونکہ اسوقت اعادہ ضروری ہے۔

اشعار کی تشریح:۔ چونکہ تلاوت میں سانس لینے کی حاجت بھی ضرور پیش آتی ہے اس بناء پر قاری کیلئے ضروری ہے کہ حروف کی تصحیح کے قواعد اور احکام معلوم کر لینے کے بعد وقف وابتداء کے قواعد کا علم بھی حاصل کر لے یعنی وقف کرتے وقت ایسی جگہ اور اس طرح ٹھہرے جس سے عبارت کے معنیٰ میں بھی خلل نہ آئے اور کلمہ بھی مہمل اور غلط نہ ہو جائے۔ اور چونکہ وقف کے بعد ابتداء کی بھی حاجت ہوتی ہے اس بناء پر ضروری ہے کہ ایسی جگہ سے ایسی طرح ابتداء کرے کہ معنیٰ بھی درست ہیں اور کلمہ کی تقطیع بھی نہ ہو۔

ناظمؒ اس بیان میں وقف کی قسمیں اور محل وقف وابتداء کے قواعد بتانا چاہتے چانچہ فرماتے ہیں کہ وقف کی تین قسمیں ہیں۔

تام، کافی، حسن

اور یہ تینوں (تام، کافی، حسن) اس (کلام کے وقف) کی قسمیں ہیں جو (مطلب بتانے میں) کامل ہوگیا ہو یعنی اتنے الفاظ آ چکے ہوں کہ اگر پڑھنے والا اس پر ٹھہر جائے تو سننے والا اس کلام کا مقصود سمجھ سکے اور جو کلام ابھی پورا نہ ہوا ہو اسکے وقف کو تام، کافی، حسن کہنے کے بجائے قبیح کہتے ہیں۔ پس اگر (وقف والے کلمہ کا اور اس کے ماقبل کا بعد والے کلمہ سے) تعلق (بالکل) نہ پایا جائے (نہ معنی نہ ترکیباً جس کی صورت یہ ہے کہ پہلا مضمون بالکل ختم ہوگیا ہو اور دوسرا شروع

ہوتا ہو) یا (وہ تعلق صرف) معنی کی رو سے ہو تو (ان دونوں کے مابعد سے) ابتداء کروا عادہ کی ضرورت نہیں۔

پس (ان دونوں میں سے پہلا جس میں تعلق بالکل نہ رہا ہو وقف) تام ہے پھر (دوسرا جس میں تعلق م...
ہو وہ وقف) کافی ہے اور (اگر وہ تعلق) لفظ اور ترکیب کی رو سے بھی ہو تو اسکے مابعد سے ابتداء کرنے کو ضرور ناجائز...
دے۔ سوائے آیات کے سروں کے (کہ ان کے مابعد سے ابتداء کو بھی) جائز رکھا۔ پس (یہ تیسرا وقف) حسن ہے اور یہ...
ہے جس میں مابعد کے ساتھ ترکیب کی رو سے تعلق ہو لیکن مفہوم کی رو سے کلام تام ہو یعنی اتنا ہو جس سے مطلب سمجھ...
آجائے کیونکہ یہ تینوں ایسے ہی وقف کی قسمیں ہیں یا لیکن آیتوں کے سرے جو ہیں۔ ان کے مابعد سے ابتداء جائز رکھی گئی
ہے۔ پس (یہ تیسرا وقف) حسن ہے۔

(۲) ابتداء واعادہ کی تعریف مع ابتداء کی اقسام وتعریفات وامثلہ:۔

اعادہ:۔ وقف کے بعد پیچھے سے لوٹا کر پڑھنے کو اعادہ کہتے ہیں۔

ابتداء:۔ وقف کے بعد آگے شروع کرنے کو وقف کہتے ہیں۔

ابتداء کی پانچ قسمیں ہیں:۔ (۱) احسن (۲) حسن (۳) صحیح (۴) قبیح (۵) اقبح

(۱) احسن (عمدہ تر) وہ ہے کہ اگر اس سے پہلے جملے پر وقف نہ کریں تو مراد کے خلاف دوسرے معنی کا وہم ہوتا ہو یہ ابتداء تام اور کافی کے بعد سے ہوتی ہے پس وہم کے موقع پر وقف کر کے بعد والے کلام سے ابتداء کرنا بہتر ہے۔

مثالیں:۔ (۱) قَوْلُهُمْ (یونس، ویٰسٓ، میں) (۲) وَمَا نُعْلِنُ (ابراہیم میں) (۳) لِلْكٰفِرِيْنَ. (عنکبوت میں وزمر میں) (۴) اَصْحٰبُ النَّارِ. (مومن میں)

(۲) حسن وہ ہے جو اس تام اور کافی کے بعد سے ہو جس میں وصل کرنے سے مراد کے خلاف معنی کا وہم نہ ہوتا ہو۔

(۳) صحیح وہ ہے جو آیات کے بعد سے ہو عام ہے کہ ان کے بعد والا کلام پہلے کلام سے تعلق رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو جیسے۔
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ یا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا.

(۴) قبیح وہ ہے جس سے مقصد کے خلاف معنی پیدا ہوتے ہوں جیسے۔ عُزَيْرُ اور اَلْمَسِيْحُ پر وقف کر کے اِبْنُ سے ابتداء کرنا قبیح ہے اور ان دونوں سے پہلے الیھود اور النّصٰرٰی پر وقف کر کے خود عُزَيْرُ اور المسیحُ سے ابتداء کرنا زیادہ قبیح ہے۔

الورقۃ الثانیہ المقدمۃ الجزری

۱۴۳۶ھ/2015ء

السوال الاوّل..........(الف):۔

(۱) شعر نمبر (۱) لکھ کر صاحب قصیدہ کا جامع تعارف لکھئے۔ نیز شافعی وجذری کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ تفصیل سے لکھئے۔

(۲) حمد وصلوٰۃ پر تعارف کو مقدم کرنے کی وجہ لکھئے۔

جواب...............امور مطلوبہ:۔

(۱) شعر نمبر (۱) اور صاحب قصیدہ کا جامع تعارف شافعی اور جذری کے متعلق تفصیل۔

(۲) حمد وصلوٰۃ پر تعارف کو مقدم کرنے کی وجہ۔

(۱) شعر نمبر (۱) اور صاحب قصیدہ کا تعارف:۔

شعر نمبر (۱) اور صاحب قصیدہ کا تعارف 2014ء/۱۴۳۵ کے سوال اول جز (الف) میں گزر چکا ہے

(۲) شافعی وجذری کے متعلق تفصیل:۔ الشافعی نسبت ہے جس کا اطلاق امام محمد بن ادریس بن شافعی قرشی مطلبی اور ان کے مقلدین دونوں پر ہوتا ہے اور یہاں اسکے دو معنی ہوسکتے ہیں۔

(۱) ناظم مذہب کی رو سے شافعی ہیں۔

(۲) نسبت کی رو شافعی ہے اور پہلے معنی مقصد سے قریب اور مقام سے زیادہ مناسب ہے۔ قیاس یہ تھا کہ نسبت کو لا کر مقلد کو شافعی الشافعی کہتے ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ایک نسبت کو حذف کر دیتے ہیں۔ یہاں ایک باریک لطیفہ ہے اور وہ ہے کہ حنفیہ کی نسبت تو حقیقی ہے کہ خود امام صاحب ہی کی طرف ہے اور شافعیہ کی مجازی ہے کہ امام شافعی کے جدامجد کی طرف ہے۔

الجزری (جزیرہ والا) یہ جزیرہ ابن عمر کیطرف منسوب ہے اور بلاد شرق میں واقع ہے ابن ناظم اور ان کے متبعین اور قاموس کی رائے پر یہ موصل شہر کے شمال میں ہے جس کو نہر دجلہ ہلال کی طرح احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ابن عمر سے مراد صحابی نہیں جیسا کہ بعض کو وہم ہوا ہے بلکہ یہ عبدالعزیز بن عمر برقعیدی ہیں چونکہ انہوں نے اسکو آباد کیا تھا اسلئے ان کی طرف منسوب ہے۔

(۲) حمد وصلوٰۃ پر تعارف کو مقدم کرنے کی وجہ:۔

ناظمؒ عام مصنفین کے خلاف بسم اللہ کے بعد الحمد للہ کے بجائے اس شعر کو اس لئے لائے ہیں تاکہ وپتہ بتا کر شروع ہی میں اس تردد کو رفع کردیں کہ یہ نظم کس کی تصنیف ہے؟ نیز یہ تصنیف اعتماد کے قابل بھی ہوجائے کہ منقولات میں جب تک ناقل کا علم نہ ہو اس وقت تک شرعاً وعقلاً اس کے منقولات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

☆-----------------☆-----------------☆

السوال الاوّل (ب)..................:۔

(۱) شعر ۲،۳ مع ترجمہ لکھ کر بتائیے کہ مقریٔ القرآن مع محبہ کی شرح اور مراد کیا ہے؟

(۲) صلوٰۃ کا ذکر تو ہے، مگر اسلام کا نہیں؟ کیا یہ آیت قرآنی کے خلاف نہیں؟ اس کا جواب لکھئے۔

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) شعر ۲،۳ مع ترجمہ اور مقریٔ القرآن مع محبہ کی شرح ومراد۔

(۲) صلوٰۃ کے ساتھ سلام ذکر نہ کرنے کی وجہ۔

(۱) شعر ۲،۳ مع ترجمہ:۔ شعر ۲،۳ مع ترجمہ 2014ء/۱۴۳۵ کے سوال اول میں گزر چکا ہے۔

مقریٔ القرآن مع محبہ کی شرح ومراد:۔ ومقریٔ القرآن مع مُحِبّہٖ معطوف ثالث ہے مُحَمَّدٍ کیلئے۔

مقریٔ القرآن سے مراد قرآن پڑھانے والا ہے علامہ جزریؒ نے قرآن پڑھانے والے مقری کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے دعا اور سلام کیا ہے ساتھ اُس شخص کے جو قرآن کریم سے محبت کرنے والا ہے۔ حضرت علامہؒ نے مقریٔ قرآن اور محبِ قرآن کو اس لئے ذکر کیا تاکہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات مبارکہ کے ساتھ مطابقت پیدا ہوجائے جیسا کہ آپ ﷺ نے متعلم ومعلم قرآن کی افضلیت اور محبین قرآن کی کامیابی کی تصریح فرمائی ہے۔

(۲) صلوٰۃ کے ساتھ سلام ذکر نہ کرنے کی وجہ:۔

شاید زبان ہی سے ادا کرنے کو کافی سمجھ لیا ہو۔ اور اسی شبہ کی وجہ سے نوویؒ کا یہ ارشاد ہے کہ علماء کی تصریح پر سلام کے بغیر صلوٰۃ کا ذکر مکروہ ہے اور حق وہ ہے جو ناظمؒ علام کی ''مفتاح الحصین'' میں درج ہے اور وہ یہ ہے کہ صلوٰۃ اور سلام دونوں کا جمع کرلینا افضل ہے اور یہ بھی بلا کراہت درست ہے کہ دونوں میں سے ایک ہی پر بس کرلیں۔ اور سلف کی ایک جماعت بھی اسی پر ہے چنانچہ امام مسلمؒ اپنی صحیح میں اور امام ولی اللہ ابوالقاسم شاطبیؒ حرز الامانی اور قصیدہ رائیہ میں صرف

صلوٰۃ لائے ہیں۔ رہا نووی کا مذکورہ بالا ارشاد سو اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام دونوں کا ایک دم لانا واجب نہیں ہے نہ علماء کی رائے پر اور نہ ان کے ماسوا کے قول پر اور نہ آیت ہی میں اس پر کوئی دلالت ہے پس اس سے کراہت لازم نہیں آتی۔

السوال الثانی..............(الف):۔

(۱) اشعار ۵، ۶، ۷، ۸ مع ترجمہ لکھ کر بے غبار تشریح کیجئے۔ نیز لفظ واجب سے کیا مراد ہے؟

(۲) رسم عثمانی کے متعلق جامع خلاصہ تحریر کیجئے۔

جواب............امور مطلوبہ:۔

(۱) اشعار ۵، ۶، ۷، ۸ مع ترجمہ وتشریح اور واجب کی مراد۔

(۲) رسم عثمانی پر جامع تفصیل۔

(۱) اشعار ۵، ۶، ۷، ۸ مع ترجمہ وتشریح اور واجب کی مراد:۔

إِذْ وَاجِبٌ عَلَيْهِمْ مُحَتَّمْ قَبْلَ الشُّرُوْعِ أَوَّلاً أَنْ يَعْلَمُوْ

ترجمہ:۔ اس لئے کہ ان (قرآن پڑھنے والوں) پر ایسا واجب ہے جو ضروری (اور لازم) کیا ہوا ہے کہ (قرآن کے) شروع کرنے سے پہلے اول ہی میں معلوم کرلیں۔

مَخَارِجَ الْحُرُوْفِ وَالصِّفَاتِ لِيَلْفِظُوْا بِأَفْصَحِ اللُّغَاتِ

ترجمہ:۔ حروف کے مخارج اور صفات کو تاکہ (قرآن کے حروف کو) عمدہ ترین لغت کے موافق ادا کرسکیں۔

مُحَرِّرِي التَّجْوِيْدِ وَالْمَوَاقِفِ وَمَا الَّذِيْ رُسِمَ فِي الْمَصَاحِفِ

ترجمہ:۔ حالانکہ وہ سنوارنے والے (اور تحقیق کرنے والے) ہوں تجوید کے اور وقف کے موقعوں کے اور اس کے (بھی) جو عثمانی قرآن شریفوں میں لکھا گیا ہے۔

مِنْ كُلِّ مَقْطُوْعٍ وَمَوْصُوْلٍ بِهَا وَتَاءِ أُنْثٰى لَمْ تَكُنْ تُكْتَبْ بِهَا

ترجمہ:۔ یعنی ہر اس مقطوع اور موصول کے جو ان (قرآنوں) میں ہے اور تانیث کی (اس) تائی (بھی تحقیق کرنے والے ہوں) جو ھا کی شکل میں (گول) نہیں لکھی گئی ہے۔

إِذْ وَاجِبٌ میں واجب سے فقہی واجب بھی مراد ہوسکتا ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور ترک کرنے والا عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور اصطلاحی اور عرفی واجب بھی مراد لے سکتے ہیں جس کا ترک صرف برا ہے گناہ کا موجب نہیں پہلی

صورت میں واجب کا تعلق صرف مخارج صفات، مثلین اور متجانسین کے ادغام پر وقف کرنے سے اور تائے مجرورہ پڑتا، ہی کے ساتھ اور موصول پر صرف دوسرے کلمہ پر وقف کرنے سے اور ابتداء واعادہ کے وقف ہمزہ وصلی کو اس کی حرکت کے موافق صحیح پڑھنے سے ہوگا۔ کیونکہ یہ چھ چیزیں اس طور پر واجب ہیں کہ ان کا ترک کرنیوالا عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ پس فقہی واجب مراد لینے کی صورت میں قصیدہ کے تمام مسائل اِذْوَاجِبٌ کے تحت میں داخل نہ ہوں گے۔

اور دوسری صورت میں یعنی جب کہ واجب سے اصطلاحی وعرفی واجب مراد لیا جائے تو پھر قصیدہ کے تمام مسائل وَاجِبٌ کے تحت میں داخل ہوسکتے ہیں۔

ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔(۱) تعریف (۲) موضوع (۳) غرض (۴) حکم. اور یہاں بھی ناظمؒ نے کتاب کا نام بتا کر وَاجِبٌ عَلَيْهِمْ سے حکم اور اَنْ يَّعْلَمُوْا مخارج الحروف والصِّفاتِ سے علم تجوید کی تعریف اور الحروف سے موضوع اور لیلفظو سے غرض بیان فرمائی ہے اس طرح ہر کہ قرآن مجید حروف کو مخارج اور صفات کے مطابق صحیح پڑھنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے اور علم بغیر عمل کے مشکل ہے اس لیے علم تجوید کے دوسرے مسائل اس درجہ میں ضروری نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ پہلے لیلفظو میں غرض بتادی اور پھر ان کو محرری کے ذریعہ بیان کیا ہے جو ایک نرم عنوان ہے پس چوں کہ قرآن کیلئے ان کا جاننا بھی ضروری ہے اسلئے ان کو بھی وَاجِبٌ ہی کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے۔

اور علم رسم الخط کے وہ مسائل جن کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں قرآن کو جمع کیا اور سورتوں کو بھی مرتب کردیا اور اس کے نسخے کئی ایک شہروں (مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ اور شام) میں پھیلا دیے۔ اسی لیے اس رسم کی نسبت حضرت عثمانؓ کی طرف کی جاتی ہے۔ یہ رسم توقیفی اور سماعی ہے قیاس ورائے کا اس میں دخل نہیں، امام کسائیؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ قرآن کی لکھائی میں بہت سی عجیب عجیب اور نئی نئی چیزیں ہیں جن میں عقلاء کی عقلیں حیران اور بلیغ لوگوں کی رائیں ان کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ اور جس طرح قرآن کے الفاظ معجز ہیں اسی طرح اس کی لکھائی کی بھید بھی انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ رسم حروف مقطعات اور متشابہات کے قبیل سے ہے جن کی اصل مراد حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

مقطوع وموصول سے رومیؒ کے ارشاد کے موافق حروف مراد نہیں بلکہ وہ کلمات مراد ہیں جو عثمانی قرآنوں میں اصل کے موافق منفصل یا کسی حکمت کی بناء پر متصل لکھے ہوئے ہیں۔ قصیدہ کے کل مضامین بیس عنوانات پر مشتمل ہیں۔

(۲) رسم عثمانی پر جامع تفصیل:۔

رسم عثمانی پر جامع تفصیل بحث وَمَاالَّذِیْ رُسِمَ فِی الْمَصَاحِفِ والے شعر میں گزر چکی ہے۔

السوال الثانی (ب)...............:۔

(۱) مخرج وحرف کی اصطلاحی تعریف لکھ کر تعداد میں اختلاف کو تطبیق دیں اور حروف کے نام لکھئے۔

(۲) خروج حروف کے مقامات کتنے ہیں؟ مصنف کی رائے بھی تحریر کریں۔

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) مخرج وحرف کی اصطلاحی تعریف، حروف ومخارج کی تعداد میں اختلاف۔

(۲) خروج حروف کے مقامات اور مصنف کی رائے۔

مخرج وحرف کی اصطلاحی تعریف:۔

مخرج قراء کی اصطلاح میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس سے حرف نکلتا ہے۔(مخارج کے مقامات تین ہیں، حلق، زبان، اور ہونٹ اور ایک جماعت کی رائے پر پانچ ہیں یعنی مذکورہ بالا تین اور خیشوم وجوف اور ناظمؒ بھی انہی میں سے ہیں۔

حروف کی اصطلاحی تعریف:۔

حرف اس آواز کا نام ہے جو کسی محقق یا مقدر مخرج سے تعلق رکھے اور وضع کی رو سے انسان کے ساتھ خاص ہو۔

حروف ومخارج کی تعداد میں اختلاف:۔

مخارج کی تعداد حروف کی تعداد سے کم اسلئے ہیں کہ بعض مخارج میں دو دو اور بعض میں تین تین حروف مشترک ہیں جسکی وجہ سے مخارج کم اور حروف زیادہ ہیں یعنی ہر حرف کیلئے علیحدہ مخرج کی ضرورت نہیں پڑتی۔

حروف کے نام:۔

حروف حلقی حروف لہاتیہ حروف شجریہ حرف حافیہ حروف طرفیہ

حروف نطعیہ حروف لثویہ حروف صفیریہ حروف شفویہ حروف غنہ

(۲) خروج حروف کے مقامات اور مصنف کی رائے۔

مخارج کے مقامات تین ہیں۔ حلق، زبان اور ہونٹ اور ایک جماعت کی رائے پر پانچ ہیں یعنی مذکورہ بالا تین اور خیشوم وجوف اور ناظم بھی انہی میں سے ہیں۔

السوال الثالث..............(الف):۔

(۱) شعر نمبر ۵۲ مع تشریح لکھ کر بعد والے شعر میں جو حروف مثالاً مذکور ہیں انہیں لکھئے۔ نیز عنوان لکھنا نہ بھولیں۔

(۲) ض اور ظ میں بنیادی فرق تحریر کیجئے۔ محمد ابرار 0300-4545376

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(۱) شعر نمبر ۵۲ مع تشریح، مثالوں میں مذکورہ حروف اور عنوان کا نام۔

(۲) ضاد اور ظاء میں بنیادی فرق۔

(۱) شعر نمبر ۵۲ مع تشریح:۔

وَالضَّادَ بِاسْتِطَالَةٍ وَمَخْرَجِ مَيِّزْ مِنَ الظَّآءِ وَكُلُّهَا تَجِيْ

ترجمہ:۔ اور ضاد کو استطالت اور مخرج کے ذریعے ظا سے جدا کردے اور اس (ظا) کے (حرف کے) تمام (افراد ان الفاظ میں) آرہے ہیں (جو آئندہ سات شعر میں آئے ہیں۔)

چونکہ ضاد کا ادا کرنا مشکل ہے اس لئے عام طور پر لوگ اسکو غلط پڑھتے ہیں چنانچہ کوئی اس کو پُر دال کی اور بعض غین کی شکل میں اور بعض ظاء کے مشابہہ اور بعض صاف ظا پڑھتے ہیں۔ اسلئے ناظمؒ فرماتے ہیں چونکہ دو چیزوں کے ذریعہ ان میں جدائی ہوسکتی ہے۔ اس لئے انکو ایک دوسرے سے ممتاز کر کے ہی پڑھنا چاہئے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) مخرج سے اسطرح پر کہ ضاد کو زبان کی بائیں کروٹ کو اوپر کی آخری چار یا پانچ داڑھوں سے پوری طرح لگانے سے ادا ہوتا ہے اور زبان کے سرے کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اور ظا کے ادا کرنے میں صرف زبان کی نوک ثنایا علیا کے سروں سے لگتی ہے۔

(۲) استطالت کی صفت سے کہ ضاد میں حافہ کے شروع سے اس کے آخر تک (پورے مخرج میں) آواز پہنچائی جاتی ہے جس کے سبب اُس کی آواز دراز ہوتی ہے۔ اور ظا میں یہ بات نہیں۔

مثالوں میں مذکورہ حروف:۔

لِظَعْنِ ظِلِّ الظُّهْرِ عُظْمِ الحِفْظِ أَيْقِظْ وَأَنْظِرْ عَظْمِ ظَهْرِ اللَّفْظِ

(۲) ضاد اور ظاء میں بنیادی فرق:۔

ضاد اور ظا میں بنیادی فرق شعر کی تشریح میں بیان ہو چکا ہے۔

السوال الثالث (ب)..................:۔

(۱) باب الوقف والابتداء کے ابتدائی دوشعر مع ترجمہ لکھ کر ابتداء، اعادہ، وقف تام، وقف کافی اور وقف حسن کی تعریفات قلم بند کیجئے۔

(۲) عیوب تلاوت تحریر کیجئے۔

جواب.............امور مطلوبہ:۔

(۱) باب الوقف والابتداء کے ابتدائی دوشعر مع ترجمہ، ابتداء، اعادہ، وقف کی اقسام۔

(۲) عیوب تلاوت۔

(۱) باب الوقف والابتداء کے ابتدائی دوشعر مع ترجمہ، ابتداء، اعادہ، وقف کی اقسام:۔

باب الوقف والابتداء کے ابتدائی دوشعر مع ترجمہ، اور ابتداء اعادہ اور وقف کی اقسام ۱۴۳۵ھ/2014ء کے سوال ثالث جز (ب) میں تفصیلاً گزر چکی ہے۔

(۲) عیوب تلاوت:۔

(۱) تمطیط:۔ ترتیل میں مدات و حرکات وسکنات میں حد سے زیادہ دیر کرنا (مکروہ)۔

(۲) تخلیط:۔ حدر میں اس قدر جلدی کرنا کہ حروف جدا جدا ہو کر سمجھ میں نہ آئیں اور اسکو ادماج بھی کہتے ہیں۔ (حرام)

(۳) تنفیش:۔ حرکات کو پورا نہ ادا کرنا (مکروہ)

(۴) تمضیغ:۔ حرفوں کو چبا کر پڑھنا (مکروہ)

(۵) تطنین:۔ گنگنی آواز سے پڑھنا اور ہر حرف کی آواز کا ناک میں لے جانا (اگر یہ آواز طبعی ہے تو مکروہ ورنہ حرام)

(۶) تھمیز:۔ ہر حرف ہمزہ ملا دینا۔ (حرام)

(۷) تعویق:۔ کلمہ کے درمیان حرف پر وقف کر کے اسکے مابعد سے ابتداء کرنا۔ (حرام)

(۸) وشبہ:۔ پہلے حرف کو نا تمام چھوڑ کر دوسرے کا شروع کر دینا۔ (مکروہ)

(۹) عنعنہ:۔ ہمزہ کے یا کسی اور حرف کیساتھ عین کی آواز ملا دینا۔ (حرام)

(۱۰) ھمھمہ:۔ کسی حرف مخفف کو مشدد پڑھنا۔ (حرام)

(۱۱) زمزمہ:۔ قرآن مجید کو گانے کے طور پر پڑھنا۔ (حرام)

(۱۲) ترقیص:۔ آواز کو نچانا اور کبھی بلند اور کبھی نیچا کرنا۔ اگر تجوید کی حد میں رہے تو مکروہ ورنہ حرام ہے۔

الورقة الثانیه مقدمة الجزری

۱۴۳۷ھ، 2016ء

السوال الاوّل..........(الف):۔

(۱) شعر(۱)........یقول........سے مصنف نے کتاب کا آغاز کر کے پھر حمد وصلوۃ ذکر فرمائی ہے۔ معمول کے طریقہ سے ہٹ کر اسکی وجہ لکھ کر تینوں ابتدائی اشعار مع تشریح لکھئے۔

(۲) شافعی کس نسبت سے کہا گیا ہے؟

جواب...............امور مطلوبہ:۔

(۱) حمد وصلوۃ پر کتاب کو مقدم کرنے کی وجہ اور ابتدائی تینوں اشعار مع ترجمہ وتشریح۔

(۲) نسبت شافعی ہونے کی وجہ۔

(۱) حمد وصلوۃ پر کتاب کے آغاز کو مقدم کرنے کی وجہ اور ابتدائی تینوں اشعار مع ترجمہ وتشریح:۔

اغاز کتاب کو مقدم کرنے کی وجہ 2015ء، ۱۴۳۶ھ کے سوال اول جز ثانی اور پہلے تینوں اشعار مع ترجمہ 2014ء، ۱۴۳۵ھ کے سوال اول جز اول میں گزر چکا ہے۔

(۲) نسبت شافعی ہونے کی وجہ:۔

نسبت شافعی ہونے کی وجہ ۱۴۳۶ھ/2015ء سوال اول کے جز اول میں گزر چکا ہے۔

☆--------------------☆--------------------☆

السوال الاوّل (ب)...................:۔

(۱) شعر محرری............اور اگلا شعر (۸) لکھ کر ترجمہ کریں۔ اور بتائیں کہ مصاحف سے کیا مراد ہے۔

(۲) مخرج کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کے کتنے مخارج ہیں۔ اصول ثلثہ کسے کہتے ہیں۔

جواب...............امور مطلوبہ:۔

(۱) شعر محرری اور شعر (۸) مع ترجمہ اور مصاحف کی مراد۔

(۲) مخرج کی اقسام، ان ہر ایک میں مخارج کی تعداد اور اصول ثلثہ کی تعریف۔

(۱) شعر محرری اور شعر (۸) مع ترجمہ اور مصاحف کی مراد:۔

شعر محرری اور شعر (۸) کا ترجمہ اور مصاحف کی مراد ۱۴۳۶ھ/2015ء کے سوال ثانی الف جز میں اشعار کی تشریح گزر چکا ہے۔

(۲) مخرج کی اقسام، ان ہر ایک میں مخارج کی تعداد اور اصول ثلثہ کی تعریف:۔

مخرج کی دو اقسام ہیں:۔

(۱) مخرج محقق۔

(۲) مخرج مقدر

(۱) مخرج محقق:۔ حلق زبان اور دونوں ہونٹوں کے اس معین جز کا نام ہے جس پر حرف کی آواز بند ہوتی ہوئی محسوس ہو۔

(۲) مخرج مقدر:۔ وہ مخرج جس پر حرف کی آواز بند ہو سکے گو اس کا بند ہونا محسوس نہ ہو اور یہ قاری کی رائے پر صرف جوف دہن ہے اور بعض کی رائے پر خیشوم بھی مخرج مقدر ہے۔

مخرج محقق کی اقسام میں مخارج کی تعداد:۔

حلق میں تین مخارج، زبان میں دس مخارج اور ہونٹوں میں دو مخرج ہیں۔

مخرج مقدر کی اقسام میں مخارج کی تعداد:۔

جوف دہن میں ایک اور خیشوم میں ایک مخرج ہے۔

☆-------------------☆-------------------☆

السوال الثانی (الف)۔۔۔۔۔۔:۔

(۱) صفات غیر متضادہ کو مصنف نے تین اشعار میں بیان فرمایا ہے جس کا ابتدائی شعر ۲۴ صفیر ھا۔۔۔۔ ہے، آپ تینوں ۲۴، ۲۵، ۲۶ نمبر اشعار لکھ کر بے غبار تشریح کریں

(۲) صفات قویہ اور ضعیفہ کون کون سی ہیں؟

جواب امور مطلوبہ..... ....:۔

(۱) صفات غیر متضادہ کے اشعار مع ترجمہ و تشریح۔

(۲) صفات میں قویہ اور ضعیفہ۔

(۱) صفات غیر متضادہ کے اشعار مع ترجمہ وتشریح:۔

صفیرھا صاد وزای سین قلقلة قطب جد و اللین

اوران حروف میں کے صفیر صاد اور زا اور سین ہیں اور قلقلہ کے حروف قطب جد کے حروف ہیں اور لین۔

وآو ویآء سَکَنَا وانفَتَحَا قبلهما والا نحراف صححا

اور ایسے واو اور یا ہیں کہ وہ دونوں ساکن ہوں۔اوران دونوں سے پہلا حرف زبر والا اور انحراف صحیح کردیا گیا ہے۔

فی اللّام والراء وبتکریر جعل ولتفشی الشین ضاد ن استطل

لام اور را میں اور وہ (را) تکریر کیساتھ مقرر کی گئی ہے یعنی را میں صفت تکریر بھی ہے اور تفشی کے لئے شین ہے اور ضاد کو استطالت سے پڑھ۔

یہ وہ صفات ہیں جن کی ضد کیلئے کوئی اصطلاحی نام مقرر نہیں ہے اب ان کے بھی لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیے جاتے ہیں۔

نمبرا صفیر:۔ دراز اور باریک آواز جو چڑیوں اور بعض پرندوں کی ہوتی ہے یعنی حرف کے ادا کرتے وقت ایسی تیز آواز کا نکلنا جیسے سیٹی بجانے کے وقت نکلتی ہے اور یہ زس ص کے تین حروف میں ہے اور یہ صفت جہر کے سبب زا میں قوی تر اور اس میں اس سے کم اور صاد میں استعلاء واطباق کے سبب میں اس سے بھی کمتر ہے

(۲) قلقلہ:۔ ہلانا اور حرکت دینا، یعنی حرف کے ادا کرتے وقت مخرج کو حرکت ہونا اور یہ قطب جد کے پانچ حروف میں ہے جب یہ پانچوں ساکن ہوتے ہیں تو انکے ادا کرتے وقت زبان اور ہونٹوں میں ایک طرح کی حرکت پائی جاتی ہے۔

(۳) لین:۔نرم ہونا یعنی حرف کے ادا کرتے وقت ایسی نرمی کا پایا جانا کہ اگر اس حرف میں مد کرنا چاہیں تو کرسکیں۔اور یہ اس واو اور یا میں ہے جو خود تو ساکن ہوں اوران سے پہلے حرف پر زبر ہو جیسے بَوْ بَیْ اوران میں سے یالین کو زبان اور تالو کے درمیان سے اور واو لین کو ہونٹوں سے ادا کرنا چاہیئے۔

(۴) انحراف:۔ ہٹنا اور پھرنا پھر حرف کا اپنے مخرج سے گزر کر دوسرے کے مخرج تک پہنچ جانا اور یہ ل ر کے دو حرفوں میں ہے۔پس لام تو زبان کی نوک تک پہنچ جاتا ہے۔ جو را کا مخرج ہے اور را نون کے مخرج سے گزر کر لام کے مخرج تک پہنچ جاتی ہے۔اسی لیئے تو تلا آدمی را کے بجائے لام استعمال کرتا ہے۔یہ ناظمؒ کی رائے ہے اور سیبویہ کی عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے اور نحاۃ اور قراء میں سے اکثر مصنفین صرف لام کو منحرفہ کہتے ہیں اور ابن حاجب اور دانیؒ بھی انہی میں سے ہیں۔

(۵) تکریر:۔ کسی چیز کا لوٹانا اور ایک مرتبہ سے زیادہ کرنا عام ہے کہ دو بار ہو یا کئی بار یعنی حرف کی ادا میں زبان کو لرزہ ہو کر اس کی ایک ہی آواز کا کئی جیسا ہو جانا اور یہ حرف راء میں ہے پس حرکت والی میں لرزہ کم اور ساکنہ میں زیادہ ہوتا ہے لیکن اسکی آواز دوہری آواز کے ساتھ ہوتی ہے حقیقت میں دوہری نہیں ہوتی اور یہ صفت اسمیں خود پائی جاتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اسمیں خود تکرار پیدا کیا جائے۔

(۶) تفشی:۔ پھیلنا یعنی حرف کے ادا کرتے وقت ہوا کا منہ میں پھیلنا اور طاء کے مخرج تک پہنچ جانا یہ حرف شین میں ہے پس اسکے ادا کرنے میں زبان اور تالو کے درمیان سے ایک ہوا نکلتی ہے اور تمہید میں ہے کہ تفشی شین کی صفت ہے کیوں کہ جب اسکو ادا کرتے ہیں تو اسکے مخرج میں ہوا پھیل کر ظاء کے مخرج تک پہنچ جاتی ہے۔ اور بعض کی رائے پر یاء میں بھی تفشی ہے ناظمؒ فرماتے ہے کہ واؤ کا بھی یہی حال ہے اور ایک جماعت کی رائے پر تفشی کے حروف آٹھ ہیں۔

نمبر ۷ استطالت:۔ لمبا ہونا یعنی حرف کی آواز کا آہستہ آہستہ دراز ہو کر زبان کی کروٹ کے شروع والے حصہ سے آخری حصہ تک پہنچ کر لام کے مخرج تک پہنچ جانا۔ اور یہ حرف ضاد میں ہے اور اسی ایک صفت میں اور مخرج میں ضاد ظاء سے جدا ہے رہیں باقی پانچ صفات جہر رخاوت واستعلاء واطباق اصمات سو ان میں دونوں مشترک ہیں۔ اور مخرج اور استطالت میں جدا ہونے کے سبب ضاد کی آواز ظاء سے ممتاز اور جدا ہونی چاہیئے اور اسکی صورت یہ ہے کہ بہ نسبت ظاء کے ضاد کی آواز میں قدرے درازی کی جائے۔ لیکن ایسی درازی نہ ہو جس سے تکرار کی یا مد کی صورت پیدا ہو جائے۔

(۲) صفات میں قویہ اور ضعیفہ:۔ مشہور صفات میں سے تیرہ قوی اور بارہ ضعیف ہیں۔ قوی یہ ہیں متضادہ میں سے نمبر ا جہر نمبر ۲ شدت نمبر ۳ استعلاء نمبر ۴ اطباق نمبر ۵ اصمات اور غیر متضادہ میں سے نمبر ۶ صفیر اور نمبر ۷ قلقلہ نمبر ۸ تفشی نمبر ۹ انحراف نمبر ۱۰ تکریر نمبر ۱۱ استطالت نمبر ۱۲ تفخیم نمبر ۱۳ غنہ اور ضعیف یہ ہیں متضادہ میں سے نمبر ا ھمس نمبر ۲ رخاوت نمبر ۳ توسط نمبر ۴ استفال نمبر ۵ انفتاح نمبر ۶ ازلاق اور غیر متضادہ میں سے نمبر ۷ لین نمبر ۸ ترقیق نمبر ۹ نفخ نمبر ۱۰ مد نمبر ۱۱ ہوا نمبر ۱۲ اعتلال اور حرف میں جتنی صفات قوت کی پائی جاتی ہیں۔ اتنا ہی قوی ہوتا ہے اور جتنی صفات ضعف کی پائی جاتی ہے اسی انداز سے حرف ضعیف ہوتا ہے۔

☆-----------------------☆-----------------------☆

السوال الثانی (ب)..............:۔

.(۱) باب الراءات کا آغاز ورقق الراء۔۔۔۔سے ہوا ہے اور اس باب میں کل تین شعر ہیں تینوں اشعار لکھ کر تشریح کریں اور بتائیں کہ را میں اصل تفخیم ہے یا ترقیق؟ whatsapp = 0300-4545376

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) باب الراءات کے اشعار مع ترجمہ وتشریح اور را میں تفخیم یا ترقیق کی اصلیت کا حکم۔

(۱) باب الراءات کے اشعار مع ترجمہ:۔

باب الراءات کے اشعار مع ترجمہ ۱۴۳۵/2014 کے سوال اول جز دوم میں گزر چکے ہیں۔

اشعار کی تشریح اور را کی تفخیم وترقیق کے اصل ہونے کی وجہ:۔

را میں اصل تفخیم ہے اور جب بھی ترقیق ہوتی ہے کسی سبب کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسباب یہ ہیں۔ را کا کسرہ ہو پھر عام ہے کہ وہ لازمی ہو جیسے رِجَالٌ . اَلْغَارِمِیْنَ یا عارضی ہو جیسے اَنْذِرِ النَّاسَ نیز عام ہے کہ وہ کسرہ کامل ہو جیسے وَالْفَجْر، عَشْر، والوتر.

نیز اس را سے پہلا حرف ساکن ہو یا حرکت والا ہو نیز اسکے بعد استعلاء کا حرف نہ ہو (الرِّقاب اور رِزْقًا) فعل میں ہو یا اسم میں (وَبُرِزَتْ، اَلرِّیح) غرض ان پندرہ کی پندرہ صورتوں میں را کسرہ کی وجہ سے باریک ہوتی ہے۔ فِرْقٍ کی را میں اختلاف ہے مکی۔ صقلی۔ ابن شریح نے قطعی طور پر ترقیق بیان کی ہے اور اس پر اجماع کا بھی دعوٰی کیا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب قاف پر کسرہ ہونے کے سبب اس کی تفخیم میں کمی آ گئی ہے تو یہ را کی تفخیم میں کس طرح اثر انداز ہو سکتی ہے اور باقی حضرات تفخیم پر ہیں اس بنا پر کہ را سے پہلا کسرہ جو ترقیق کا سبب ہے استعلاء کے حرف کے مقابلہ میں ضعیف ہے اور وہ ترقیق کیلئے مانع ہے۔

دانیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں وجوہ عمدہ ہیں اور جب را مشدد ہو تو اسکی تکریر کو چھپانا چاہیئے۔

مکیؒ فرماتے ہیں کہ قراءۃ کے وقت را میں تکریر کا چھپانا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر اس کا اظہار ہو گیا تو را ساکنہ سے دو اور مشدد یا کئی را بن جائیں گی۔

☆-----------------☆-----------------☆

السوال الثالث..............(الف):۔

(ا) شعر (۵۰)۔۔۔۔واوّلی مثل۔۔۔۔۔کس عنوان کے ذیل میں ہے؟ اور بغیر اشعار بھی لکھیں اور ایسی تشریح کریں کہ تشنگی نہ رہے، مثالیں لکھنا نہ بھولیں۔

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(ا) شعر (۵۰) اور بقیہ اشعار مع ترجمہ وتشریح اور مثالیں۔عنوان کا نام۔

(ا) شعر (۵۰) اور بقیہ اشعار مع ترجمہ وتشریح اور مثالیں:۔

شعر (۵۰) اور بقیہ اشعار مع ترجمہ وتشریح اور مثالیں ۱۴۳۴/2013 کے سوال ثانی کے جز (ب) میں تفصیل گزر چکا ہے۔

عنوان:۔

شعر (۵۰) اور بقیہ اشعار کا عنوان باب الادغام ہے۔

☆۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔☆۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔☆

السوال الثالث (ب)..............:۔

(ا) باب المد کے زیرِ عنوان صاحب کتاب نے چار شعر ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ذکر کیے اور ۶۹ کا آغاز والمدّ لازمٌ سے فرمایا، آپ چاروں اشعار لکھ کر ایسی تشریح کریں کہ جامعیت کا گمان ہو چلے۔

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(ا) باب المد کے زیرِ عنوان چار اشعار

(ا) باب المد کے زیرِ عنوان چار اشعار میں سے پہلے دو اشعار مع جامع تفصیل:۔

باب المد کے زیرِ عنوان چار اشعار میں سے پہلے دو اشعار مع جامع تفصیل پرچہ ۱۴۳۵/2014 کے سوال ثالث جز اول میں گزر چکا ہے۔ جبکہ شعر ۳، ۴ ذکر کیے جاتے ہیں۔

شعر ۷۱ وَوَاجِبٌ اِنْ جَآءَ قَبْلَ هَمْزَةٍ مُتَّصِلاً اِنْ جُمِعَا بِكَلِمَةٍ

شعر ۷۲ وَجَائِزٌ اِذَا اَتٰى مُنْفَصِلاً اَوْعَرَضَ السُّكُوْنُ وقفاً مُسْجِلاً

الورقة الثالثة

تفهيم الوقوف

الورقة الثالثة تفهیم الوقوف

۱۴۳۴ھ/2013ء

السوال الاوّل (الف)..............

(۱) استعاذہ اور بسملہ کا پڑھنا کن مواقع میں ضروری ہے؟(10)

(۲) امام عاصم رحمہ اللہ کے نزدیک بسم اللہ قرآن کا جزء ہے یا ہر سورت کا؟(8)

(۳) ابتداءِ سورت وسطِ تلاوت کی صورت میں وصل وفصل کی جو صورتیں ہیں وہ تحریر کریں اور ان میں جائز و ناجائز صورتوں کی تعیین کریں(15)........(33)

جواب.........امورِ مطلوبہ:۔

(۱) استعاذہ اور بسملہ پڑھنے کے مواقع۔

(۲) امام عاصمؒ کے نزدیک بسم اللہ جزءِ قرآن ہے یا جزءِ سورت۔

(۳) ابتداء سورت وسطِ تلاوت کی وصل وفصل کی صورتیں مع تعیین جواز وعدم جواز۔

(۱) استعاذہ اور بسملہ پڑھنے کے مواقع:۔

استعاذہ اگرچہ قرآن میں سے نہیں ہے لیکن ہم عند القراءۃ اس پر مامور ہے اور وہ قبل از قراءتِ قرآن مشروع یعنی لازم و واجب ہے یا مستحب ومسنون ۔الاستعاذۃ کی مشروعیت خود قرآن کریم ہی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں .فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ " اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو'' اگر بین القراءۃ ارادۃً یا غیر ارادۃً کوئی اجنبی کلام ہو جائے خواہ سلام کا جواب ہی دیا جائے تو استعاذہ دُہرانا لازم وضروری ہوتا ہے۔لِاَنَّ اَلْاِسْتِعَاذَةَ فَارِقَةٌ (۱) بَيْنَ الْقُرْاٰنِ وَغَيْرِهٖ.

حاشیہ(۱) فرق وامتیاز پیدا کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں مسنون ہے بسملۃ چونکہ مصحف امام میں ہر سورت کی ابتداء میں مکتوب ومرسوم ہے۔بجز سورۃ برآءۃ کے۔اس لئے سورۃ برآءۃ کے علاوہ ہر سورۃ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا چاہیے۔اسے اصطلاح قراء میں :البسملۃ: کہتے ہیں۔اور اصطلاح فقہاء میں :التسمیۃ: ابتداء

سورت میں مسنون ہے۔ برابر ہے کہ سورۃ سے ابتداء کی جائے یا بین التلاوت کوئی سورت شروع کی جائے۔

(۲) امام عاصمؒ کے نزدیک بسم اللہ جزءِ قرآن ہے یا جزءِ سورت:۔ امام عاصمؒ کے نزدیک جن کی روایتِ حفص تمام جہاں میں پڑھی جاتی ہے اُن کے یہاں بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے تو اس لحاظ سے جس سورت کو قاری بلا بسم اللہ پڑھیگا۔ تو وہ سورت امام عاصمؒ کے نزدیک ناقص ہوگی ایسے ہی اگر سارا قرآن پڑھا جائے تو جتنی سورتوں میں بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اتنی آیتیں قرآن شریف میں ناقص ہوں گی۔

(۳) ابتداءِ سورت وسطِ تلاوت کی وصل وفصل کی صورتیں مع تعیین جواز وعدم جواز۔ اور جب ابتداءِ سورت وسطِ قراءت میں ہو۔۔۔۔ یعنی کسی سورت کو ختم کر کے وہی سورت شروع کی جائے یا کوئی اور سورت شروع کی جائے خواہ مرتب(۱) ہو یا غیر مرتب۔ تو وصل وفصل کے لحاظ سے اس صورت میں بھی چار صورتیں بنتی ہیں۔ لیکن اِن میں تین صورتیں جائز اور ایک ناجائز ہے جائز صورتیں یہ ہیں:

حاشیہ(۱) یعنی ترتیب کے لحاظ سے وہی بعد والی سورت ہو یا کوئی دوسری ہو دونوں ٹھیک ہے۔

(۱) (۲) وصلِ کل: یعنی ختم ہونے والی سورت کو بسم اللہ سے اور بسم اللہ کو شروع ہونے والی سورت سے ملا کر ایک سانس میں پڑھنا اسکو: وصل وصل: بھی کہتے ہیں۔ جس کی صورت یہ ہے۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . الٓمّٓ

حاشیہ(۲) یعنی تینوں کو ملانا ایک سانس کے ساتھ۔

(۲) (۳) فصلِ کل: یعنی ختم ہونے والی سورت پر وقف کر کے سانس لینا، بسم اللہ پڑھ کر سانس لینا اور پھر سورت شروع کرنا اسکو وقف: بھی کہتے ہیں، جسکی صورت یہ ہے۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . الٓمّٓ.

حاشیہ(۳) تینوں کو جدا کر کے پڑھنا علیحدہ سانس کیساتھ۔

(۳) (٤) فصل اوّل، وصل ثانی: یعنی ختم ہونے والی سورت پر وقف کر کے سانس لینا اور پھر بسم اللہ اور سورت ملا کر ایک سانس سے پڑھنا اسکو: قفْ وصِلْ : کہتے ہیں جسکی صورت یہ ہے. غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . الٓمّٓ

حاشیہ(٤) اول کو علیحدہ ایک سانس اور دوسرے دو کو ملا کر ایک سانس سے پڑھنا۔

(٤) (٥) وصلِ اَوّل فَصل ثانی: یہ صورت جائز نہیں ہے اس لئے کہ بسم اللّٰہ کا تعلق ابتداء سورت سے ہے نہ کہ انتہاءِ سورت سے پس اگر بسم اللہ ختم ہونے والی سورت کی انتہا سے ملا کر ایک سانس میں پڑھی گئی تو اس صورت میں بسم اللہ کا تعلق انتہا سورت سے معلوم ہوگا نہ کہ شروع ہونے والی سورت سے جسکی صورت یہ ہوگی:

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . الٓمٓ

حاشیہ (٥) پہلے دونوں کو ایک سانس کیساتھ ملا کر پڑھنا اور آخری کو علیحدہ پڑھنا۔

☆---------------☆---------------☆

السوال الاوّل (ب)..............:۔

(ا) سکتہ کسے کہتے ہیں اور اسکی ادائیگی کا کیا طریقہ ہے؟ (10)

(۲) امام حفص رحمہ اللہ کے نزدیک مواقع سکتہ کیا ہیں؟ (8)

(۳) روایت حفص میں سکتہ کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل ذکر کریں (10)

(۴) سکتہ کی مدت کتنی ہے؟ (5)..................(33)

جواب۔۔۔۔امورِ مطلوبہ:۔

(ا) سکتہ اور اسکی ادائیگی کا طریقہ۔

(۲) امام حفصؒ کے نزدیک مواضع سکتہ۔

(۳) روایت حفصؒ میں ترک سکتہ کا حکم۔

(۴) سکتہ کی مدت۔

(ا) سکتہ کی تعریف اور اسکی ادائیگی کا طریقہ:۔

السکتة:۔ کے لغوی معنی: المنع: کے ہیں یعنی رُک جانا اور خاموش ہو جانا۔ اور اصطلاح قراء میں سکتہ کے معنی ہیں بہ نیت قراءت بغیر سانس لئے کلمہ کو مابعد سے قطع کرنا اور اس قدر ٹھہرنا کہ عادۃً (۱) زمانہ وقف سے کچھ کم ہو۔ جب ساکت سکتہ کرتا ہے تو اسکی آواز دفعتہً اور کلیتہً بند ہو جاتی ہے اور سانس جاری رہتا ہے اس لئے اسے سکتہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

حاشیہ (۱) یعنی عادت کے لحاظ سے جو وقت وقف کا ہے اُس وقت سے کم ہو۔

(۲) امام حفصؒ کے نزدیک مواقع سکتہ:۔

سکتہ بروایتِ حفصؒ مکتوبہ مصاحف فی بلاد (۱) المسلمین میں مرسوم ومکتوب ہے مندرجہ ذیل چار مقامات پر ہیں۔

(۱) وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًاO سکتہ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ. (فی الکهف)

(۲) قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ هٰذَا مَا وَعَدَالرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَO (فی يٰسٓ)

(۳) وَقِيْلَ مَنْ سکتہ رَاقٍO (اَلْقِيٰمه)

(٤) كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ O (فی المطففين)

حاشیہ (۱) قرآن پاک کے وہ مصاحف جو مسلمانوں کے شہروں میں ہیں۔

(۳) روایت حفص میں ترک سکتہ کا تفصیلی حکم:۔

روایت حفصؒ میں چار جگہ سکتہ واجب ہے لیکن ترک سکتہ بھی ان مواضع میں ثابت ہے(۲) تو ترک سکتہ کے وقت موضع اول عِوَجًا میں تنوین پر اخفاء ہوگا اور ثانیین (مَنْ رَاقٍ اور بَلْ رَانَ) میں ادغام(۳) ہوگا اور مِنْ مَّرْقَدِنَا میں الف کو بغیر ٹھہرے ہوئے پڑھنا۔

حاشیہ (۲) بطریق طیبہ۔(۳) یعنی نون اور لام کا راء میں ادغام ہوگا۔

(۴) سکتہ کی مدت:۔

سکتہ کا زمانہ اور وقت معمول کے مطابق سانس لینے سے کچھ کم ہوتا ہے یا معمول کے مطابق وقف کرنے کے زمانہ سے کچھ کم ہوتا ہے۔

☆-------------------☆-------------------☆

السوال الثانی..........(الف):۔

(۱) علم الوقوف سے کیا مراد ہے اور اس کا کیا حکم ہے۔ (10)

(۲) علم الوقوف کی اہمیت پر مدلل اور مفصل مضمون تحریر کریں۔(19)..............(34)

جواب............امور مطلوبہ:۔

(۱) علم الوقوف کی مراد ہے اور اُس کا حکم۔

(۲) علم الوقوف کی اہمیت پر مدلل اور مفصل نوٹ:۔

(۱) علم الوقوف کی مراد اور اسکا حکم:۔

علم الوقوف ایک عظیم الشان، رفیع المرتبت اور وسیع ترین علم ہے اس لئے اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے۔اور کلام اللہ کا عفیف، ذی چان وعالی شان ہونا اور رفیع المرتبت ہونا اظہر من الشمس ہے پس قاری قرآن اور تالی کلام اللہ پر لازم وواجب ہے کہ وہ علم الموقوف کا اہتمام کرے اور اُسکے حصول میں پوری قوت و ہمت صرف کرلے کیونکہ بغیر علم الوقوف کے قرآن پڑھنا متعسّر اور انتہائی مشکل ہے۔

(۲) علم الوقوف کی اہمیت پر مدلل اور مفصل نوٹ:۔

علم الوقوف کی اہمیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ خود صحابہ کرامؓ باوجود اہل لسان ہونے کے قرآن کریم کے دیگر احکامات کے ساتھ ساتھ علم الوقوف بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھتے تھے چنانچہ سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے زمانے میں ایک مدت مدید تک اِس طرح زندگی بسر کرتے رہے کہ ہم میں سے کوئے ایک شخص قرآن حاصل کرنے سے پہلے ہی ایمان لے آتا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سورت نازل ہوتی تو ہم سب آپ سے اس سورت کے حلال وحرام کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور اُن مقامات کو جہاں پر قرائت میں ٹھہرنا چاہیئے۔اس طرح معلوم کرتے تھے جس طرح آج کل تم قرآن کے (متن وعبارت) کی تعلیم حاصل کرتے ہو اور بلاشبہ آج کل ہم بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن میں کسی کو ایمان لانے سے قبل قرآن کی تلاوت کا موقع نصیب ہوتا ہے اور وہ فاتحۃ القرآن سے خاتمۃ القرآن تک سب کا سب پڑھ جاتا ہے مگر اُسے اتنی بھی خبر نہیں ہوتی کہ قرآن کا امر کیا ہے اور اس کا زجر کیا ہے اور نہ وہ اس بات کو معلوم کرتا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت وقف کے مقامات کیا ہیں اور حالانکہ قرآن کا حرف حرف نداء واعلان کرتا ہے کہ میں تیرے اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں کہ تُو مجھ پر عمل کرلے اور میرے موعظت (۱) سے نصیحت حاصل کرلے اور امام نحاسؒ کا قول ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرامؓ اوقاف کی تعلیم بھی اسی طرح حاصل کرتے تھے۔جس طرح وہ قرآن کو سیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ انکے بعض کا قول ہے کہ بلاشبہ معرفت وقف بھی مذہب اہل سنت کو مذہب معتزلہ سے جُدا اور ممتاز کرتا ہے اور بین المذہبین فصل واضح کرتا ہے اور منقول ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ برابر آٹھ

سال تک حفظ کرتے رہے اور اسکے ختم کے وقت ایک بدنہ کی قربانی دی اور وارد ہے کہ سیدنا علیؓ سے اللہ کے قول ورتل القرآن ترتیلا قرآن کا مفہوم تجوید الحروف اور معرفۃ الوقوف ہے اور قولِ صحابی کا حکم اسی طرح ہے جس طرح (حدیث) مرفوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے یعنی اس کی مخالفت نہ کسی نے کی ہے اور نہ اس میں رائے کا کچھ دخل ہے اور یہ قول صحابی وہ ہے جس میں رائے کو قطعاً دخل نہیں ہے پس اگر قول صحابی کی کوئی غیر مخالفت کرلے یا اس میں رائے کو دخل دے تو قولِ صحابی حجت نہ رہیگا۔ اور ظاہر ہے کہ جب قول صحابی حجت نہ رہا اور اُس میں رائے کو دخل ہوا تو احکام شرعیہ بازیچہ اطفال بن کررہ جائیں اور مستحکم نہ رہیں حتٰی کہ خود قرآن ہی مستحکم نہ رہیگا۔ امام المتاخرین علامہ جزریؒ کتاب النشر فی القرآءت العشر: میں فرماتے ہیں کہ کلام سیدنا علیؓ تعلیم اور معرفۃ الوقوف کی دلیل ہے اور کلام عبداللہ بن عمرؓ برہان ہے اس بات پر کہ تعلیم علم الوقوف پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور ہمارے نزدیک بھی صحت کے درجہ میں ہے بلکہ تواتر کو پہنچ چکا ہے کہ تعلیم وقف وابتداء اور اس کا اعتناء (۲) اور اہتمام وانصرام سلفِ صالحین سے ثابت اور منقول ہے۔

حاشیہ (۱) قرآن پاک کے مواعظ (۲) اعتناء، اہتمام وانصرام قریباً ایک ہی معنٰی میں استعمال ہوتے ہیں۔

☆--------------- یا ---------------☆

السوال الثانی (ب).............:۔

(۱) کلمہ کے آخر میں جب حرف علت غیر مرسوم ہو جیسے نُنجِ الْمُؤمِنِيْنَ میں، اور اسی طرح حرف علت جب کلمہ کے آخر میں مرسوم یعنی ثابت فی الرسم ہو جیسے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ میں تو بہ حالت وقف انکے کیا احکامات ہونگے؟ مثالوں کیساتھ بالتفصیل ذکر کریں۔ (18)

(۲) تماثل فی الرسم کسے کہتے ہیں؟ اور اسکے سبب اگر اخیر کلمہ میں حرف علت مرسوم نہیں جیسے لِتَسْتَوٗا تو بہ حالت وقف حرف علت کو پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟ (11) تماثل فی الرسم کی وجہ سے حرف علت کے غیر مرسوم ہونے کی تین مثالیں لکھیں (5).............(34)

جواب........امور مطلوبہ:۔

(۱) حرف علت غیر مرسوم اور مرسوم کے احکام حالت وقف میں بمع امثلہ۔

(۲) تماثل فی الرسم کی تعریف اور لِتَسْتَوٗا کے حرف علت کا حالت وقف میں حکم۔

(۳) تماثل فی الرسم کی وجہ سے حروف علت کے غیر مرسوم ہونے کی تین مثالیں۔

(۱) حرف علت غیر مرسوم اور مرسوم کے احکام حالت وقف میں بمع امثلہ:۔

جن لفظوں کے آخر میں حروف مدہ رسما محذوف ہیں وہ باوجود اصل میں ثابت ہونے کے بھی وقف میں حذف ہوجاتے ہیں ایسے حروف مدہ کی مثالیں جو اصل میں ثابت ہونے کے باوجود رسم سے محذوف ہیں جو یہ ہیں۔ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ (نساء ۲۱) نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس ۱۰) وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ (بنی اسرائیل ۲) وَيَمْحُ اللّٰهُ (شوریٰ ۳) کہ یہ اصل میں سَوْفَ يُؤْتِيْ اللهُ، نُنْجِيْ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَيَدْعُوْا، وَيَمْحُوا لیکن ان کے آخر سے الف، واؤ اور یا، رسما محذوف ہیں اسلیئے ان کلمات پر وقف بھی ان حرفوں کے حذف کیساتھ ہی کیا جاتا ہے اور ثابت رکھنا جائز نہیں۔

کلمہ کے آخر میں حروف علت کے مرسوم ہونے کی صورت میں قاری کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ وقف میں کلمہ کی رسم (لکھائی) کو ملحوظ رکھے۔ یعنی وقف کرتے وقت اس بات کو بھی لکھیے کہ وہ کلمہ جس پر وقف کر رہا ہے کس طرح لکھا ہوا ہے۔ اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے کہ جو کلمہ جس طرح لکھا ہوا ہو وقف میں اسی طرح پڑھا جاتا ہے خواہ اصل میں اس کے خلاف ہی کیوں نہ پڑھا جاتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ الظُّنُوْنَا، اَلرَّسُوْلَا، اَلسَّبِيْلَا سَلَا سِلَا اور اَنَا جو واحد متکلم کی ضمیر ہے قرآن میں جہاں بھی آئے باوجودیکہ وصل میں ان کا الف نہیں پڑھا جاتا۔ مگر چونکہ لکھا ہوا ہے اس لیئے وقف میں پڑھا جاتا ہے اور وقف میں الف کو حذف کرنا جائز نہیں۔ البتہ صرف سَلَا سِلَا میں دونوں طرح وقف کرنا صحیح ہے۔

(۲) تماثل فی الرسم کی تعریف اور لِتَسْتَوٗا میں آخری حرف علت کا حالت وقف میں حکم:۔

وہ کلمات جن میں ایک ہی حرف کی ایک ہی طرح دو شکلیں جمع ہونے کے سبب سے ایک کو حذف کرنے کو تماثل فی الرسم کہتے ہیں جیسے: لِتَسْتَوٗا کہ اصل میں لِتَسْتَوُوْا تھا۔ ایک ہی طرح کی دو شکلیں جمع ہونے کے سبب ایک شکل حذف کی گئی ہے۔

جبکہ لِتَسْتَوٗا کے آخری حرف علت میں حالت وقف میں دوسری واؤ محذوفہ کو ثابت رکھ کر وقف کیا جائے گا۔

(۳) تماثل فی الرسم کی وجہ سے حرف علت کے غیر مرسوم ہونے کی تین مثالیں:۔

(۱) تَلْوٗا (۲) يُحْيِيْ (۳) وَلِيِّ

السوال الثالث............(الف):۔

(۱) الوقف بالاسکان، الوقف بالاشمام، الوقف بالروم اور وقف بالابدال کی تعریفات مع امثلہ بالتفصیل تحریر کریں (33)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(ا) وقف باالاسکان، وقف باالاشمام، وقف باالروم اور وقف باالابدال کی تعریفات مع امثلہ باالتفصیل:۔

(ا) وقف باالاسکان:۔

جب کسی موقوف علیہ کا آخری حرف ایک ہی حرکت سے متحرک ہو یعنی وہ غیر (۱) منون ہو عام ہے کہ وہ حرکت فتحہ ہو یا کسرہ ہو اور عام ہے کہ وہ حرکت اصلی ہو یا عارضی اور وقف کرتے وقت اُسے کلیتہً ساکن کر دیا جائے تو ایسے وقف کو اصطلاح قراء میں وقف باالاسکان کہتے ہیں۔وقف باالاسکان جملہ حروف اور ہر حرکت پر جائز اور رَوا ہے۔جیسے: سَرِيْعُ الْحِسَابِo وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِo وَضَرَبْنَالَكُمُ الْاَمْثَالَo لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالَo

حاشیہ (۱) جس پر تنوین نہ ھو۔

(۲) وقف باالاشمام:۔

جب کسی کلمہ پر کرنا مطلوب ہو اور حرف آکر بہ ضمہ اصلی مفہوم ہو اور وقف کرتے وقت موقوف علیہ کو کلیتہً ساکن کرنے کے بعد اسکی حرکت ضمہ کی طرف ہونٹوں سے اشارہ کیا جائے۔تو ایسے وقف کو اصطلاح قراء میں وقف باالاشمام(۲) کہتے ہیں جیسے مِنْ قَبْلُ .مِنْ بَعْدُ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ وغیرہ۔وقف باالاشمام فقط ضمہ اصلی میں ہوتا ہے ضمہ عارضی اور فتحہ وکسرہ میں جائز نہیں ہے اشمام کا مقصدِ (۳) وحید مخاطب کو اظہار حرکت کا اعلان ہوتا ہے، یعنی یہ احساس کرانا ہوتا ہے کہ موقوف علیہ بہ ضمہ اصلی مضموم ہے۔اشمام ایک اصطلاحی لفظ ہے جو بین القراء مشہور ہے اور اس کا مفہوم ہے ہونٹوں سے ضمہ کی اشارہ کرنا عندالقرآء اشمام تین قسم پر ہے۔اوّل **اشمام الحرف بالحرف، و هو اشمام الصاد بالزای، ای حلط الصاد بالزای**، یعنی صاد کو زاء کے ساتھ اس طرح خلط کرنا کہ وہ دونوں آپس میں مل مخلوط اور ایک دوسرے کی صفات سے موصوف ہو جائے، جیسے صِرَاطَ وَالصِّرَاطَ ،عِنْدَخَلَفْ وَخَلَّادْ.

حاشیہ (۲) اشمام لغت میں بُو دینے، سر اونچا کرنے اور کسی کو گلاب کا پھول سونگھانے کو کہتے ہیں مناسبت معنیٰ لغوی اور اصطلاحی میں ظاھر ہے کہ قاری حرف کو حرکت کی بو دیتا ہے۔ہونٹ گول (اونچے) کرتا ہے اور حرف موقوف کو ضمہ کی بو سونگھاتا ہے۔

(۳) اصل یا بڑا مقصد۔

(۲) اشمام الرکتہ باالحرکتہ:۔

یعنی کسرہ کو ضمہ کیساتھ اس طرح خلط کرتا ہے کہ جزء (۱) ضمہ مقدم اور غالب رہے جیسے قِيْلَ ، غِيْضَ عندالکسائی وغیرہ۔

حاشیہ(۱) ادائیگی اور تخلیط کے وقت ضمہ کی ادائیگی مقدم ہو۔

(۳) الاشمام بالاشارہ، وھواشارۃ بالشفتین الی ضمۃ الموقوف علیہ:۔

یعنی وہ ہونٹوں سے اس طرح اشارہ کرتا ہے کہ ناظر معلوم کر سکے کہ موقوف علیہ پر ضمہ ہے اور عند الحفص یہی اشمام مروی ہے

(۳) وقف بالروم:۔

جب کسی کلمہ پر وقف کرنا مطلوب ہو اور اس کا حرف آخر بہ ضمہ اصلی مضموم یا بہ کسرہ اصلی مکسور ہو اور وقف کرتے وقت اس کی حرکت کا تیسرا حصہ ادا کیا جائے تو ایسے وقف کو اصطلاح قراء میں وقف بالروم (۲) کہتے ہیں۔ وقف بالروم ضمہ اصلی یا کسرہ اصلی میں ہوتا ہے ضمہ عارضی کسرہ عارضی اور فتحہ میں جائز نہیں ہے روم کا مقصد وحید بھی مخاطب کو اظہارِ حرکت کا اعلان ہوتا ہے۔ یعنی یہ احساس کرانا ہوتا ہے کہ موقوف علیہ بہ ضمہ اصلی مضموم یا بہ کسرہ اصلی مکسور ہے روم ایک اصطلاحی لفظ ہے جو بین القراء مشہور ہے اور اس کا مفہوم ہے حرکت کا تیسرا حصہ ادا کرنا۔ روم کی بھی بالروایت دو قسمیں ہیں روم واجب اور روم جائز۔ ○ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ○

حاشیہ(۲) روم کے لغوی معنی قصد کرنا، تلاش کرنا اور چاہنا اور روم میں بھی حرکت کے ظاہر اور ادا کرنے کیلئے خاص قصد و اہتمام کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۴) وقف بالابدال:۔

جب غیر تاء تانیث(۳) مدورہ منصوب منوّن ہو تو اس کی تنوین کو الف سے بدلنا چاہئے ایسا ہی جب تائے تانیث مدورہ مرسوم ہو اور بہ یک حرکت متحرک ہو یعنی غیر منونہ ہو تو اسے خالص ہاء سے بدلنا چاہیئے پس اس طرح وقف کرنے کو اصطلاح قراء میں وقف بالابدال کہتے ہیں وقف بالابدال باعتبار (۴) عمل دو طرح ہوتا ہے اور بلحاظ (۵) وقوع دو مقام پر ہوتا ہے۔

(۱) یہ کہ جب کوئی حرف موقوف علیہ مفتوح و منصوب منوّن ہو، مشدد ہو خواہ غیر مشدد تو اس کی تنوین کو الف سے بدلنا چاہیئے خواہ بعد از تنوین الف مرسوم (لکھا ہوا) ہو جیسے اَحَدًا ، غَدًا خواہ غیر مرسوم (لکھا ہوا نہ ہو) ہو جیسے مَاءً ، فِدَاءً ، سُدًى مُسَمًّى.

حاشیہ (۳) جب موقوف علیہ تائے تانیث نہ ہو۔(٤) باعتبار عمل سے عمل بالابدال ہی مراد ہے یعنی مفتوح و منصوب نون کو الف سے بدلنا اور تائے مدّورہ کو یاء سے بدلنا۔(٥) بلحاظ وقوع سے مراد واقع ہونے کی جگہ ہے جو دو ہیں موقوف علیہ مفتوح و منصوب نون اور تائے مدّورہ۔

(۲) یہ کہ جب تائے تانیث مدوّرہ یعنی بصورت ہاء مکتوب ہو: ۃ: اور غیر منوّن ہو یعنی بہ یک حرکت متحرک ہو: ـةَ ، ـةُ ، ـةِ: تو وقف کرتے وقت اُسے خالص ہاء سے بدلنا چاہیئے۔ اور بدلنے کے بعد اسکی صورت یہ ہو جاتی ہے: ہ: وقف بالابدال میں الف مُبدَل له عن التنوین کی مقدار کو دو حرکت سے گھٹانا، بڑھانا جائز نہیں ہے فَتـعْـمَلُ بِمقْدَارِ هَا الْمُنزَّلَةُ ، كَمَا هُوَ فِیْ تَفْهِيْمُ التَّجْوِيْد . وقف بالابدال میں الف مُبدّلہ ین التوین کی مقدار کو دو حرکت سے گھٹانا، بڑھانا جائز نہیں ہے فَتـعْـمَلُ بِـمِقْدَارِ هَا الْمُنزَّلَةُ ، كَمَا هُوَ فِیْ تَفْهِيْمُ التَّجْوِيْد. وقف بالابدال الالف کی مثالیں۔ جیسے اَنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا٥ اَنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ٥ تاءِ تانیث مدورہ کی مثالیں جیسے نَذْرَةٍ ، سَفَرَةٍ ، اٰنِيَةٍ.

☆-----------------------☆-----------------------☆

السوال الثالث (ب)..............:۔

(۱) وقف حسن، وقف قبیح، اعادہ حسن اور اعادہ قبیح کی تعریفات مع امثلہ بالتفصیل لکھیں (33)۔

جواب............ امور مطلوبہ:۔

(۱) وقف حسن، وقف قبیح، اعادہ حسن اور اعادہ قبیح کی تعریفات مع امثلہ:۔

(۱) الوقف الحسن:۔ المنسوب (۳) الی المعنی:۔

یعنی وقف حسن، منسوب بسوئے معنی اُس وقف کا نام رکھا گیا ہے کہ جہاں کلمہ موقوف علیہ کے ماقبل کا مابعد سے لفظی تعلق پایا جائے اور لفظی تعلق کے ہوتے ہوئے فصل وانقطاع کلام سے معنوی قباحت لازم نہ آئے الوقف الحسن منسوب بسوئے معنی، بلحاظ وقوع (۵) اور مرتبہ اگرچہ مختلف قسم پر ہوتا ہے یعنی وہ کبھی قریب بہ وقف کافی ہوتا ہے کبھی قریب بہ وقف قبیح ہوتا ہے کبھی وہ قریب بہ وقف تام بھی ہوتا ہے کبھی قریب بہ وقف قبیح ہوتا ہے۔ نیز کبھی وہ فی نفسہ تو حسن ہوتا ہے لیکن اس کے بعد سے ابتداء غیر حسن ہوتی ہے اور کبھی وہ کسی معنٔ مقصود کے پیش نظر زیادہ ضروری اور اکد ہو جاتا ہے مگر باعتبار اسم وہ واحد ہی ہوتا ہے علامہ بدرالدین زرکشی الوقف الحسن المنسوب بسوئے معنی کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں اور حسن وہ ہے جس پر وقف حسن ہو اور اس کے مابعد سے ابتداء حسن نہ ہو بوجہ تعلق لفظی ومعنوی کے اپنے ماقبل سے جیسے الحمدللّٰه رب العلمين اور الرحمن الرحيم. اس پر وقف حسن ہے۔

حاشیہ (۳) جسکی نسبت معنی کی طرف یعنی معانی کے قبیل سے ہو۔ (۵) یعنی مختلف جگہوں پر واقع ہونے کے اعتبار سے

(۲) وقف قبیح:۔

جب کسی کلمہ پرٹھہر کرسانس لیا جائے اور مفہوم کلام واضح نہ ہو، یا اس سے معنی غیر مراد لازم آئے تو ایسے وقف کو وقف قبیح (۱) منسوب بسوئے معنی کہتے ہیں الوقف القبیح المنسوب الی المعنی اس وقف کا نام رکھا گیا ہے کہ جس میں کلمہ موقوف علیہ کے ماقبل کا مابعد سے لفظی اور معنوی دونوں قسم کا تعلق ہوتا ہے لیکن یہ تعلق کبھی تو ایسالا (۲) ینفک ہوتا ہے کہ انقطاع کلام سے مراد اور مفہوم واضح نہیں ہوتا اور کبھی وہ ایسالا ینفک ہوتا ہے کہ انقطاع کلام کی وجہ سے معنی اور مفہوم کلام میں نقص وخلل واقع ہوجاتا ہے چنانچہ علامہ اشمونیؒ وقف قبیح کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔اور وقف قبیح وہ وقف ہے کہ موقوف علیہ کے ماقبل کا مابعد سے لفظی اور معنوی تعلق انتہائی شدید ہوتا ہے اور کبھی وقف قبیح سے بھی وقف اقبح ہوتا ہے جیسے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحیٖ ، فَوَیْلٌ لِلْمُصَلِّیْنَ. اور جیسے۔ لا تقربوا الصلوۃ کہ یہ مطلقاً ترکِ صلوۃ کے اباحت کا وہم پیدا کرتا ہے۔

حاشیہ (۱) مذموم وناقص وقف۔ (۲) جو جدا نہ ہو۔

(۳) اعادہ حسن:۔

اگر وقف فاعل پر ہوا ہو تو اعادہ فعل سے، اگر وقف مضاف پر ہوا ہو تو اعادہ مضاف سے ، اگر وقف صفت پر ہوا ہو تو اعادہ موصوف سے اور اگر وقف جار مجرور پر ہوا ہو تو اعادہ اسکے متعلق سے حسن کہلاتا ہے مثالیں جیسے وَلَاَ تَتَّخِذُوْآ اَیْمَانکُمْ دَخَلاً بَیْنَکُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ میں۔فَتَزِلَّ سے اعادہ: فَاَذَاقَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ الْجُوْعِ پر وقف کے بعد لِبَاسَ سے اعادہ قُلْنَا احْمِلْ فِیْھَا مِنْ کلِّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ پر وقف کے بعد زوجین سے اعادہ موصوف، صفت کی مثال ہے اور اعادہ اِحْمِلْ فِیْھَا سے جار مجرور کے متعلق کی مثال ہے۔

(۴) اعادہ قبیح:۔

یعنی فاعل بلا فعل کے، مضاف بلا مضاف الیہ کے، صفت بلا موصوف کے، جار بلا متعلق اور صلہ بلا موصول کے اعادہ قبیح ہوتا ہے۔مثالیں جیسے اعادہ حسن کی مثالوں میں فَتَزِلَّ قَدَمٌ میں قَدَمٌ سے اعادہ اور لِبَاسَ الْجُوْعِ میں اَلْجُوْعِ سے اعادہ اور زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ میں اِثْنَیْنِ سے اعادہ موصوف صفت کی مثال میں اور فِیْھَا مِنْ کُلِّ یا مِنْ کُلِّ سے اعادہ جار مجرور کے متعلق والی مثال میں اعادہ قبیح کہلاتا ہے۔

الورقة الثالثة تفهیم الوقوف

۱۴۳۵ھ/2014ء

السوال الاوّل..............(الف):۔

(۱) سکتۂ لطیفہ کی کتنی قسمیں ہیں بالتفصیل لکھ کر مواقع بھی تحریر کریں۔(17)

(۲) فنِ وقو۔۔ ۔ے صول کے لئے کن علوم وفنون کی حاجت ہے سپردِ قلم کیجئے۔(16)

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) سکتۂ لطیفہ کی قسمیں اور مواقع۔ (۲) فنِ وقوف کے لئے ضروری علوم وفنون۔

(۱) سکتۂ لطیفہ کی قسمیں اور مواقع:۔

سکتۂ لطیفہ (۱) دو قسم پر ہے ایک وہ جو ائمۂ قراءت سے منقول ہے دوم وہ جو آئمہ وقف سے منقول ہے سکتہ لطیفہ معنویہ (۲)، جو امام ولی الشاطبی (۳) عن حفص بن سلیمان عن العاصمؒ کے نزدیک واجب ہے اور جیسا کہ بروایت حفصؒ مکتوب مصاحف فی بلاد المسلمین میں مرسوم ومکتوب ہے مندرجہ ذیل چار مقامات پر ہے۔

(۱) وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ سكتہ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ (فی الكهف)

(۲) قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سكتہ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (فی يٰسٓ)

(۳) وَقِيْلَ مَنْ سكتہ رَاقٍ ۝ (فی القيٰمة)

(٤) كَلَّا بَلْ سكتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (فی المطففين)

البتہ علماء وقف مثل علامہ امام ابوجعفر بن طیفور السجاوندی وغیرہ کے نزدیک چار مقامات پر بین الآیۃ سکتہ معنوی جائز ہے اسی واسطے موجودہ مصاحفِ مطبوعہ میں مکتوب ومرسوم ہے لیکن ان مقامات پر سکتۂ لطیفہ روایتہً نہیں بلکہ تبعًا (٤) لِاَئِمَّةِ الوقف (٥) جائز ہے اور وہ مواضع اربعہ درج ذیل ہیں۔

حاشیہ(۱) اس کا زمانہ وقفہ طویلہ اور وقف سے کم ہوا سے وُقیفہ، وقفہ خفیفہ، بسیرہ، سکتہ قصیرہ اور قلیلہ بھی کہتے ہیں (کمال الفرقان)

(۲) امام حفصؒ کے نزدیک واجب بطریق شاطبی ہے۔(۳) کیونکہ یہ معنی مقصود کی رعایت کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

حاشیہ(٤) یعنی ائمہ وقف کے کہنے کی وجہ سے جائز ہے۔(٥) سکتہ کرنا افضل ہے واجب نہیں اور ترک بھی جائز ہے۔

(١) قالا ربناظلمنا انفسنا ﷺ وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین (فی الاعراف) (٢٣)

(٢) اولم یتفکرو ﷺ مابصاحبهم من جنة ط ان هوالا نذیر مبین ○ (فی الاعراف) (١٨٤)

(٣) یوسف اعرض عن هذاﷺواستغفری لذنبك انك کنت من الخٰطِئین ○ (فی یوسف : ٢٢)

(٤) قالتا لانسقی حتی یصدرالرعاء ﷺ وابونا شیخ کبیر (فی القصص :٢٣)

(٢) فنِ وقوف کے لئے ضروری علوم وفنون:۔

حَاجَةُ هٰذَا الْفَنِّ اِلَی الْعُلُوْمِ الْمُخْتَلِفَةِ ۔ یعنی اس فن الوقوف کی مختلف علوم وفنون کی طرف ضرورت پڑتی رہتی ہے یعنی علم الوقوف پر قدرت کاملہ حاصل کرنے کے لئے علم التجوید کے بعد اور علوم ابتدائیہ عربیہ کے ساتھ ساتھ اعلیٰ علوم مختلفہ کی طرف حاجت پڑتی رہتی ہے اور اعلیٰ علوم وفنون حاصل کئے بغیر فن الوقوف پر کما حَقَّہٗ عمل کرنا انتہائی دشوار ہوتا ہے جلیل القدر ائمہ اور متبحر اربابِ علم نے علم الوقوف میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے لئے قاری کو مندرجہ ذیل علوم وفنون کے حصول پر زور دیا ہے۔

(١) علم التجوید (٢) علم القراء ت (٣) علم رسم الخط المصاحف

(٤) علم الصرف (٥) علم النحو (٦) علم البیان

(٧) علم التفسیر (٨) علم قصص القرآن (٩) علم تلخیص بعضها من بعض

(١٠) علم لغت اللتی نزل بهاالقرآن (١١) علم الفقهه

(١٢) علم الاختلاف مذاهب الاربعه ۔

السوال الاوّل (ب)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔:۔

(ا) وقوف منسوبہ الی المعانی کی قسمیں تحریر کریں (17)

(٢) وقوف منسوبہ بسوئے اداء باعتبار کیفیت اداء موقوف کی کتنی قسمیں اور کون کون سی ہیں۔(12)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(ا) وقوف منسوبہ الی المعانی کی اقسام۔

(٢) وقوف منسوبہ بسوئے اداء باعتبار کیفیت اداء موقوف علیہ کی اقسام۔

(۱) وقوف منسوبہ الی المعانی کی اقسام:۔

الوقوف المنسوبۃ الی، یعنی وہ وقوف جنکی نسبت معانی کی طرف کی جاتی ہے وہ چار قسم پر ہے اس لئے کہ موقوف علیہ یعنی اس کے ماقبل اور مابعد کا تعلق چار قسم پر ہوتا ہے۔

(۱) یہ کہ موقوف علیہ کے طرفین کا لفظی اور معنوی دونوں قسم کا تعلق کلیۃً منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے ماقبل و مابعد کا ہر جملہ فی نفسہا واضح المعنٰی ہوتا ہے اور اداءِ مفہوم میں ایک دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا۔ (وقف تام)

(۲) یہ کہ موقوف علیہ کے طرفین کا لفظی تعلق تو منقطع ہو جاتا ہے مگر معنوی تعلق باقی رہتا ہے اور اس کے طرفین کا ہر جملہ اگرچہ فی نفسہا مفید معنی ہوتا ہے مگر فی الجملہ وہ حصول مفہوم میں ایک دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔ (۱) (وقف کافی)

حاشیہ (۱) دو جملوں کے منقطع ہونے سے۔

(۳) یہ کہ موقوف علیہ کے طرفین کا لفظی اور معنوی تعلق باقی رہتا ہے لیکن انقطاعِ (۱) جملتین سے قباحتِ معنٰی لازم نہیں آتا مگر وضاحتِ معنٰی اور ربطِ مفہوم کے لئے ہر جملہ ایک دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اور بغیر ملائے جملتین کے مفہوم کلام واضح نہیں ہوتا۔ (۲)

حاشیہ (۱) دو جملوں کے منقطع ہونے سے۔ حاشیہ (۲) وقف حسن مراد ہے۔

(۴) یہ کہ موقوف علیہ کے طرفین کا لفظی اور معنوی دونوں قسم کا تعلق باقی رہتا ہے مگر یہ تعلق انتہائی شدید اور بہت گہرا ہوتا ہے اور اس قسم کا ہوتا ہے کہ فصل و انقطاعِ جملتین سے نہ صرف معنوی قباحت لازم آتی ہے بلکہ بغیر ملائے طرفین کے کلام: مالا یلیق (۳) اور معنٰی قبیح و اقبح کا احتمال رہتا ہے۔ (وقف قبیح اور وقف اقبح)

حاشیہ (۳) اللہ تعالٰی کے مراد کے لائق نہیں ہوتا۔

(۲) وقوفِ منسوبہ بسوئے اداء باعتبار کیفیت اداء موقوف علیہ کی اقسام:۔

اَقْسَامُ الْوُقُوْفِ الْمَنْسُوْبَةِ اِلَی الْاَدَآءِ (٤) بِلِحَاظِ کَیْفِیَّةِ اَدَآءِ الْمَوْقُوْفِ عَلَیْهِ.

حاشیہ (٤) عام طور پر جسے کیفیت وقف کی اقسام کہتے ہیں۔

یعنی اقسام وقوف منسوبہ بسوئے اداء باعتبار کیفیت اداء موقوف علیہ چھ اقسام پر منقسم ہیں۔ نیز جاننا چاہیئے کہ علماء وقف نے قراء سبعہ متواترہ کے لئے وقف علی اواخر الکلم کی بہت سی قسمیں بیان کی ہیں لیکن ہم چونکہ روایت حفص بن سلیمان عن عاصم بن ابی النجود الکوفی کے مسائل بطریق الولی الشاطبی بیان کر رہے ہیں اور ان کے نزدیک وقف علی اواخر الکلم

کی چھ قسمیں ہیں اس لئے ہم چھ ہی قسمیں بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) اَلْوَقْفُ بِالْاِسْکَانِ (۲) اَلْوَقْفُ بِالْاِشْمَامِ (۳) اَلْوَقْفُ بِالرَّوْم

(٤) اَلْوَقْفُ بِالْاِبْدَالِ (۵) اَلْوَقْفُ بِالْحَذْفِ (٦) اَلْوَقْفُ بِالْحَذْفِ وَالْاِبْدَالِ

☆-----------☆-----------☆

السوال الثانی............(الف):۔

(ا) عندالقراءۃ اشمام کی قسمیں لکھ کر اشمام فی الروایۃ کی قسمیں بھی ضرور لکھیں۔(17)

(۲) وقف متفق علیہ کی اقسام لکھیں نیز علامات ورموز بھی تحریر کریں(16)

جواب............امور مطلوبہ:۔

(ا) عندالقراءۃ اشمام کی قسمیں اور اشمام فی الروایۃ کی قسمیں۔

(۲) وقف متفق علیہ کی اقسام، علامات اور رموز

(ا) عندالقراء اشمام کی قسمیں اور اشمام فی الرویۃ کی قسمیں:۔

عندالقراء اشمام تین قسم پر ہوتا ہے۔

(۱) اِشْمَامُ الْحَرْفِ بِالْحَرْفِ ، وَهُوَ اِشْمَامُ الصَّادِ بِالزَّايِ ، اَیْ خَلْطُ الصَّادِ بِالزَّايِ ، یعنی صاد کو زاء کیساتھ اس طرح خلط کرنا کہ وہ دونوں آپس میں ملکر مخلوط اور ایک دوسرے کی صفات سے موصوف ہو جائیں، جیسے صِرَاطَ وَالصِّرَاطَ ، عِنْدَ خَلَفُ وَخَلاَّ دُ .

(۲) اِشْمَامُ الْحَرْكَةِ بِالْحَرْكَةِ وَهُوَ خَلْطُ الْكَسْرَةِ بِالضَّمَةِ ، یعنی کسرہ کو ضمہ کیساتھ اس طرح خلط کرنا کہ جزء ضمہ مقدم اور غالب رہے جیسے: قِيْلَ ، غِيْضَ عندالکسائی وغیرہ۔

(۳) اَلْاِشْمَامُ بِالْاِشَارَةِ ، وَهُوَ اِشَارَةُ بِالشَّفَتَيْنِ اِلٰى ضَمَّةِ الْمَوْقُوْفِ عَلَيْهِ یعنی وہ ہونٹوں سے اس طرح اشارہ کرنا ہے کہ ناظر معلوم کر سکے کہ موقوف علیہ پر ضمہ ہے اور عندالحفصؒ یہی اشمام جائز۔ اشمام یعنی اشارہ بالشفتین دو قسم پر ہوتا ہے واجب و جائز بروایت حفصؒ سورت یوسف میں : لاَ تَـاْمَـنَّـا : میں اشمام وصلاً و وقفاً واجب اور ضروری ہے اور موقوف علیہ مضموم بہ ضمہ اصلی میں جائز ہے۔

(۲) وقف متفق علیہ کی اقسام علامات اور رموز:۔

اَقْسَامُ الْوَقْفِ الْمُتَفَقِ عَلَيْهِ، یعنی وہ اوقاف قرآنیہ جن پر قراء عرب وعجم قدیماً(۱) وحدیثاً بالاتفاق ، بالاہتمام اور بالالتزام وقف کرتے چلے آرہے ہیں اور قراء زمانہ شرقاً وغرباً اور شمالاً وجنوباً وقف کرتے چلے آرہے ہیں وہ بالاتفاق ان اوقاف کو معتبر محقق اور مدلل مانتے اور تسلیم کرتے ہیں وہ علی حسب المراتب والمدارج پانچ ہیں۔

حاشیہ(۱) متقدمین، متاخرین قراء عرب وعجم

(۱) وَقْفٌ لاَزِمٌ (۲) وَقْفٌ مُطْلَقٌ (۳) وَقْفٌ جَائِزٌ (٤) وَقْفٌ مُجوّزٌ (٥) وَقْفٌ مُرَخّصٌ

(۱) وقف لازم:۔ اَلْــوَقْفُ اللاَّزِمُ اس وقف کا نام رکھا گیا ہے جس پر بلحاظ معنٰی وقف متعین، لازم، لابدی اور اشد ضروری ہوتا ہے اور وصل واتصال کلام کی وجہ سے خلاف مقصود اور کلام مبہم ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ وقف لازم کے لئے میم صغیرہ: م: رمز وعلامت مقرر کی گئی ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ لازم لازم شرعی نہیں بلکہ لازمِ اصطلاحی ہے۔(عند ائمہ الوقف)

(۲) وقف مطلق:۔ اَلْوَقْفُ الْمُطْلَقُ . اس وقف کا نام رکھا گیا ہے کہ جس پر وقف کرنا اولیٰ اور افضل ہوتا ہے اس لئے کہ وقف کرنے سے کلام سابقہ کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے۔ اور وصل کرنے سے اتصالِ کلام کا اشتباہ ہوتا ہے اور مفہوم کلام واضح نہیں ہوتا۔ اَلْوَقْفُ الْمُطْلَقُ کثیر الوقوع ہے اور اس کے لئے طاء صغیرہ: ط: رمز وعلامت مقرر کی گئی ہے

(۳) وقف جائز:۔ اَلْــوَقْفُ الْــجَــائِـزُ ، اُس وقف کا نام رکھا گیا ہے کہ جہاں پر وقف اور وصل مساوی الحیثیت ہوں، لیکن افہام وتفہیم معنی اور مفہوم کلام کی وضاحت کے پیش نظر وقف فی الجملہ اولیٰ اور افضل ہوتا ہے اَلْــوَقْفُ الْجَائِزُ کثیر الوقوع ہے اور اس کے لئے جیم صغیرہ: ج: رمز وعلامت مقرر کی گئی ہے۔

(۴) وقف مجوّز:۔ اَلْوُقْفُ الْـمـجّوزُ . اس وقف کا نام رکھا گیا ہے کہ جہاں پر معنوی اعتبار سے وقف تو جائز ہوتا ہے مگر وصل اولیٰ اور افضل ہوتا ہے اَلْوَقْفُ الْـمُـجَـوِّزُ کثیــر الوقوع ہے۔ اور اس کیلئے زاءِ صغیرہ: ز: رمز وعلامت مقرر کی گئی ہے۔

(۵) وقف مرخص:۔ اَلْـوَقْفُ الْمُرَخّصُ اس وقف کا نام رکھا گیا ہے جہاں پر طول کلام اور تنگئ سانس کی وجہ سے مجبوراً اور ضرورۃً وقف کرنے کی رخصت ہوئی ہے اَلْوَقْفُ الْـمُـرَخّصُ بھی کثیر الوقوع ہے اور اس کے لئے صادِ صغیرہ: ص: رمز وعلامت مقرر کی گئی ہے۔

السوال الثانی (ب)..............:۔

(ا) وقف مختار علیہ کی اقسام لکھیں نیز رموز بھی لکھیں اگر متعین ہوں (17)

(۲) وقف مختلف فیہ کی کتنی قسمیں ہیں بالتفصیل تحریر کریں (16)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(ا) وقف مختار علیہ کی اقسام ورموز۔

(۲) وقف مختلف فیہ کی اقسام۔

(ا) وقف مختار علیہ کی اقسام ورموز:۔

اَلْوَقْف الْمُخْتَارُ (۱) عَلَيْهِ وہ اوقاف اور محل اوقاف منسوبہ اور مخصوصہ ہیں جن کو قراء عرب وعجم قدیمًا و حدیثًا اور قراءِ زمانہ شرقًا وَغربًا ، شمالاً وَ جُنُوبًا بالاتفاق مسنون، مستحب اور پسندیدہ قرار دیتے ہیں اور وقف لازم کی طرح محقق ومدلل اور معتبر مانتے ہیں اَلْوَقْفُ الْمُخْتَارُ عَلَيْهِ عند علماء الوقف مذكورة الذيل چار اقسام پر منقسم ہے۔

حاشیہ (ا) وہ وقف جس کو عرب وعجم کے متقدمین ومتاخرین قراء نے چنا ہو اور اعتبار دیا ہو۔

(۱) وَقْفُ النبیﷺ (۲) وَقْفُ جِبْرِيْلَ عليه السلام (۳) وَقْفُ غُفْرَانِ (٤) وَقْفُ مُعَانَقَةِ

(۱) **وَقْفُ النَّبِيِّ ﷺ:.** اس وقف کا نام رکھا گیا ہے جو خصوصیت کیساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف منسوب ہے اور بین الآیات اور رءوس الایات سماعًا آپ ﷺ سے منقول ہے اور تلاوۃً مشہور ہے وَقْفُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ چونکہ منسوب الی النبی الامی ﷺ ہے۔ بناءً على ذالك ، اعيان امت ، علماء ، صلحاء اور قراء استحبابًا اور اتباعًا للنبی ﷺ ایسے وقف پر مخصوص وقف کیا کرتے ہیں وَقْفُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ کے لئے علماء وقف نے اور امام سجاوندی رحمہ اللہ نے کوئی خاص رمز وعلامت وضع نہیں کی ہے لیکن یہ وقف چونکہ اہم الاوقاف ہے اور مسنون ومستحب ہے اس لئے اس علامت :صـــ: کے ساتھ حاشیۃ القرآن پر مرسوم ومکتوب ہوتا ہے وقف النبی علیہ السلام یا مکتوب ہوتا ہے وقف النبی ﷺ۔

(۲) **وَقْفِ جِبْرِيْل علیہ السلام:۔** جس کو وقف منزل بھی کہتے ہیں وہ وقف ہے جہاں پر نزول قرآن کے وقت جبریل امین علیہ السلام نے وقف کیا ہے اور اِتِّبَاعًا لِجِبْرِيْل عليه السلام وَسُوْلُ الصَّادِقُ الْاَمِيْنُ ﷺ نے

بھی وقف فرمایا ہے بناء علیہ خواص امت علماء، صلحاء، اور قراء استحباباً اس پر وقف کیا کرتے ہیں وَقْفِ جبْرِیل کے لئے بھی امام سجاوندی رحمہ اللہ کے کوئی خاص رمز مقرر نہیں ہے لیکن یہ وقف بھی چونکہ اہم الاوقاف اور مستحب ہے اس لئے اس علامت کے ساتھ حاشیۂ القرآن پر مرسوم ومکتوب ہوتا ہے وَقْفِ جِبْرِیْل مکتوب ہوتا ہے یا وقف منزل۔

(۳) وَقْفُ غُـفْـرَانٍ (۱) :۔ایک وقفِ سماعی ہے جو معنوی اعتبار سے ایسے محل پر واقع ہوتا ہے کہ اگر واقف اور سامع وہاں دعا مانگے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ وَقْفِ غُـفْـرَان کیلئے بھی کوئی خاص رمز مقرر نہیں کی گئی۔ مگر یہ وقف بھی چونکہ سماعًا اہم الاوقاف اور مستحب ہے اس لئے اس علامت:: کے ساتھ حاشیۂ القرآن پر مرسوم ومکتوب ہوتا ہے وَقْفُ غُفْرَان وَقْفُ (۲) اَلْمُعَانَقَةِ اس وقف کو کہتے ہیں جب مسلسل عبارت میں قریب قریب فاصلہ پر مساوی الحیثیت مقابلۃً دو وقف واقع ہوں بایں معنٰی کہ اگر پہلی جگہ پر وصل کر لیا جائے تو دوسری جگہ پر وصل کرنا لازم ہوتا ہے تا کہ مابین الوقفتین عبارت بے ربط نہ ہو جائے۔ وَقْفُ الْمُعَانَقَة کے لئے تین تین نقطے: ∴ ــــ ∴ ــــ ∴ ــــ بطور علامت ورمز کے وضع کیے گئے ہیں، یہ نقطے بین العبارت قریب قریب فاصلے پر مرسوم ہوتے ہیں برابر ہے کہ وسطِ آیت میں ہوں یا راس (۳) آیت پر ہوں۔

حاشیہ(۱) یہ وقف سماعی ہے جو اس مقام پر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت فرماتے ہیں (تفہیم الوقوف) (۲) وقف المعانقہ سے مراد ایک جیسے ملے ہوئے یا قریب قریب کے دونشانات اور مواقع ہیں۔(۳) شروع آیت میں۔

(۲) وقف مختلف فیہ اور اس کی اقسام:۔

" اقسام الوقوف المختلف فِیه " وہ اوقاف اور محل اوقاف قرآنیہ ہیں جن میں علماء کا بایں طور اختلاف ہوتا ہے کہ بعض علماء وقف بلحاظ سیاق وسباق اس کو مفید معنی اور موضح (۱) کلام تصور کرتے ہیں اور بلحاظ (۲) محل قوی اور معتبر قرار دیتے ہیں۔ اور بعض علماء وقف باعتبار سیاق وسباق غیر مفید معنی اور غیر موضح کلام تصور کرتے ہیں اور باعتبار محل غیر معتبر اور ضعیف قرار دیتے ہیں۔

حاشیہ(۱) موضح، صیغہ اسم فاعل ہے۔(۲) یعنی محل کے اعتبار سے وقف بہتر اور مناسب ہے۔

علماء وقف کے نزدیک وقف مختلف فیہ کی چار اقسام ہیں:۔

(۱) قیل علیہ الوقف (۲) قَدْ یُوْقَفُ (۳) قَدْ یُوْصَلُ (٤) الوصل اَولٰی

(۱) قیل علیہ الوقف:۔ یہ اُس وقف کا نام رکھا گیا ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء وقف اس کو

بلحاظ سیاق وسباق مفید معنی موضح کلام تصور کرتے ہیں اور بلحاظ محل قوی اور معتبر قرار دیتے ہیں اور بعض علماء وقف باعتبار سیاق وسباق غیر مفید معنٰی اور غیر موضح کلام تصور کرتے ہیں اور باعتبار محل غیر معتبر اور ضعیف قرار دیتے ہیں۔ قیل علیہ الوقف پر اگر وصل کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ عندالاکثر وقف ضعیف ہے اور اگر اس پر وقف کیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ عندالبعض وقت حسن ہے۔

قیل علیه الوقف کے لئے قاف صغیرہ: ق: رمزو علامت مقرر کی گئی ہے جو اپنے عنوان کا مخفف اور دال علی العنوان (۳) ہے۔ جیسے اِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًا ○ ق وَمَالَکُمْ مِنْ نَّصِرِیْنَ ○

حاشیہ (۳) عنوان قیل علیہ الوقف ہے

(۲) **قَدْیُوْقَفُ** :. یہ اُس وقف کو کہتے ہیں جس کو باعتبار سیاق وسباق کے بعض علماء حالت وقف کو راجح و مستحب قرار دیتے ہیں اور وصل کو مرجوح، جبکہ بعض علماء وقف اس جگہ پر وصل کو راجح اور مستحب قرار دیتے ہیں اور وقف کو مرجوح اور غیر مستحب قرار دیتے ہیں لیکن پہلا قول اَولٰی ہے۔ قدیوقف کیلئے: قف: بطور رمز علامت وضع کیا گیا ہے اور یہ لفظ صیغہ امر نہیں ہے بلکہ اپنے عنوان کا مخفف اور دال علی العنوان ہے۔ جیسے: حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ○ قف کٓھٰیٰعٓصٓ ○

(۳) **قَدْ یُوْصَلُ** :۔ اس وقف کا نام رکھا گیا جس میں وقف کا راجح اور مرجوح ہونے کا اختلاف ہے، بعض علماء سیاق وسباق کے اعتبار سے وصل کو راجح اور وقف کو مرجوح قرار دیتے ہیں اور بعض علماء وقف کو راجح اور وصل کو مرجوح قرار دیتے ہیں ان میں پہلا قول افضل واحسن ہے: صـــلْ: اسکی علامت ورمز ہے جو کہ دال علی العنوان (۱) ہے نہ کہ صیغۂ امر جیسے۔ اُمَّةً مُسْلِمَةً لَّکَ صل اور اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ. صلْ۔

حاشیہ (۱) قَدْیُوْصَلُ عنوان ہے۔

(۴) **الوصل اَوْلٰی** :۔ اس سے مراد وہ وقف ہے جس میں علماء کا اولٰی اور غیر اَولٰی کا اختلاف ہے یعنی اکثر علماء سیاق و سباق کے حوالے سے وصل کو اولٰی اور وقف کو غیر اَولٰی قرار دیتے ہیں اور بعض علماء وقف، وقف کو اَولٰی اور وصل کو غیر اَولٰی قرار دیتے ہیں والاوّلُ اَوْلٰـــی وَاَحْسَـــنُ ۔ اسکا رمز: صلے: جو اپنے عنوان (۲) کا مخفف ہے۔ مثالیں جیسے وَاَنْـــتَ خَیْرُالْوَارِثِیْنَ ○ صلے اور وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی صلے۔ حاشیہ (۲) عنوان الوصل اَوْلٰی ہے۔

☆ــــــــــ☆ــــــــــ☆

السوال الثالث............(الف):۔

(۱) ضمیر انا اور لکنا کی اصل لکھ کر بتائیں انا اور لکنا کیسے بنا؟(20)

(۲) اہم اوقاف بھی لکھیں۔(14)

جواب............امور مطلوبہ:۔

(۱) ضمیر انا اور لکنا کی اصل اور بناء کا طریقہ۔

(۲) اہم اوقاف۔

(۱) ضمیر انا اور لکنا کی اصل اور بناء کا طریقہ:۔

لفظ انا ضمیر واحد متکلم، مرفوع منفصل ہے اور اس کے معنی ہے: میں: وَهُوَ فِیْ نَظْمِ الْقُرْاٰنِ خَمْسَةٌ وَّسِتُّوْنَ(۱) مَوْضِعًا. نیز جاننا چاہیئے اَنَا اصل میں اَنَ تھا کیونکہ ضمیر کا نون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور اس حالت میں چونکہ وہ رسمًا و کتابةً اَنْ ، اِنْ مجزوم النون سے مماثلت اور مشاکلت رکھتا ہے اس لئے اس کے ساتھ نون کے بعد الف لکھا جاتا ہے تا کہ وہ اَنْ، اِنْ مجزوم النون سے جدا اور ممتاز ہو جائے۔

حاشیہ(۱) پینسٹھ جگہوں میں آیا ہے۔

(۲) لکنا کی اصل اور بناء کا طریقہ:۔

سورۃ کہف کی اڑتیسویں (۳۸) آیت میں لٰکِنَّا هُوَاللّٰهُ رَبِّیْ میں لفظ لٰکِنَّا دراصل دو کلموں کو یکجا لکھا گیا ہے یہ درحقیقت لٰکِنْ ، اَنَا کے ہمزہ مفتوح کو حذف کر کے لٰکِنْ کے نون کو نَا کے نون میں رسمًا مدغم کر دیا گیا ہے تو لفظ لٰکِنَّا بنا پس یہ الف بعد النون وہی ہے جو الف (۲) الرسم والفرق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ النشر فی القرآءات العشر میں علامہ جزری فرماتے ہیں لکِنَّا کی اصل لکِنْ ، اَنَا تھا ہمزہ تخفیفًا حذف کیا گیا ہے اور اسکی حرکت کو لکِنْ کے نون ساکن کو دے دیا گیا تو لفظ لکِنَنَا (۱) بدو نون مفتوحہ بن گیا پھر نون اُولٰی کو ساکن کیا گیا اور نون ثانیہ میں مدغم کر کے طَلَبًا لِلْخِفَّة مشدد کر دیا گیا ہے ان حضرات کے لئے جو حالت وصل میں اُسے بغیر الفِ رسم کے پڑھتے ہیں اور جو حضرات اُسے الف رسم کے ساتھ پڑھتے ہیں پس بعد ادغام نون کے اس الف کو جو آخر اَنَا میں ہے ثابت رکھا گیا ہے عَلٰی لُغَةِ مَنْ یَّقُوْلُ اَنَا بِالْاَلِفِ وَصْلاً وَّوَقْفًا. (۲) یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تذکرہ اور ضابطہ اَنَا ضمیر واحد متکلم، مرفوع منفصل کا ہے جس کا رسم الخط تین حروف پر مشتمل ہے اول ہمزہ مفتوحہ بصورتِ الف مرسوم ہے دوم نونِ مفتوحہ سوم الف

الرسم ہے اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس پر الف لام تعریف داخل نہیں ہوتا۔

حاشیہ (۲) وہ الف جو اِنْ مجزوم النون اور اَنَ کے درمیان رسمًا مشاکلت ختم کرے اور ان کے درمیان فرق پیدا کرے۔ الف الرسم والفرق کہلاتا ہے۔(۱) بدونون یعنی دونون مفتوحہ۔(۲) لکِنّا حالت وقف میں باثبات الف پڑھتے ہیں اتباعًا لِلرّسم اتفاقًا جبکہ حالت وصل میں ابوجعفرؒ، رویسؒ اور ابن عامر شامی: باثبات الف پڑھتے ہیں اور باقی قراء بغیر الف کے پڑھتے ہیں۔

(۲) اہم اوقاف:۔

نوٹ.........:۔ اہم اوقاف کی پانچ اقسام میں سے پہلی قسم وقف لازم اسی پرچہ کے سوال ثانی (الف) کے جزء (۲) اور باقی اقسام سوال ثانی (ب) کے جز (۱) میں وقف (مختلف فیہ) کے عنوان سے حل شدہ ہیں۔

السوال الثالث (ب)..............:۔

(۱) حرفِ کَلّاَ سے متعلق تفصیلاً لکھیئے کہ مرکب ہے یا بسیط، قرآن میں کتنی جگہ آیا ہے نیز قرآن کے نصفِ اوّل میں کیوں وارد نہیں، وقف کا کیا حکم ہے۔(34)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(۱) حرفِ کَلّاَ مرکب ہے یا بسیط۔

(۲) قرآن میں ’’کَلّاَ‘‘ کی تعداد

(۳) نصف اول قرآن میں عدم ورود کی وجہ۔

(۴) کَلّاَ پر وقف کا حکم۔

(۱) حرفِ کَلّاَ مرکب ہے یا بسیط:۔

کَلّاَ ایک ایسا حرف ہے جس کا اعراب میں کوئی حصّہ نہیں ہے یعنی عوامل کی آمد سے اس کا حال بدلتا نہیں ہے اور یہی حال جملہ حروف معنویہ کا ہے کَلّاَ کو بعض حضرات نے اگر حرف بسیط اور مفرد قرار دیا ہے مگر علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ثعلبؒ کے نزدیک وہ کاف تشبیہ اور لا نافیہ سے مرکب ہے اسکے لام کو معنی کی تقویت کی وجہ سے تشدید دی گئی ہے اور اس میں توھّم کو دفع کرنا بھی مقصود ہے کہ دونوں کلموں کے معنٰی باقی ہیں۔

(۲) قرآن میں کَلّاَ کی تعداد:۔

حرفِ کَلّاَ قرآن کریم میں تینتیس (33) مقامات پر نصف آخر کے پندرہ سُوَرِ مکیہ میں وارد ہے کیونکہ وہ

اکثر جبابرہ ہے یعنی ڈانٹا، دھمکانا ہیں یا یہ کہ اس کا نزول تنبیھا للجبابرۃِ و القاھرۃ ،یعنی اہل جبر وتشدد کو متنبہ کرنے کے لئے ہوا ہے۔

(۳) نصفِ اوّل قرآن میں عدمِ ورود کی وجہ:۔

امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کَلَّا قرآن کریم کے نصف اوّل میں کیوں وارد نہیں ہوا؟ جوابًا فرمایا کہ وہ چونکہ حرفِ وعید، تہدید اور تعنیف (۱) ہے ان کو اور ان پر انکار ہے اس لیے اِیْعَادً اَلِلْکُفَّار اس کا نزول مکہ میں بار بار ہوتا رہا ہے اور وہ سور و آیات مکیہ ہی میں وارد ہے بعض نحویوں نے یہاں تک فرمایا ہے کہ جس سورۃ میں تم کَلَّا کا لفظ سنو تو اس پر بلا تامل مکیہ ہونے کا حکم لگا دو اس لئے کہ کَلَّا میں دھمکانے اور خوف دلانے کے معنی ہیں اور تہدید اور وعید کا نزول اکثر مکہ میں ہوا ہے جہاں سرکشی اور نافرمانی بڑھی ہوئی تھی۔

حاشیہ (۱) تعنیف، سختی کو کہتے ہیں۔

(۴) کَلَّا پر وقف کا حکم:۔

حرف کَلَّا پر وقف کرنے کے بارے میں علیٰ اختلاف الاحوال چار مختلف قول ہیں۔

اَلاَ وَّلُ... جمیع قرآن میں اس پر وقف جائز ہے۔

وَالثَّانِیُ... جمیع قرآن میں اس پر وقف ممنوع ہے۔

وَالثَّالِثُ... جب اس سے ماقبل رأس آیہ ہو، تو اس پر وقف نہ کیا جائے۔

وَالرَّابِعُ..... اس میں یہ تفصیل ہے کہ زجر و توبیخ کے لئے ہو تو وقف جائز ہے ورنہ نہیں۔

الورقة الثالثه تفهيم الوقوف

۱۴۳۶ھ/2015ء

السوال الاوّل..............(الف):۔

(۱) سکتہ کے لغوی، اصطلاحی معنیٰ وغرض لکھ کر بتلائے کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟(17)

(۲) سورۃ فاتحہ میں سکتہ معنویہ کے حوالہ سے آپ کیا جانتے ہیں؟ ملا علی قاریؒ کا قول ضرور تحریر کریں۔(16)

جواب...........امور مطلوبہ:۔

(۱) سکتہ کے لغوی، اصطلاحی معنیٰ وغرض اور اس کی اقسام کی تعداد اور تعیین:۔

نوٹ:۔ سکتہ کے لغوی، اصطلاحی معنیٰ الورقۃ الثالثۃ 2013ء ۱۴۳۴ھ کے السوال الاوّل (ب):۔ کے جز (1) میں اور اسکی اقسام بالتفصیل 2014ء/۱۴۳۵ھ کے الورق الثالثہ۔ السوال الاوّل (الف):۔ کے جز (1) میں تفصیلی گزر چکا ہے جبکہ سکتہ کی غرض درج ذیل ہے۔

سکتہ کی غرض:۔

اَلسَّکْتَۃُ دو قسم پر ہے ایک لفظی دوم معنوی۔ سکتہ لفظی کی غرض وغایت اور مقصدِ وحید(۱) فصل بین السورتین اور حفاظت وتحقیق ہمزۃ(۲) القطع ہے، سکتہ معنوی کی غرض وغایت اور مقصدِ وحید ایضاح معنیٰ یا اعلان رأس(۳) آیہ ہے اسی واسطے بغرض اعلان رأس آیہ جملہ رُءُوس آیہ پر جمیع قراء علی سبیل الاختیار سکتہ کرتے ہیں۔

حاشیہ(۱) اصل مقصد (۲) ہمزہ قطعی کی تحقیق کے ساتھ صحیح ادائیگی۔ (۳) آیت کے شروع ہونے پر مطلع کرنا۔

(۲) سورۃ فاتحہ میں سکتہ معنویہ کی حقیقت اور ملا علی قاریؒ کا قول:۔

سورۃ فاتحہ میں ائمہ قراءت، ائمہ وقف اور اہل اداء کے نزدیک کوئی سکتہ معنویہ منقول اور جائز نہیں ہے۔ اَلْعَوَامُ کَالْاَنْعَامِ سورت فاتحہ میں متعدد مقامات پر سکتہ کرتے ہیں جو قطعاً بے اصل اور خودساختہ ہے روایات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بین الجہلاء یہ مشہور ہے کہ سورۃ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ سکتہ نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے اور وہ سات مقامات یہ ہیں۔

دُلِلْ، هِرَبْ، كِيَوْ، كَنَعْ، كَنَسْ، تَعَلْ، بِعَلْ، اگر اسی طرح کسی کلمہ کا اول اور کسی کا آخر ملا کر کلمات وضع کئے جائیں

توہزاروں مہمل کلمات گھڑے جاسکتے ہیں اور ہزاروں سکتے پیدا ہوسکتے ہیں اسی واسطے علماء وقف تاکید فرماتے ہیں کہ کلمات میں تقطیع اور سکتات نہیں ہونے چاہئیں۔

ملا علی قاریؒ المنح الفکریہ میں فرماتے ہیں اور بعض جہلاء کی زبان پر جو یہ مشہور ہے کہ قرآن میں سورۃ فاتحہ کے اندر مثل ان تراکیب مذکورہ میں شیطان کے نام ہیں سو یہ سخت غلطی اور اطلاق قبیح ہے پھران کا الحمد کی دال اور اِیّاکَ کے کاف وغیرہ پر سکتہ کرنا صریح غلطی ہے۔

السوال الاول (ب).................:۔

(۱) سکوت کی تعریف اور اس کا حکم حسبِ مصنفؒ تحریر کیجئے؟ (17)

(۲) تعلم علم الوقوف کی اہمیت پر مدلل مضمون لکھیے۔ (16)

جواب...........امور مطلوبہ:۔

(۱) سکوت کی تعریف اور اس کا حکم۔

(۲) تَعَلُّم عِلْمُ الْوُقوف کی اہمیت پر مدلل مضمون۔

(۱) سکوت کی تعریف اور اس کا حکم:۔

سکوت کی تعریف، سکوت کے لغوی معنی اَلْـمَـنْعُ کے ہیں۔ اور اصطلاح قراء میں وہ قطع کرنا اور بند کرنا ہے قرآت کو کچھ وقت کے لئے بہ نیت قراءت (۱) مزید اور وہ یہ ہے جس کے بعد استعاذہ نہیں کیا جاتا۔ (عندالکل) اگر چہ وہ زمانہ طویل غیر معرض (۲) عن القرآءۃ ہو۔

حاشیہ (۱) یعنی کسی وجہ سے خاموش ہونے کے بعد قرأت کرنے کی نیت ہو۔ (۲) قرأت سے اعراض کرانے والا نہ ہو۔

سکوت کا حکم:۔

سکوت جمیع احکام میں وقف کے حکم میں ہے لہٰذا سکوت خواہ کتنا ہی طویل ہو اس کے بعد استعاذہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ اگر خلافِ قراءت کسی فعل وعمل کا صدور ہوجائے یا کلام اجنبی ہوجائے خواہ سلام کا جواب ہی دیا جائے تو سکوت، ساقط ہوجاتا ہے اور استعاذہ لازم، اَلسُّـکُـوْتُ جبکہ مؤخر قراءت (۳) وتلاوت ہے تو بلا وجہ اسے اختیار کرنا، پھر اس میں تاخیر کرنا مستحسن نہیں ہے بلکہ وہ مختصر ہی ہونا چاہئے تاکہ قراءت وتلاوت مسلسل جاری رہے اور درجات میں اضافہ ہوتا جائے۔ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنَ الْقُرْآنِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. اَلسُّكُوْتُ کی دو صورتیں ہوتی ہیں اوّل

اختیاری، دوم اضطراری جب قاری اور تالئی قرآن اثناءِ قراءت وتلاوت میں کسی مقام پر تجوید وقراءت کے مسائل اور فہم معانی قرآن میں مصروف ومشغول ہوکر خاموش ہوجائے تو اُسے اَلسُّکُوْتُ الْاِخْتِیَارِیُ کہتے ہیں۔اور جب وہ دوران تلاوت وقراءت میں کسی عارضہ کی وجہ سے خاموشی اختیار کرتے تو اُسے اَلسُّکُوْتُ الْاَضْطِرَارِیُ کہتے ہیں۔

حاشیہ(۳) یعنی قرأت میں تاخیر کرانے والا۔

(۲) تعلم علم الوقوف کی اہمیت پر مدلل مضمون:۔

نوٹ:۔ تعلم علم الوقوف کی اہمیت پر مدلل مضمون 2013ء ۱۴۳۴ھ کے الورقۃ الثالثہ کے السوال الثانی (الف) کے جز(2) میں تفصیلی مذکور ہے۔

☆-------------------☆-------------------☆

السوال الثانی............(الف):۔

(۱) علم الوقوف میں مہارت تامہ کے حصول کے لئے جلیل القدر ائمہ نے کن کن علوم کے حصول پر زور دیا ہے۔(16)

(۲) وقف علی اواخر الکلم کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں۔(17)

جواب............امور مطلوبہ:۔

(۱) نوٹ:۔ علم الوقوف میں مہارت تامہ حاصل کرنے کیلئے علوم ضروریہ کے تفصیلاً الورقۃ الثالثہ 2014ء ۱۴۳۵ھ کے السوال الاوّل (الف) کے جز(2) میں گزر چکا ہے۔

(۲) نوٹ:۔ وقف علی اواٰخر الکلم کی تعداد واقسام مفصل الورقۃ الثالہ 2014ء/۱۴۳۵ھ کے السوال الاوّل (ب) کے جز(2) میں تفصیلی گزر چکا ہے۔

☆------------------ یا ------------------☆

السوال الثانی............(ب):۔

(۱) ابتداء، اعادہ، قطع کی تعریف کے بعد احکام بھی زیب قرطاس فرمائیں۔(16)

(۲) وقف متفق علیہ کی اقسام مع تعریفات تحریر کیجئے۔

جواب............امور مطلوبہ:۔

(۱) ابتداء، اعادہ، قطع کی تعریفات اور ان کے احکام۔

(۲) وقف متفق علیہ کی اقسام مع تعریفات۔

نوٹ:۔ وقف متفق علیہ کی اقسام مع تعریفات وامثلہ الورقۃ الثالثہ 2014ء/۱۴۳۵ھ کے السوال الثانی (الف) کے جز (2) میں حل شدہ ہے۔

(۱) ابتداء، اعادہ، قطع کی تعریفات اوران کے احکام:۔

ابتداء:۔ جب قرآن کریم شروع کیا جائے یا جب، اثناء قرآءت وتلاوت میں کسی وقفِ منصوص پر وقف کیا جائے اور موقوف علیہ کے مابعد سے پڑھا جائے تو اِسے ابتداء کہتے ہیں۔

جیسا کہ بے اصول و بے قاعدہ اور بے محل وقف بعض اوقات مفسد معنی ہوتا ہے اسی طرح بسا اوقات بے اصول اور بے محل ابتداء بھی مفسد معنی ہوتی ہے۔ ابتداء کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے ابتداء بالحرکت کلمہ مبتدءہ کا پہلا حرف اگر متحرک ہے تو اسی سے ابتداء کرنی چاہئے۔ جیسے وَمَا كَانَ اللّٰهُ اگر کلمۂ مبتدءہ کا حرف اول ساکن ہے اور وہ کلمہ اسم ہے اور معرف باللام ہے تو اس سے ابتداء بہ ہمزہ مفتوح کرنا چاہئے جیسے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اگر کلمہ غیر معرف باللام ہے تو اس سے ابتداء بہ ہمزہ مکسور کرنا چاہئے جیسے۔ اِسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ. اگر کلمہ مبتدءہ فعل ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اسکا حرف ثالث حرکت اصلی سے متحرک ہے یا عارضی سے اگر وہ مضموم بہ ضمہ اصلی ہو تو اس سے ابتداء بہ ہمزہ مضموم کرنا چاہئے جیسے اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اور اُنْظُرْ اِلَيْكَ اگر صرف ثالث مضموم بہ ضمہ عارضی ہے یا مفتوح ہے یا مکسور ہے تینوں حالتوں میں ابتداء بہ ہمزہ مکسور کرنا چاہئے جیسے۔ اِمْشُوْا جو اصل میں (اِمْشِيُوْا) تھا۔ اِعْلَمُوْا اور اِتَّقُوْا وغیرہ.

اعادہ:۔ اعادہ کے لغوی معنی لوٹ کر آنے کے ہیں..........اور اصطلاح قراء میں بے موقع اور بے محل وقف کرنے کے بعد ماقبل الموقوف علیہ سے لوٹا کر دوبارہ اور مکرر پڑھنے کو اعادہ کہتے ہیں۔

اعادہ بلحاظ کیفیت:۔ حکم میں ابتداء کے ہے۔ یعنی جو اصول وضوابط ابتداء کے ہیں وھی اعادہ کے بھی ہیں۔

قطع:۔ جب قاری اور تالیٔ قرآن پڑھتے پڑھتے کسی جگہ ٹھہر کر پڑھنا موقوف اور ترک کردے تو اسے قطع کہتے ہیں۔

قطع کے لغوی معنی اَلْاِبَانَةُ وَالْاِزَالَةُ کے ہیں۔ یعنی جدائی اور الگ ہونے کے ہیں۔ اور اس پر حکم وقف کا ہی جاری ہوتا ہے۔ پس مقطع(۱) پر وقف کرتے وقت......اصولِ وقف پر پورا پورا عمل کرنا چاہئے۔

(۲) وقف متفق علیہ کی اقسام مع تعریفات ۱۴۳۵ھ/2016ء کے سوال ثانی (ب) کے جز (۲) میں گزر چکا ہے۔

حاشیہ: (۱) قطع کرنے کی جگہ

السوال الثالث..........(الف):۔

(۱) وقف مختلف فیہ کی اقسام وتعریفات لکھ کران کے رموز بھی سپردِقلم کیجئے۔(17)

(۲) نظم قرآن میں لفظ''انا''پروقف کا کیا حکم ہے؟اصل میں کیا ہےاورقرآن میں کتنی جگہ وارد ہوا ہے۔

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) وقف مختلف فیہ کی اقسام،تعریفات اوررموز۔

(۲) نظم قرآن میں لفظ''انا''پروقف کا حکم،اصل اور تعداد ورود۔

(۱) وقف مختلف فیہ کی اقسام،تعریفات اوررموز:۔

نوٹ:۔ وقف مختلف فیہ کی اقسام وتعریفات مع رموز الورقۃ الثالثۃ السوال الثانی(ب)کے جز(2)میں مذکور ہے۔

(۲) نظم قرآن میں لفظ''انا''پروقف کا حکم،اصل اور تعداد ورود:۔

قرآن میں لفظ''انا''پروقف باثبات الف کیا جاتا ہے۔

نوٹ:۔ اسکی اصل اور قرآن میں تعدادِورود الورقۃ الثالثۃ 2014ء/۱۴۳۵ھ کے السوال الثالث(الف)کے جز(1)میں گزر چکا ہے۔

☆----------- یا -----------☆

السوال الثالث(ب)..............:۔

(۱) وقف مختار علیہ کسے کہتے ہیں اوراسکی اقسام کیا ہیں؟(17)

(۲) نظم قرآن میں لفظ کَلَّا پروقف کا کیا حکم ہےاوراس کا ورود سُوَرِمکیہ ہی میں کیوں ہے؟

جواب...........امور مطلوبہ:۔

(۱) وقف مختار علیہ کی تعریف مع اقسام۔

(۲) نظم قرآن میں لفظ کَلَّا پروقف کا حکم اوراسکے سُوَرِمکیہ میں ورود کی وجہ۔

نوٹ:۔ وقف مختار علیہ کی تعریف مع اقسام الورقۃ الثالثۃ 2014ء/۱۴۳۵ھ کے السوال الثانی(ب)کے جز(1)میں اور لفظ کَلَّا کی تفصیلی بحث اسی پرچہ کے السوال الثالث(ب)میں گزر چکی ہے۔

☆-----------☆-----------☆

الورقة الثالثة تفهيم الوقوف

۱۴۳۷ھ/2016ء

السوال الاوّل.............(الف):۔

(۱) سکتہ لطیفہ کی قسمیں لکھ کر بتائے کہ سکتہ لطیفہ واجبہ کے مواضع کیا ہے اور کتنے ہیں۔(17)

(۲) فن وقف خلف کی ایک جلیل القدر جماعت سے منقول ومشہور ہے۔ان میں سے آٹھ (۸) حضرات کے نام لکھیں۔(16)

جواب...........امور مطلوبہ:۔

(۱) سکتہ لطیفہ کی اقسام اور مواضع اوران کی تعداد۔

(۲) فن وقف کے آٹھ (۸) جلیل القدر ائمہ کرام کے نام۔

(۱) **سکتہ لطیفہ کی اقسام اور مواضع اوران کی تعداد:۔**

سکتہ لطیفہ کی اقسام اور مواضع اوران کی تعداد ۱۴۳۵ھ/2014ء کے سوال اول (الف) میں گزرچکی ہے۔

(۲) **فن وقف کے آٹھ (۸) جلیل القدر ائمہ کرام کے نام:۔**

منار الھدیٰ فی بیان الوقف والابتداء میں ہے کہ یہ فن الوقف خلف کی ایک جلیل القدر جماعت سے مشہور ومنقول ہے......اور وہ حضرات یہ ہے۔

(۱) امام نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم المدنی القاری۔

(۲) امام یعقوب بن اسحاق الحضرمی البصری صاحب نافع۔

(۳) امام ابوحاتم السجستانی۔ (۴) امام احمد بن موسیٰ (۵) امام محمد بن عیسیٰ

(۶) امام علی بن حمزہ الکسائی (۷) قراء الکوفہ یعنی امام عاصم، امام حمزہ، امام کسائی

(۸) امام اخفش سعید۔

☆-------------- یا --------------☆

السوال الاول (ب).................:۔

(۱) فن وقف کے حصول کے لئے کن علوم وفنون کی حاجت پیش آتی ہے؟ (17)

(۲) وقوف المنسوبہ اِلی القاری کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟ (16)

جواب..........امو مطلوبہ:۔

(۱) فن وقوف کے حصول کے لئے ضروری علوم کی تفصیل۔

(۲) وقوف منسوبہ اِلی القاری کی اقسام اور نام۔

(۱) فن وقوف کے حصول کے لئے ضروری علوم کی تفصیل:۔

فن وقوف کے حصول کیلئے ضروری علوم کی تفصیل 2014ء ۱۴۳۵ھ کے سوال اول میں گزر چکا ہے۔

(۲) وقوف منسوبہ اِلی القاری کی اقسام اور نام:۔

اَلْوُقُوْفُ اَلْمَنْسُوْبَةُ اِلَی الْقَارِئْ : چار اقسام پر منقسم ہیں۔اس لئے کہ نسبت کی چار صورتیں ہیں..

کیونکہ یہ ظاہر بات ہے کہ قاری یا تو اختیاراً وقف کرے گا..... یا اضطراراً وقف کرے گا....اور یا وہ انتظاراً وقف کرے گا...

پس اگر قاری نے اختیاراً یعنی قصداً وارادۃً وقف کیا ہے تو اُسے وقف اختیاری کہتے ہیں۔

اگر قاری نے اضطراراً (۱) یعنی مضطرًا وقف کیا تو اُسے وقف اضطراری کہتے ہیں۔

حاشیہ (۱) مثلاً سانس کا کم ہونا، آواز کا رک رک کر نکلنا یا بند ہونا وغیرھا۔

اگر قاری نے اختیاراً یعنی تعلیماً وامتحاناً وقف کیا ہے تو اُسے :وقف اختیاری، کہتے ہیں اور اگر قاری نے انتظاراً یعنی جمع بین القراءت والروایات اور طرق ووجوہات کو پورا کرنے کے پیش نظر وقف کیا ہے :تو اسے وقف انتظاری: کہتے ہیں۔

☆--------------------☆--------------------☆

السوال الثانی............(الف):۔

(۱) وقوف منسوبہ الی المعانی کی قسمیں اور نام تحریر کریں۔

(۲) وقف تام کی تعریف اور مثال لکھئے۔ (15)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) وقوف منسوبہ الی المعانی کی اقسام اور نام۔

(۲) وقف تام کی تعریف اور مثال۔

(۱) وقوف منسوبہ الی المعانی کی اقسام اور نام:۔

وقوف منسوبہ الی المعانی کی اقسام اور نام 2014ء/۱۴۳۵ھ کے سوال اول کے جز (ب) میں گزر چکا ہے۔

(۲) وقف تام کی تعریف اور مثال:۔

اَلْوَقْفُ التَّامُّ ، اَلْمَنْسُوْبُ اِلَی الْمَعَانِیْ: اُس وقف کا نام رکھا گیا ہے۔جس میں کلمہ موقوف علیہ کے ماقبل کا بعد سے لفظی اور معنوی دونوں قسم کا تعلق منقطع (۱) ہو جائے……اور کلمہ موقوف علیہ پر سابقہ کلام مکمل ہو کر معنی اور مفہوم کلام واضح ہو جائے۔

مثال:۔ اُولٰئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

حاشیہ (۱) مضمون سابق کے اختتام اور مضمون آئندہ کی ابتداء کی وجہ سے

☆-------------- یا --------------☆

السوال الثانی (ب)……………:۔

(۱) الوقف علیٰ اواخر الکلم کی بروایت حفص کتنی قسمیں ہیں اور کون سی ہیں۔

(۲) الوقف بالابدال اور الوقف بالحذف کی تعریف اور مثال لکھیں۔

جواب……………امور مطلوبہ:۔

(۱) وقف علیٰ اواخر الکلم کی اقسام۔

(۲) وقف بالابدال کی تعریف اور مثال۔وقف بالابدال کی تعریف ومثال اور وقف بالحذف کی تعریف ومثال۔

(۱) وقف علیٰ اواخر الکلم کی اقسام اور نام:۔

وقف علیٰ اواخر الکلم کی اقسام اور نام 2015ء/۱۴۳۶ھ سوال الثانی میں گزر چکا ہے۔

(۲) وقف بالابدال کی تعریف اور مثال۔وقف بالابدال کی تعریف اور مثال:۔

وقف بالابدال تعریف اور مثال 2013ء/۱۴۳۴ کے سوال ثالث میں گزر چکا ہے۔

وقف بالحذف کی تعریف اور اسکی مثال:۔

جب موقوف علیہ مضموم مُنَوَّن ہو……یا مکسور منون……یا موقوف علیہ ہاءِ ضمیر واحد مذکر غائب

پرصلہ (۱) ہو......... تو وقف کرتے وقت موقوف علیہ منوّن کی تنوین کو..... اور ہاءِ ضمیر کے صلہ کو حذف کرنا چاہئے......... سو اسطرح وقف کرنے کو: اَلْوَقْفُ بِالْحَذْف۔ کہتے ہیں۔

حاشیہ (۱) یعنی کھینچنا اور مد کرنا۔

وقف بالحذف کی مثالیں:۔

(۱) هٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ (۲) اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَاب (۳) شَیْطٰنٍ مَّارِدٌ

(٤) مِنْ كُلِّ جَانِبٌ (٥) مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ (٦) شَاكِرًا لِاَنْعُمِه

☆------------------☆------------------☆

السوال الثالث..........(الف):۔

(ا) ابتداء کے لیے کتنی چیزوں کا جاننا ضروری ہے اور اس کی کتنی صورتیں ہیں؟ تفصیل سے لکھئے۔

(۲) علامہ سجاوندیؒ کی رموز مجوزہ فی المصاحف کے مطابق کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں۔

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(ا) ابتداء کے لیے ضروری چیزیں اور اس کی صورتیں۔

(۲) علامہ سجاوندیؒ کی رموز مجوزہ فی المصاحف کے مطابق اقسام۔

(ا) ابتداء کے لیے ضروری چیزیں اور اس کی صورتیں:۔

اَلْاِبْتِدَاء کیلئے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے:۔ (ا) محل ابتداء (۲) کیفیت ابتداء۔

(ا) محل ابتداء:۔ یعنی ایسے موقع و محل کو منتخب کرنا جہاں سے ابتداء حسن اور مفید معنی ہو۔ سو اس کا مختصر اصول وضابطہ یہ ہے کہ جس قسم کا وقف ہوتا ہے اس قسم کی ابتداء ہوتی ہے۔ یعنی اگر وقف تام پر وقف ہوا ہے تو اسکے مابعد سے ابتداء تام ہوتی ہے اگر وقف کافی پر وقف ہوا ہے تو اسکے مابعد سے ابتداء کافی ہوتی ہے وغیرہ۔

(۲) کیفیت ابتداء:۔ یعنی یہ جاننا کہ ابتداء کس طرح کی جائے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ ابتداء کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے ابتداء بالحرکت۔ لیکن ابتداء بالحرکت کیلئے کلمہ مبتدءہ کو دیکھنا چاہئے کہ اس کا حرف اول متحرک ہے یا ساکن۔ کلمہ مبتدءہ کا پہلا حرف متحرک ہے تو کلمہ پر اسی حرکت سے ابتداء کرنا چاہئے جیسے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ.

اگر کلمہ مبتدءہ کا حرف اول ساکن ہے تو پھر دیکھنا چاہئے. یہ وہ کلمہ اسم ہے یا فعل۔ اگر کلمہ مبتدءہ ''اسم'' ہے اور وہ

معروف باللام ہے تو اسے ابتداءنہ ہمزہ مفتوح کرنا چاہئے جیسے۔ الحمد للهِ رب العٰلمين اگر وہ غیر معرف باللام ہے تو اس سے ابتداء بہ ہمزہ مکسور کرنا چاہئے۔ جیسے اِسۡتِكۡبَارًا فِي الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّءِ.

اگر کلمہ مبتدءہ ''فعل'' ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا حرف ثالث یعنی تیسرا حرف کس حرکت سے متحرک ہے۔... نیز دیکھنا چاہئے کہ وہ حرکت اصلی ہے یا عارضی۔ پس اگر وہ مضموم بہ ضمہ اصلی ہے تو اس سے ابتداء بہ ہمزہ مضموم کرنا چاہئے جیسے۔ اُتۡلُ مَآ اُوۡحِيَ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ اور اگر وہ حرفِ ثالث مضموم بہ ضمہ عارض ہے......... یا وہ مفتوح ہے......... یا وہ مکسور ہے......... تو تینوں حالتوں میں ابتداء بہ ہمزہ مکسور کرنا چاہئے جیسے۔ اِمۡشُوۡا، وَاصۡبِرُوۡا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمۡ، اِمۡشِيُوۡا

اَلۡاِبۡتِدَاء کی چار صورتیں ہوتی ہیں.............. اور چاروں صورتیں اختیاری ہیں۔

(۱) ابتداء حقیقی:۔ یعنی جب ابتداء قراءت وتلاوت ہو...... نیز جب ابتداء بعد از قطعِ قراءت ہو تو اسے ابتداء حقیقی کہتے ہیں اور ابتداء حقیقی پر استعاذہ لازم اور ضروری ہوتا ہے۔

(۲) ابتداء تقدیری:۔ یعنی جب ابتداء بعد از ختم سورۃ ہو..... نیز جب ابتداء بہ تکریر سورۃ ہو تو اسے ابتداء تقدیری کہتے ہیں اور ابتداء تقدیری پر فقط بسملہ ضروری ہے۔

(۳) ابتداء حکمی:۔ یعنی جب ابتداء بعد از ختم قرآن ہو تو اسے ابتداء حکمی کہتے ہیں........ اور ابتداء حکمی پر بھی فقط بسملہ ضروری ہے۔

(۴) ابتداء اصطلاحی:۔ یعنی جب ابتداء بعد از وقف ہو...... یعنی بر موقوف ومحل، وقف کرنے کے بعد ہو تو اس کو ابتداء اصطلاحی کہتے ہیں۔ اور ابتداء اصطلاحی پر نہ استعاذہ ہے اور نہ بسملہ۔

(۲) علامہ سجاوندیؒ کی رموز مجوزہ فی المصاحف کے مطابق اقسام:۔

علامہ سجاوندیؒ کی رموز مجوزہ فی المصاحف کو اگر بغور اور بنظر عمیق دیکھا جائے.... تو وہ چار انواع پر منقسم ہیں۔

(١) متفق عليه (٢) مختار عليه (٣) مختلف عليه (٤) ممنوع فيه

نوٹ:۔ ممنوع فیہ کے علاوہ پہلی تینوں اقسام کی تعریف گزشتہ سوالات میں گزر چکی ہے۔ ممنوع فیہ کی تعریف درج ذیل ہے۔

ممنوع فیہ کی تعریف:۔

اقسام الوقف الممنوع فیہ:۔ وہ اوقاف اور محلِ اوقاف قرآنیہ ہیں جہاں پر علماء وقف معنوی خرابیوں کی وجہ سے یعنی قرآن کی سیاق سباق میں ربط منقطع ہونے اور معنی غیر مراد لازم آنے کی وجہ سے وقف ممنوع اور ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔

السوال الثالث (ب)..................:۔

(۱) وقف متفق علیہ کی اقسام کیا ہیں؟ ان کے نام اور علامات لکھئے۔

(۲) وقف مختار علیہ کسے کہتے ہیں اور اس کی اقسام کیا ہیں؟

جواب..................امور مطلوبہ:۔

(۱) وقف متفق علیہ کی اقسام، نام اور علامات۔

(۲) وقف مختار علیہ کی تعریف مع اقسام۔

وقف متفق علیہ کی اقسام، نام اور علامات 2014ء/۱۴۳۵ھ کے سوال ثانی کے جز (الف) میں گزر چکے ہیں۔
وقف مختار علیہ کی تعریف مع اقسام 2014ء/۱۴۳۵ھ کے سوال ثانی کے جز (ب) میں گزر چکی ہیں۔

الورقة الرابعة فى علوم القراء ات

الورقة الرابعة فی علوم القراء ات

۱۴۳۵ھ/2014ء

السوال الاوّل.............(الف):۔

(۱) تعریف القراءت وتاریخہا پر اس طرح مضمون لکھیں کہ تشنگی نہ رہے۔(33)

جواب...........امور مطلوبہ:۔

(۱) تعریف القراءت:۔ (۲) تاریخ القراءت:۔

(۱) تعریف القراءت:۔

لغوی تعریف:۔ القراءات باعتبار لغت، قراءۃ کی جمع ہے اور قراءۃ باب قَرَءَ یَقْرَءُ قِرَائَۃً وقُرْاٰنًا سے مصدر ہے اور قراءۃ کا معنی تلاوت کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''القراءۃ'' کی قراء کرام نے مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں سے امام ابن جزریؒ کی تعریف جامع وعمدہ ہے۔قراءات اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلماتِ قرآنیہ میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق واختلاف معلوم ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لینے کی بناء پر ہے۔(اپنی رائے کی بناء پر نہیں) شیخ عبدالفتاح القاضیؒ نے بھی تقریباً یہی تعریف کی ہے۔

(۲) تاریخ القراءات:۔

ابتداء ارتقاءِ قراءات:۔ بہت سی احادیث صحیحہ ''احرف سبعہ''(۱)

پر قرآن کریم کے نزول کو واضح کرتی ہے جو تمام کی تمام صحت وتواتر کے ساتھ ہم تک پہنچتی ہیں جسطرح قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے بالکل بعینہ قراءات ''قرآنیہ'' بھی منزل من اللہ ہیں۔

حاشیہ(۱) اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ.....الخ یہ حدیث متواتر ہے امام ابوعبیدؒ (شرح سبعہ قرأت)

(۱) **دلیل:۔** فرمایا رسول اکرم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام نے ایک حرف پر مجھے قراءۃ پڑھائی، میں نے ایک سے زائد پر اصرار جاری رکھا یہاں تک سات حروف یعنی (سبعہ قراءات) پر تکمیل ہوئی۔(صحیح بخاری شریف)

(۲) **دلیل:۔** حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ھشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا سورۃ الفرقان کے کسی کلمہ پر

مختلف قراءات پر باہمی اختلاف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قراءات کا نزول مکہ مکرمہ میں بھی جاری وساری تھا کیونکہ سورۃ الفرقان مکی سورت ہے۔(صحیح مسلم شریف)

رائے نمبر(۲):۔ قراءات کا نزول ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا:۔

(۱) دلیل:۔ مختلف قراءات پر نزول کا مقصد اُمت کو آسانی فراہم کرنا تھا جسکی ضرورت تب پیش آئی جب عرب کے مختلف قبائل اسلام میں داخل ہوئے اور ان کے لہجات مختلف تھے اور یہ مختلف لہجات کا مرحلہ ہجرت کے بعد ہی پیش آیا۔

(۲) دلیل:۔ صحابہ کرامؓ کا قراءات کے بارے میں باہمی اختلاف سب سے پہلے مدینہ منورہ میں پیش آیا نہ کہ مکہ مکرمہ میں جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ کا کسی صحابیؓ سے اور حضرت عمر بن خطابؓ کا حضرت ھشام بن حکیمؓ سے قراءات کے بارے میں ایک دوسرے سے مختلف رائے رکھنا، نبی کریم ﷺ نے دونوں حضرات صحابہؓ کی قراءات کو درست قرار دیا تھا۔

وقد حاول البعض ان یجمع بین القولین :۔ بعض حضرات نے مذکورہ (۲) اقوال میں تطبیق فرمائی کہ مکی سورتوں میں مذکورہ قراءات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن اور قراءات کا آغاز مکہ مکرمہ میں ہی ہوا ہے ایسا نہیں کہ مکی سورتوں میں واقع مختلف قراءات بعد میں دوبارہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہوں۔ البتہ ان مختلف قراءات کی ضرورت اگرچہ ہجرت مدینہ کے بعد مختلف قبائل عرب کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد پیش آئی کیونکہ قبائل کی زبان، لغت، لہجات ایک دوسرے سے جُدا جُدا تھیں۔

جن مراحل سے قراءات قرآنیہ گزریں، مختصراً یہ ہیں:۔

(۱) **مرحلة تعلم الرسول ﷺ من جبرئیل علیه السلام:**۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے قرآن کا علم حاصل کرنا قراءات قرآنیہ کا آغاز، سیدنا جبرئیل امین علیہ السلام کی تعلیم قرآن کریم کی صورت میں ہوا۔

(۱) دلیل:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔(علمه شدید القوی) (النجم)

(۲) دلیل:۔ وحی قرآنی کی ابتداء کے بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت مبارکہ جس میں ذکر ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ کو فرمایا، اقرأ، پڑھیے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اتنا زور سے دبایا کہ میں مشقت میں مبتلا ہوگیا۔(جامع صحیح بخاری)

اسی منہج پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مختلف قراءات پر قرآن کریم کی تعلیم دی تھی

(۲) **مرحلة تعلیم الصحابةؓ من الرسول:۔** دوسرا مرحلہ صحابہ کرامؓ کا رسول اکرم ﷺ سے تعلیم سیکھنا۔

(۱) **دلیل:۔** خود اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا کہ اہل اسلام کو قرآن کریم کی تعلیم دی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(یاایھاالرسول بلّغ ما انزل الیك من ربّك)(المائدہ)

(۲) **دلیل:۔** اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:۔ **وقرانا فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث ونزلنه تنزیلا(الاسراء)**

لہٰذا جناب نبی کریم ﷺ وہ تمام وحی متلو جو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کو تعلیم دیتے اپنے صحابہ ؓ کو پڑھاتے۔

(۳) **دلیل:۔** حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ پہلے ہمیں دس آیات مبارکہ کی تعلیم فرماتے جب تک ہم ان دس آیات مبارکہ کی تعلیم اور ان پر عمل نہ کرلیتے اگلی دس آیات مبارکہ کی تعلیم نہ فرماتے تو آپ ﷺ نے قرآن کریم کا علم وعمل دونوں کی تعلیم فرمائی۔

(۳) **مرحلة تعلیم الصحابة رضی الله عنهم اجمعین بعضهم لبعض:۔** تیسرا مرحلہ، بعض صحابہ کرامؓ کا دوسرے بعض صحابہؓ کو قرآن کریم کی تعلیم فرمانا، ترتیب خود جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرامؓ کو حکم فرمایا کہ دیگر بعض صحابہ کرامؓ کو تعلیم دیں۔

(۲) **دلیل:۔** رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے باہر تعلیمی وفد بھیجنا، بخاری شریف میں ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ سب سے پہلے مدینہ منورہ آئے اور لوگوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ پھر حضرت عمارؓ و حضرت بلالؓ آئے۔

(۳) **دلیل:۔** فتح مکہ کے موقع پر جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو تعلیم وتعلم کیلئے مکہ مکرمہ میں ہی چھوڑا تھا۔

(٤) **مرحلة تعلیم التابعین من الصحابةؓ:۔** چوتھا مرحلہ، تابعین کرام کا صحابہ کرامؓ سے قرآن کریم سیکھنا صحابہ کرام مختلف شہروں میں پھیل گئے اور لوگوں کو قرآن کریم اسی قراءۃ پر پڑھایا جس قراءۃ پر رسول اکرم ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔ ان مختلف منقول قراءات کی بناء پر تابعین کرام اور ان کے شاگردوں میں بھی یہ اختلاف قراءات نقل ہوا۔ اس موقع پر شاذ قراءات (جن کا پڑھنا جائز نہیں) وہ ظاہر ہونے لگیں۔ اور مسلمانوں میں یہ جھگڑا اکثرت سے ہونے لگا۔ (کہ کون سی قراءۃ درست اور قابل تلاوت ہے) اور کون سی قراءۃ ناقابل تلاوت ہے) یہاں تک کہ یہ جھگڑا امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنیؓ تک پہنچا تو آپؓ نے حکم فرمایا: مختلف مصاحف ایسے رسم (کتاب کی شکل) پر لکھے جائیں جو ایک سے زائد قراءات

صحیحہ،متواترہ،کوشامل ہوسکے(جیسے(ملک) کا اسم (مالک) اور بعد کا رسم باعد کی قراءۃ کو بھی شامل ہو۔ان مصاحف قرآنیہ کومشہورشہروں (مدینہ منورہ،مکہ مکرمہ،کوفہ،بصرہ،شام) طرف ایک ایک استاذ و معلم قرآن کے ساتھ روانہ فرمایا۔

(۵) مرحلة التخصص فی القراء ات :۔ پانچواں مرحلہ قراءات قرآنیہ کی نسبت کسی خاص قاری کی طرف سے جب خواہشات کی اتباع کرنے والوں نے ایسی ایسی قراءات کی تعلیم شروع کردی جنکی کوئی بنیاد نہیں تھی۔جیسا کہ معتزلہ اور روافض کے بعض حضرات سے من گھڑت قراءات منقول ہیں۔اسی موقع پر قراء کرام کی ایک جماعت نے آپنے آپ کو خاص کردیا۔اور اپنی مکمل توجہ قراءات کو محفوظ کرنے پر مشغول کردی۔جسکی وجہ سے وہ قراءات کے امام کہلانے لگے۔اور لوگ ان قراء کرام سے قرآن سیکھتے اور عالم اسلام کے مسلمانوں کا قراءات قبول کرنے کے حوالے سے ان پر ایسا اتفاق ہو گیا کہ قراءات کی نسبت ان ائمہ قراءات کی طرف کی جانے لگی۔

(۶) مرحلة التدوین فی القراء ات :۔ چھٹا مرحلہ قراءات کو جمع کرنے کا۔علم القراءات پر تصنیفی کام شروع زمان سے ہی جاری تھا جب قرآن کریم اور اسکی تلاوت نے اپنے پڑھنے،پڑھانے والے کو ہر چیز سے بے پرواکردیا تھا حتی کہ بعض حضرات نے تو قرآن کریم اور اسکی تعلیم کو جہاد فی سبیل اللہ پر ترجیح دی (النشر فی القراءات العشر) البتہ سب سے پہلے علم القراءات کے مدون کرنے والے کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔

رائے نمبر(۱):۔ اکثر حضرات نے امام عبدالقاسم بن سلام (ت ۲۲۴ھ،کو مدون اول قرار دیا ہے۔)

رائے نمبر(۲):۔ امام ابن الجزریؒ نے غایة النہایة (۳) میں امام ابوحاتم السجستانی (ت ۵۵ھ) کو قرار دیا۔

رائے نمبر(۳):۔ راجح قول کے مطابق امام یحییٰ بن یعمرؒ (ت ۹۰ یا ۸۹ھ، ہیں)

(۷) مرحلة: قراءات قرآنیہ کی حدبندی کا سبب:۔ تیسری ہجری میں جب امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ (ت ۲۲۴ھ) نے قراء سبعہ سمیت پچیس قراء کی قراءات کو اپنی کتاب میں جمع کیا۔اور امام بن جبیرؒ (ت ۲۵۸) الخمسہ کے نام سے کتاب تالیف کی اور ابوبکر الداجونیؒ (ت ۳۲۴ھ) نے الثمانیہ کے نام سے کتاب تالیف کی۔

لیکن جب قراء کرام اور ان کی روایات کی تعداد زیادہ ہوگئیں۔قریب تھا کہ کثرت کی وجہ سے اضطراب(۱) (صحیح اور غیرصحیح کا شک) قراءات کے بارے میں پیدا ہوجاتا تو اس مرحلہ پر امام ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (ت ۳۲۴ھ) نے سوچا کہ اسلامی شہروں میں جن مشہور ائمہ کی قراءات معروف ہیں ان کو منتخب کیا جائے۔

حاشیہ(۱) اضطراب کی وجہ بعض رواۃ کے ضبط واتقان اور روایت کی صفات میں کمی تھی۔(شرح سبعہ قراآت)

(۸) **آٹھواں مرحلہ: قراءات سبعہ کی حد بندی کا:۔** یعنی قراءات سبعہ جومشہور ہے خواص (اہل علم) اور عوام (عوام الناس) کے درمیان یہ محدود ہوگئیں کیونکہ قابل اعتماد ائمہ قراءات نے چھان پھٹک اور تحقیق کے بعد تواتر کی شرط اول کو مدنظر رکھتے ہوئے مخصوص تعداد جو خاص و عام کے قابل قبول ہوا سمیں قراءات کو محدود کر دیا۔

اور یہ کام سب سے پہلے تیسری ہجری کے اواخر اور چوتھی ہجری کے اوائل میں اپنے وقت کے امام القراءات، امام ابن مجاہد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے قراء سبعہ (۲) (نافع مدنی، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، ابن عامر شامی، عاصم کوفی، حمزہ کوفی، کسائی کوفی رحمہم اللہ تعالیٰ) کی قراءات کو اپنی تالیف کردہ کتاب ''السبعہ'' میں جمع فرما کر انجام دیا۔

حاشیہ (۲) بعض لوگ کہتے ہیں سبعہ احرف سے مراد قراء سبعہ کی قرآت ہیں، یہ وہم ہے۔ (شرح سبعہ قراءات)

(۲) اور یہ کام (خدانخواستہ) کوئی نئی ایجاد نہیں تھی بلکہ آپؒ نے قراءات کو بعد تحقیق کے محدود کیا تو اتفاق سے سات کی تعداد ہوگئی۔

قراء سبعہ کی قراءت پر لوگوں کے متفق ہونے کی وجہ:۔

(۱) ایک تو ان قراء سبعہ نے قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا اور تعلیم قرآن میں بھرپور توجہ اپنی مہارت علمی کے ساتھ۔

(۲) دوسرا قراء سبعہ کی قراءت مستند ہے باعتبار قراءۃ بھی اور سماعت بھی ایک ایک حرف شروع قرآن کریم سے آخر تک مستند و معتمد ہے۔

یاد رہے کہ ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے قراءات سبعہ کو جو منتخب فرمایا وہ قبولیت کی معروف تین شرائط:۔

(۱) صحت سند (۲) موافقت لغت عربیت (۳) موافقت رسم عثمانی کے مطابق تھیں۔ مقدمہ سبعہ (ابن مجاہد)

☆---------------- یا ----------------☆

السوال الاول (ب)..........:۔

(۱) ارکان قراءات صحیحہ متواترہ پر مفصل مضمون تحریر کریں۔ (33)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(۱) ارکان قراءات صحیحہ متواترہ پر مفصل مضمون۔

قراءات صحیحہ کے ارکان (قراءات کو قبول کرنے کی شرائط):۔

قبول قراءات کیلئے متقدمین مندرجہ ذیل شرائط کالحاظ رکھتے ہیں۔

(۱) عربیت میں اسکی کوئی قوی توجیہ (مثال) پائی جائے۔

(۲) وہ مصحف عثمانی کے رسم کے موافق ہو۔

(۳) عام قراء کا اس پر اتفاق ہو۔

اور عام قراء سے ان کا مقصود اہل حرمین ہیں یا اہل مدینہ اور اہل کوفہ ہیں۔اور کبھی وہ حضرات اس قراءات کو اختیار کرتے ہیں جس پر امام نافعؒ اور امام عاصم متفق ہوں۔اس لئے کہ ان کی قراءات سب سے زیادہ معتمد علیہ،سند کے اعتبار سے اصح اور عربیت کے اعتبار سے افصح ہے اوران دونوں کے بعد فصاحت میں امام ابوعمرؒو اور امام کسائیؒ کی قراءات کا درجہ ہے۔

(ب)........ پھر قراءات صحیحہ کو غیر صحیحہ سے جُدا کرنے کا یہ ضابطہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ بنا۔

(۱) صحت سند

(۲) عربیت کی موافقت

(۳) رسم مصحف عثمانی کی موافقت:۔

پھر اس ضابطے کی دوسری اور تیسری شرط میں کچھ توسع ہوا۔اور ابن الجزریؒ کے بیان کے مطابق شرائط اسطرح طے پائیں۔

(۱) قراءات صحیح السند ہو۔(۱) (۲) عربیت کے موافق ہو،چاہے کسی وجہ سے بھی ہو۔

حاشیہ (۱) اصل اعتماد ان اوصاف ثلثہ پر ہے نہ انتساب پر (حافظ ابوشامہ)

(۳) مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے رسم کے موافق ہو۔اگر چہ احتمالاً ہی ہو۔امام ابن الجزریؒ "الطیبۃ" میں فرماتے ہیں: جو قراءتِ نحوی قاعدے کے موافق ہو اور رسم میں بھی اسکا احتمال موجود ہو۔اور سند کے اعتبار سے صحیح ہو تو وہ قرآن کا (ہی حصہ) ہے پس یہ تین (شرائط) ارکان ہیں اور جس جگہ کوئی رکن نہ پایا جائے تو اگر وہ قراءات سبعہ میں سے ہو تو اس کے شذوذ کو ثابت کرو۔پھر صحت سند کے معیار کے متعلق قراء کا اختلاف ہے۔جمہور تواتر کی شرط لگاتے ہیں۔اسلئے کہ یہ قراءات قرآن ہیں اور قرآن بغیر تواتر کے ثابت نہیں ہوتا۔جبکہ بعض قراء اس قراءات کی شہرت اور اسکے پھیل جانے کو کافی قرار دیتے ہیں۔

(د)....... بالآخرات نے قرات کوقبول کرنے کے بارے میں مندرجہ ذیل ارکان (۱) پراجماع کیا ہے۔

(۱) قرات کامتواتر ہونا۔

(۲) عربیت(۱) کے موافق ہو، اگر چہ کسی وجہ سے بھی ہو۔

(۳) مصاحف عثمانیہ میں کسی ایک کے موافق ہو، اگر چہ احتمالاً ہو۔

(۱) علامہ دانی ائمہ کے اقوال نقل کر کے کہتے ہیں کہ ائمہ قراءۃ اُس حرف پر عمل کرتے ہیں جو اثراً اثبت اور نقلا دروایۃً اصح ہو۔

ان آخری تین ارکان کی تشریح:۔

(۱) تواتر:۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک بڑی جماعت ایسی جماعت سے (قراءت) کونقل کر کے جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو، اور (اس جماعت کی) تعداد میں کسی تعین کے بغیر شروع سند سے آخری سند تک یہی سلسلہ ہو۔ اور جمہور کے نزدیک قبولِ قرات کے لئے تواتر بنیادی شرط ہے اور وہ صحت سند پر اکتفاء نہیں کرتے۔

اسی وجہ سے انہوں نے قرآن کی تعریف اس طرح بیان کی ہے۔ ''قرآن وہ جو ہماری طرف نقل متواتر کے طور پر مصحف کے دوگتوں کے درمیان نقل ہوا ہے (اور یہ نقل ہونا) ایک جماعت سے دوسری جماعت کی طرف (منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے)''۔

(۲) قراءت کا لغت عربیہ کی وجوہ میں سے کسی توجیہہ کے موافق ہونا:۔

اس شرط کے مطابق اس قراءت کا لغت عربیہ کی وجوہ میں سے کسی وجہ کے موافق ہونا کافی ہے چاہے وہ وجہ فصیح یا غیر فصیح ہو متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ ہو لیکن اسکا متواتر سند ہونا اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے موافق ہونا ضروری ہے۔ پھر لغت کی حیثیت سے اس کی توجیہ کے ضعیف ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ جیسے امام حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد: واتقوا اللہ الذی تساء لون بہٖ والارحام (النساء : ۱) میں لفظ والارحام بالجر کو پڑھتے ہیں جبکہ باقی قراءاسے لفظ ''اللہ'' پر عطف کرتے ہوئے بالنصب پڑھتے ہیں۔

امام حمزہؒ کوفیین مذہب کے مطابق ''والارحام'' کو ''ضمیر مجرور'' ''بہٖ'' پر عطف کرتے ہوئے بالجر پڑھا ہے۔ اس بناء پر مجرور پڑھا ہے کہ اس کے ساتھ حروف جار کا اعادہ کیا گیا ہے لیکن اس کے معلوم ہونے کی وجہ سے اسے حذف کر دیا گیا ہے یا انہوں نے بصریین کے مذہب کے مطابق قسم بنایا ہے تاکہ رشتہ داری کی عظمت ظاہر ہو اور صلہ رحمی کی ترغیب ہو۔ اور قسم کا جواب لفظ اللہ ہے۔

علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں:۔

بے شک علماءِ نحو نے اپنے قواعد اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور عرب کے کلام کی حدد سے بنائے لہذا جب قرآن کا قرآن ہونا مقبول روایت سے ثابت ہوجائے تو قرآن علماءِ نحو اور ان کے وضع کردہ قواعد پر حکم ہوگا اور ان کے لئے اپنے قواعد سمیت قرآن کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوگا نہ یہ کہ ہم قرآن سمیت انکے قواعد کی طرف رجوع کریں جو اس کے مخالف ہیں۔

امام ابو عمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ائمہ قراءت قرآن کے حروف کے بارے میں اس قراءت پر اعتماد نہیں کرتے جو لغت میں زیادہ مشہور ہو یا جو عربیت کے مطابق ہو بلکہ وہ اس پر اعتماد کرتے ہیں جو اثر میں اچھی طرح ثابت ہو اور روایت اور نقل کے اعتبار سے واضح ہو۔

(۳) اس قراءت کا مصاحف عثمانیہ کسی ایک کے موافق ہونا: ۔اگر چہ احتمالاً ہی موافق ہو:۔مصاحف میں سے کسی ایک کے موافق ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ قراءت بعض مصاحف میں ثابت ہو اور بعض میں نہ ہو جیسے عامرؒ کی قراءت " وقالوا اتخذ الله ولدا سبحنه " (البقره ۱۱٤) میں قالو سے پہلے بغیر واوٴ کے ہے، اسلئے کہ مصحف شامی میں واوٴ موجود نہیں ہے۔ نیز جیسے ابن عامر کی قراۃ اللہ کے ارشاد:" والزّبُرِ والكتٰبِ المنير " (آل عمران ۱۸٤) میں لفظ "الزبر" اور " الكتٰب" میں باء کے اضافے کے ساتھ ہے اور یہ اس کی وجہ سے ہے کہ مصحف شامی میں باء ثابت ہے۔ نیز جیسے ابن کثیر مکی سورۃ التوبہ میں آخری والے لفظ "تجری" کیساتھ "من" کا اضافہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "جنّٰتٍ تجری تَحْتَهَا الانهٰرُ (سورة التوبه : ۱۰۰)

میں اور یہ اس کی وجہ سے ہے کہ مصحف مکی میں اسطرح مکتوب ہے۔

' ولو احتمالا ' کے جملہ سے مراد: ۔ یعنی جو قراءت تقدیراً رسم کے موافق ہو اس لئے کہ قراءت کبھی تحقیقاً اور صراحتاً رسم کے موافق ہوتی ہیں۔ اور کبھی تقدیراً اور کبھی احتمالاً موافق ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مٰلِكِ يومِ الدين. (الفاتحه: ٤) اب کلمہ " ملك " سورة فاتحه میں تمام مصاحف میں الف کے بغیر لکھا گیا ہے اور اسے دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔

(۱) میم کے بعد الف کے ساتھ: " فَاعل " کے وزن پر۔

(۲) الف کے بغیر " فَعِل ً" کے وزن پر۔

اور دونوں قراءتیں متواتر ہیں پس اسے حذف الف سے پڑھنا تحقیقاً اور صراحتہً رسم کے موافق ہے جس طرح "

مٰلِكِ النَّاسِ" (الناس: ۲) میم کے بعد الف کے لکھا اور پڑھا گیا ہے۔ اس کو الف کے ساتھ پڑھنے کا تقدیراً احتمال موجود ہے جیسے قل اللھم ملك الملك (اٰل عمران: ۲۶) میں بغیر الف کے ساتھ ہی پڑھا گیا ہے اور الف کو کتابت میں اختصاراً حذف کیا گیا ہے جیسے اسم فاعل کے صیغوں "قادر" اور "صالح" وغیرہ میں۔

☆------------------------☆------------------------☆

السوال الثانی............(الف):۔

(۱) قراءات شاذہ اور ان کی حجیت پر مضمون لکھیں۔(33)

جواب............امور مطلوبہ:۔

(۱) قراءات شاذہ اور ان کی حجیت پر مفصل مضمون۔

قراءت شاذہ کی تعریف:۔

لغوی تعریف:۔ لفظ شاذ لغوی اعتبار سے (شذَّ یشُذُّ شُذُوذاً) جس کا معنی ہے منفرد، علیحدہ ہونا۔

اصطلاحی تعریف:۔ اصطلاح میں قراۃ شاذہ اس قراءۃ کو کہا جاتا ہے جس میں قراءۃ کی بنیادی تین شرائط جس سے ایک شرط کم ہو یعنی۔

(۱) وہ متواتر نہ ہو۔

(۲) تمام مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کے خلاف ہو۔

(۳) عربی زبان میں اس کی کوئی اصل نہ ہو۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ شاذ اس روایت کو کہا جاتا ہے جو متواتر نہ ہو گویا جمہور کے نزدیک جو قراءت تواتر کے درجے تک پہنچے یا ابن الجزریؒ اور ان کے اصحاب کے مطابق جو روایت شہرت اور استفاضہ کے مقام تک نہ پہنچے وہ شاذ ہے کسی بھی روایت کے قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ درجہ تواتر کو پہنچے، دوسرے دو شرطیں اس کے تابع ہیں اس لیے کہ کوئی بھی قراءت متواتر میں آخری دو شرطیں پائی جائیں گی قراءت غیر متواترہ میں باقی دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک یعنی دوسری یا تیسری شرط مفقود ہوتی ہے اور یہی معاملہ قراءت شاذہ کا بھی ہے قراءت متواترہ کو مشہور دس قراء میں سے کسی نہ کسی قاری نے ضرور پڑھا ہے اور قراءت متواترہ ان دس قاریوں کی قراءت سے باہر نہیں اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ قراءت عشرۃ متواتر کے

علاوہ دیگر کو قراءت شاذہ کہتے ہیں۔

امام نویریؒ فرماتے ہیں:۔ اصولیین اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ قراءت عشرۃ سے زائد کوئی چیز متواتر نہیں ہے اور قراء کی غیر معتد بہ تعداد کے علاوہ باقی قراء کا بھی اس پر اجماع ہے۔

ابن الجزری فرماتے ہیں:۔ ''ہمارے زمانے میں ائمہ عشرۃ کی قراءت ہی مذکورہ بالا تین شرائط کو پورا کرتی ہے اور ان روایات کے مقبول ہونے پر اجماع ہے۔''

قراءت شاذہ کا حکم:۔ بعض علماء نے قراءت شاذہ کی اجازت دی ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نماز اور نماز کے علاوہ قراءت شاذہ کی تلاوت کرتے تھے اگر یہ قراءۃ جائز نہ ہوتی تو صحابہؓ انہیں نماز میں کیوں پڑھتے بلکہ عدم جواز کی صورت میں ان قراءت کی تلاوت ارتکابِ حرام کے زمرے میں آتے ہیں۔ اور مرتکب حرام کی بات دلیل نہیں ہوتی حالانکہ یہی صحابہ کرامؓ جو اس شریعت کو نقل کرنے والے ہیں اگر یہ فرض کرلیا جائے العیاذ باللہ صحابہؓ غلط قراءت کی تلاوت کرتے تھے تو اسلام کا بہت بڑا حصہ ساقط اور غیر مستند قرار پائے گا۔

(۱) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے اصحابؒ کا ایک قول یہ ہے کہ امام مالک اور امام احمد بن حنبلؒ سے منقول دو روایات جس سے ایک روایت یہی ہے۔

(۲) جمہور کے نزدیک عبادت اور ثوب کی نیت سے قراءت شاذہ کو پڑھنا مطلقاً ناجائز ہے نماز اور خارج نماز کا یہی حکم ہے بلکہ بعض ائمہ قراءت نے اس پر مسلمانوں کا اجماع بھی نقل کیا ہے مثلاً ابن عبدالبرؒ وغیرہ اس کی دلیل یہ ہے کہ قراءت شاذہ تواتر سے ثابت نہیں ہے لہٰذا انہیں قرآن کا حصہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ قرآن کریم تواتر سے ثابت ہے اگر بعض صحابہ کرامؓ سے وہ قراءت بھی منقول ہو پھر بھی حضورﷺ کے آخری دور سے یا مصحف عثمانی پر اجماع صحابہؓ سے وہ قراءت منسوخ ہوچکیں فقہائے بغداد کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص قراءت شاذہ پڑھے اسے توبہ کرنے کو کہا جائیگا اس بارے ابن شنبوذ اور ابن مقسم العطار کے واقعات مشہور ہیں۔

ابن الجزریؒ فرماتے ہیں کہ ابوعمر بن الصلاح وغیرہ نے صراحتاً بیان کیا کہ قراءت عشرہ کے علاوہ کوئی قراءت پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ حرام ہے اور ابن السبکیؒ نے فرمایا قراءت شاذ کی تلاوت جائز نہیں ہے۔

قراءت شاذہ پر عمل اور انہیں دلیل بنانے کا حکم:۔

جمہور ائمہ کے نزدیک قراءت شاذہ پر عمل کرنا اور ان سے احکام شریفہ کو مستنبط کرنا جائز ہے کہ یہ خبر

واحد کے قائم مقام ہیں جو تمام ائمہ کے نزدیک مقبول ہے اور بہت سارے فقہی احکام روایت شاذہ سے مستنبط ہے مثلاً چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم یہ حضرات ابن مسعودؓ کی قراءت سے لیا گیا جس کے الفاظ ہیں۔(والسارق والسارقة فاقطعو ایمانهما)(المائدہ: ۳۸) ایدیهما کی جگہ۔اس طرح کفارہ یمین میں لگا تار روزے رکھنے کا حکم احناف کے نزدیک حضرت ابن مسعودؓ کی اس قراءت سے نکلتا ہے۔(فصیام ثلثة ایام متتابعات) (المائدہ: ۸۸) دیگر قراءت کے مطابق کلمہ متتابعات زائد ہے۔

(۲) جمہور شوافع قراءت شاذہ کی حجیت کے مخالف ہیں کہ ان کا قرآن ہونا ثابت نہیں لہٰذا ان پر عمل بھی جائز نہیں ہے۔ جمہور نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ قرآن پاک کا حصہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خبر واحد بھی نہ ہو یعنی اس کی قراءت خبر واحد کے حکم میں ہوتی ہیں جن پر عمل کیا جاتا ہے۔

☆-----------------☆-----------------☆

السوال الثانی (ب).................:۔

(ا) بحث سبعۃ احرف پر تشفی بخش مقالہ لکھیں۔(33)

جواب.............امور مطلوبہ:۔

(ا) بحث سبعۃ احرف پر تشفی بخش مقالہ۔

مذکورہ حدیث کی اہمیت:۔ قرآن کریم کے احرف سبعہ پر نازل ہونے والی حدیث احادیث متواترہ میں سے ایک مشہور حدیث ہے جس کے تواتر کو بہت علماء نے بیان کیا مثلاً۔

(ا) الامام ابو عبید القاسم بن سلام۔(المتوفی ۲۲۴ھ)

(۲) الامام ابو عمرو الدانی۔(المتوفی ۴۴۴ھ)

(۳) الامام بن القاصح۔(المتوفی ۸۰۱ھ)

اس کا تواتر اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک جو قراءت متواتر پر شامل ہیں وہ بھی اپنے اصل کے اعتبار سے صرف سبعۃ ہی کی طرف لوٹتے ہیں صحاح ستہ میں اس حدیث کو نقل کیا گیا، ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف، امام احمد نے اپنی مسند اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔علاوہ ازیں حدیث علوم قرآن، قراءت اور تفسیر کی کوئی بھی کتاب ہو اس حدیث سے خالی نہیں ہے علمائے قدیم وجدید اس حدیث کے مفہوم کے حوالے سے غور وفکر کرتے ہیں۔

ابن الجزریؒ فرماتے ہیں:۔

میں تقریباً تیس برس تک اس حدیث کے بارے میں غور وفکر کرتا رہا، اس کے مفہوم اور مطلب کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا آنکہ اللہ نے مجھ پر اس کے وہ مفہوم واضح کئے ہیں۔ جو امکانی حد تک درست ہیں۔ ان شاء اللہ

علامہ محمد عبدالعظیم الزرقانی فرماتے ہیں:۔

یہ بڑی دلچسپ اور پر مغز گفتگو ہے تاہم اس میں مشکلات اور صعوبت کا پہلو بھی ہے۔

احرف سبعہ والی حدیث کی بعض روایات:۔

بیس سے زائد صحابہ کرامؓ نے اس کو نقل کیا ہے اور پھر صحابہ کرامؓ سے تابعین کی ایک بڑی تعداد مختلف طریقوں اور مختلف اسناد کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے ان تمام اسناد کو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تاہم چند ایک بطور نمونہ ذکر کرتے ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ اور حضرت ہشام بن حکیمؓ کے درمیان مخاصمہ والی حدیث جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ (**ان هـــذا القرآن اُنزل علی سبعة احرف فاقرؤا ماتیسر منه**)

(۲) حضرت عثمان بن عفانؓ ایک دن خطبہ کے لئے منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی "**انـزل الـقـرآن عـلـی سبعة احرف کلها شاف کاف**" میں انہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں وہ کھڑے ہو جائیں اس پر اتنے لوگ کھڑے ہو گئے کہ شمار نہ کیا جا سکتا اور انہوں نے گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "**انـزل الـقـران عـلـی سبعة احرف کلها شاف کاف**" تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دیتا ہوں۔

(۳) ابی بن کعبؓ والی حدیث کو انہوں نے دو افراد کی مختلف قراءت کے مطابق قرآن پڑھتے ہوئے سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تعریف کی، حضرت ابیؓ کے دل میں طرح طرح کے خیالات آئے تاہم آخر میں انہیں شرح صدر ہو گیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اسطرح منقول ہیں "اے ابی بن کعب پہلے مجھے یہ پیغام دیا گیا کہ قرآن پاک ایک حرف یعنی ایک طریقے کے مطابق پڑھوں تو" میں نے کہا یا اللہ میری امت پر آسانی کیجئے۔ پھر مجھے پیغام دیا گیا میں دو طریقوں یا دو حرفوں میں پڑھوں، میں نے پھر التجاء کی کہ یا اللہ میری امت پر آسانی کیجئے۔ تیسری مرتبہ مجھے کہا گیا کہ قرآن مجید سات طریقوں یا سات احرف کے مطابق پڑھو۔

(۴) اور اسی طرح حضرت ابن کعبؓ کی دوسری حدیث کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی غفار نے ایک حوض باندی کے قریب موجود تھے کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے............الخ۔

(۵) اور ابو ہریرہؓ والی حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (انزل القرآن علیٰ سبعة احرف والمراء فی القرآن کفر، ثلاثا ما عرفتم منه فاعملوا به ما جهلتم فردّو الیٰ عالمه)

قرآن پاک سات احرف پر نازل کیا گیا اور قرآن پاک میں شک کفر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے جس چیز کا تمہیں علم ہو اس پر عمل کرو اور جس کا تمہیں علم نہ ہو اس بارے اہل علم سے رجوع کرو۔

الحرف کا لغوی معنیٰ:۔

احرف حرف کی جمع ہے جیسے (اَفْلُسْ فَلْس) کی جمع ہے لفظ حرف مختلف معانی کے لئے آیا ہے مثلاً طرف، کنارہ، حد جانب اور پہلو۔ حرف الجبل حرف الرغیف حرف النھر اور حرف الصّف ان سب کلمات میں حرف جانب اور کنارہ کے معانی میں آیا ہے۔ متعدد قراءت میں کسی ایک وجہ یا ایک قراءت کو بیان کرنے کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ہر قاری کی قراءت کو حرف کہتے ہیں مثلاً حرف ابی بن کعب، ابن مسعودؓ وغیرہ، یعنی ان کی قراءت، مذکورہ بالا معانی پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ آخری دو مفہوم کے مقام اور موقعے کی مناسبت سے ہیں یعنی قراءت کی ایک وجہ یا مطلقاً قراءت۔

سبعۃ کا مطلب:۔

(۱) بعض علماء کے نزدیک سبعۃ سے مراد مخصوص عدد نہیں بلکہ کثرت کو بیان کرنے کے لئے یہ لفظ لایا گیا اکائیوں میں کثرت کے لیے سبعین کا لفظ اور سینکڑوں میں کثرت کے لئے مائۃ کہا جاتا ہے۔

(۲) جمہور کے نزدیک لفظ سبع سے مراد مخصوص عدد ہے یعنی وہ عدد جو چھ اور آٹھ کے درمیان آتا ہے راجح قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ تمام روایات میں لفظ سبع ضرور آیا ہے اسی طرح یہ حرف متواتر ہے۔

احرف سبعۃ کے مفہوم کے بارے میں علماء کے اقوال:۔

احرف سبعۃ کے مفہوم کے حوالے سے علماء میں بہت اختلاف ہے حتی کہ اس بارے میں تقریباً چالیس سے بھی زیادہ اقوال(۱) منقول ہیں۔

حاشیہ(۱) ہر ایک قول کے قائلین کا ماخذ ان کی ذھنیت ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے الشریف المزنی المرسی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اکثر اقوال ایک دوسرے کی تشریح ہیں مجھے ان کی سند کا علم نہیں اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ انہیں کس نے نقل کیا۔ یہ چیز بھی واضح نہیں ہوتی کہ ان سے مراد حرف سبع کیوں لیا ہے اکثر اقوال ایسے ہیں جو حضرت عمرؓ اور ہشام بن حکیمؓ والی حدیث سے متصادم ہیں ان اقوال کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) بلا دلیل اور غیر معتد بہ اقوال۔

(۲) معتد بہ اقوال جن پر مجموعی حوالے سے کوئی دلیل موجود ہو یا دلیل نما کوئی بہ چیز ان کے بارے میں منقول ہو۔

(۱) پہلا قول جو بعض فقہاء سے منقول ہے وہ کہتے ہیں: ''احرف سبعہ سے مراد سات چیزیں ہیں، یعنی مطلق، مقید، خاص، نص، وموؤل ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفسر، استثناء اور اس کی اقسام۔

(۲) یہ قول بعض اہل لغت وبلاغت سے منقول ہے وہ کہتے ہیں۔ ''احرف سبعہ سے مراد حذف وصلہ، تقدیم وتاخیر، قلب واستعارہ، تکرار وکنایہ، حقیقت ومجاز، مجمل ومفسر، ظاہر وغریب ہیں۔

(۳) تیسرا قول جو بعض اہل تصوف سے منقول ہے وہ کہتے ہیں۔ احرف سبعہ سے مراد معاملات ومبادلات کی سات قسمیں ہیں۔ یعنی زہد وقناعت یقین کے ساتھ، خدمت اور عاجزی حیا کے ساتھ مجاہدہ ومراقبہ خوف کے ساتھ، سخاوت فقر وغربت کے ساتھ رجاع وتضرع اور استغفار رضا کے ساتھ، شکر، صبر محاسبہ کے ساتھ اور محبت وشوق اور مشاہدے کے ساتھ اس طرح کے اقوال کو رد کرنے کے لیے بہت ساری دلیلیں ہیں۔ ان اقوال پر کوئی شرعی دلیل واضح حجت نہیں ہے بلکہ ہر گروہ نے اپنے علمی فکری اور عملی رجحانات کی بنیاد پر ''احرف'' کی تشریح کی ہے۔

(۱) پہلا قول:۔ احرف سبعہ سے مراد عرب کی سات مشہور لغتیں ہیں۔ اس قول کو جمہور فقہاء اور جمہور محدثین نے نقل کیا ہے۔

اوّل:۔ یہ لغات قرآن پاک میں متفرق مقامات پر بیان ہوتی ہیں یا ایک حرف اور کلمے میں اکٹھی کہیں بیان ہوئی ہیں۔ ابو عبید ودیگر کا خیال ہے کہ لغات قرآن پاک مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہیں۔

ثانی:۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اب بھی قرآن پاک میں ساری لغات موجود ہیں یا لغات قریش کے علاوہ باقی سب منسوخ ہوگئیں۔ ابو عبید ودیگر کا خیال ہے کہ سب لغات موجود ہیں جب ابن جریر وغیرہ کا خیال ہے کہ لغت قریش کے علاوہ باقی لغات منسوخ ہو چکی ہیں۔

(۲) دوسرا قول:۔ اکثر علماء قراء جن میں سر دست ابن قتیبہ (المتوفی ۲۷۶) الباقلانی (المتوفی ۴۰۳ھ) رازی

(التوفی ۴۵۴ھ) ابن الجزری (التوفی ۸۳۳ھ) وغیرہ ہیں ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ کہ احرف سے مراد قراءت کی وہ مختلف شکلیں ہیں جن کی وجہ سے قرآنی کلمات میں فرق اور تغیر واقع ہوتا ہے اس بات پر ان تمام حضرات کا اتفاق ہے کہ قراءت سات ہیں تاہم اس کی تعین میں اختلاف ہے یعنی کن سات چیزوں میں فرق ہے۔

یہ معاملہ مختلف فیہ ہے:۔ امام بن قتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے قراءت میں اختلاف کی وجوہ تلاش کی تو وہ سات (۷) ہیں۔

(۱) اعراب یا مبنی حرکت میں فرق یا اختلاف ہو۔ لفظ کا معنی اور صورت ایک ہی ہو۔ (۱)

(۲) اعراب اور حرکت میں اختلاف ہو بایں صورت کے لفظ کا معنی بدل جائے لیکن شکل وصورت نہ بدلے۔ (۲)

(۳) حرف میں اختلاف بایں معنی ہو کہ لفظ کی شکل وصورت تو وہی ہو لیکن اسکا مفہوم بدل جائے۔ (۳)

(۴) قراءت کا اختلاف بایں صورت ہو کے معنی تو وہی ہے لیکن لفظ کی شکل وصورت بدل جائے جیسے انکانت الاصیحۃ اور دوسری رایت الازقیۃ واحدۃ۔

(۵) قراءت کا اختلاف اسطرح ہو کہ شکل وصورت ومعنیٰ دونوں ہی بدل جائے۔

(۶) تقدیم وتاخیر اختلاف ہو جیسے (وجاءت سکرۃ الموت بالحق (ق: ۱۹)) اور دوسری روایت کے مطابق (وجاءت سکرۃ الحق باالموت (ق: ۱۹))

(۷) الفاظ کی زیادتی اور کمی کا اختلاف ہو جیسے۔ وَمَا علمته ایدیهم جبکہ دوسری روایت میں وَمَا عَمِلت ایدیهم

اس دقیق اور پر مغز بحث وگفتگو کے بعد ہمارے لئے آسان ہو گیا کہ کسی ایک قول کو ترجیح دینے اور اس پر دلائل وحجت قائم کرنے کے بجائے چند اقوال حق وصواب کے قریب قرار دیا جائے۔

حاشیہ (۱) جیسے هن اَطْهَر لکم میں اطهر پر رفع ونصب۔
(۲) جیسے ربَّنا باعد میں باعد صیغہ امر اور صیغہ ماضی کیساتھ۔
(۳) کیف ننشزها اور دوسری ننشرها (راء) کیساتھ۔

لہٰذا ہم یہ کہتے ہیں کہ احرف سبعہ سے مراد ہے۔ قرآن پاک کو سات طریقوں سے پڑھنے کا جواز کہ اس میں کسی ایک قراءت کو اپنایا جاسکتا ہے۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے۔

لفظ سبعہ سے مراد سات کا عدد ہی ہے یعنی قراءت کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات ہو سکتی ہے اور یہ اختلافات قراءت ایک ہی کلمے میں ممکن ہیں جیسے "ارجه" (الاعراف:۱۱۱، الشعراء:۳۶) اس میں چھ قراءت ہیں اسطرح "وَيَتَّقْهِ" (النور:۵۲)

اس میں چار قراءت ہیں تاہم اس سے یہی لازم نہیں آتا کہ ہر قرآن حرف یا کلمہ میں وہی سات وجوہات ہوں۔
"الاحــرف" کا مطلب وجوہ ہے یعنی مختلف قراءت کیونکہ حدیث کے مختلف الفاظ کو دیکھا جائے تو یہی صورت سامنے آتی ہے کہ اکابر علماء نے اس معانی کو راجح قرار دیا ہے جیسے۔ابوالحاتم السجستانی، ابن قتیبہ، ابوبکر الباقلانی، ابوالفضل، الرازی اور ابن الجزری وغیرہ۔

السوال الثالث.........(الف):۔

(۱) ترتیل کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ لکھ کر اس کی تشریح میں علماء سلف کے اقوال تحریر کریں نیز قرآن کی روشنی میں ترتیل کی اہمیت لکھنا نہ بھولیں۔(17) وقف مختار کی قسمیں تفصیلاً لکھیں۔(17)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(۱) ترتیل کے لغوی واصطلاحی معنیٰ اور اس کی تشریح میں علماء سلف کے اقوال۔

ترتیل کے لغوی معنیٰ:۔ الترتیل مصدر ہے رتل کا باب تفعیل سے مثلاً تو کہتے رتل فلان کلامہ، فلاں آدمی ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کر رہا ہے یعنی بعض کلام بعض کا اتباع کر رہا ہے بغیر کسی عجلت کے ٹھہر کر۔ اور کہا جاتا ہے کلام رتل یعنی ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنا۔

ترتیل کی اصطلاحی تعریف:۔ سکون واطمینان کے ساتھ معنیٰ پر غور کرتے ہوئے احکام تجوید اور وقف کی رعایت رکھتے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کرنا پس ترتیل تلاوت کی وہ منزل من اللہ کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان: **ورتل(۱) القران ترتیلا**(مزمل: ٤) کی تفسیر ومفہوم سے ثابت ہے۔

حاشیہ(۱) علامہ بیضاویؒ نے اس آیت کی تفسیر جوِّدِالقُرْاٰنَ تجْوِیْدًا کی ساتھ فرمائی۔

اس آیت میں سلف سے متعدد اقوال منقول ہیں:۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ظاہر کر کے پڑھو۔صحابہؓ فرماتے ہیں۔غور وفکر کر کے پڑھو ضحاکؒ فرماتے ہیں۔اسکا ایک ایک حرف پڑھنا۔یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور آہستہ پڑھنا۔اور ایک حرف کو دوسرے حرف سے واضح کرنا۔حضرت حسنؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں۔(اقرائه قراءة بينة) اس کی تلاوت کو خوب واضح کرنا اور حضرت قتادہ نے فرمایا لفظ ترسل بہ یعنی آہستہ پڑھنا۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ترتیل حروف کی عمدگی اور وقوف کی پہچان کو کہتے ہیں۔

ترتیل کی اہمیت:۔ قرآن پاک کے اندر ترتیل کی اہمیت واضح ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔**ورتلنه ترتيلا۔**

اس میں اللہ تعالیٰ نے ترتیل کی اضافت اپنی ذات کی طرف کی ہے ایسے ہی ترتیل کی تاکید اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ ورتل القران ترتیلا، (مزمل: ٤) سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر عمل کا حکم فرمایا اور اس کی جگہ ترتیل کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فعل امر پر اختصار نہیں کیا بلکہ اس کو ترتیلا مصدر کے ساتھ مؤکد کیا۔ اس مصدر کا اہتمام کلام اللہ کی تعظیم کے لئے ہے تاکہ یہ اہتمام قرآن کریم کے تدبر اور تفہم میں مددگار ہو۔ اس آیت سے بھی اس کا مفہوم واضح ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

" وَقُرانًا فَرَقْنٰہ لِتَقْرَاَہٗ علی الناس علیٰ مُکْث ونَزَّلْنٰہُ تنزیلا "

کلمہ مکث کا معنی ہے اسطرح ٹھہر ٹھہر کر اور آہستہ پڑھنا کہ پڑھنے والا قراءت کا حقِ ترتیل اور حقِ تبیین ادا کرلے اور اس کا حق یہ بھی ہے کہ اس کے الفاظ کو عمدہ تلاوت اور اچھی آواز کے ساتھ خوبصورت کرلے جتنا ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ کے قول (الذین اٰتَینٰھُمُ الکِتٰبَ یَتلُوْنہٗ حقَّ تِلاوَتِہٖ (البقرہ: ۱۸۱) میں بھی اسی طرح اشارہ ہے۔

تلاوت کا حق:۔ الفاظ کی ترتیل حروف کی عمدگی، معانی کی سمجھ اور اس کے مقتضاء پر عمل کرنا ہے اور اس کی تائید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

" ولا تعجل بالقران من قبل ان یقضی الیك وحیه (طٰهٰ ١٤٤) "

سے ہوتی ہے کہ اس آیات میں جلدی اور تیزی سے قراءت کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ جلدی پڑھنے سے تلاوت کی ادائیگی جس لحن کے خوف سے اور حروف کو ان کے حقوق نہ دینے کی وجہ سے جن کے وہ مستحق ہے۔ ترتیل کے امر کی مخالفت ہوتی ہے۔

(۲) وقف مختار کی قسمیں تفصیلاً لکھیں۔

وقف مختار کی قسمیں:۔

وقف اختیاری:۔ وہ وقف ہے جو اسباب وقف میں کسی سبب کی وجہ سے نہ ہو بلکہ پڑھنے والا اپنے اختیار سے وقف کرلے اور اس کی تقسیم میں اقسام وانواع میں متعدد اقوال ہیں لیکن راجح اور مختار قول کے مطابق اس کی چار قسمیں ہیں.

(۱) تام (۲) کافی (۳) حسن (۴) قبیح

پہلی تین قسمیں وقف جائز کی ہیں اور آخری قسم ناجائز کی ہے اور اسکا ذکر تتمہ کے طور پر کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا اس سے بچ سکے۔

وقف تام:۔ وہ وقف ہے جہاں معنیٰ مکمل ہو اور اس کا مابعد سے لفظی ومعنوی تعلق نہ ہو اور اس کی صورتیں آیت کے اختتام پر اور قصہ وصورت کے مکمل ہونے پر ہوتی ہے۔ جیسے وقف کرنا، "مٰلك يوم الدين" "ولا الضالين" "أُولٰئك هم المفلحون" پر

وقف تام کا حکم:۔ وقف ٹھیک ہے اور ابتداء مابعد سے کرے گا۔

وقف کافی:۔ وہ وقف ہے جس میں معنیٰ مکمل ہو لیکن مابعد کے ساتھ معنوی تعلق ہو لفظی نہ ہو جیسے۔ اَمْ لَمْ تنذرهم لايُؤمنون (البقرہ: ٦) پر وقف کرنا ہے۔

وقف کافی کا حکم:۔ وقف ٹھیک ہے لیکن ابتداء مابعد سے کرلے۔

وقف حسن:۔ وہ وقف ہے جس پر معنیٰ مکمل ہو اور مابعد کے ساتھ لفظاً معناً تعلق ہو جیسے۔ اَلْحمد لِلّٰهِ، پر وقف کرنا فاتحہ کے شروع یا "هدى للمتقين" پر وقف کرنا۔

وقف حسن کا حکم:۔ وہ وقف اگر رؤس آیت پر ہو جیسے۔ "هدى للمتقين" "رب العلمين" تو اس پر وقف ٹھیک ہے۔ ابتداء مابعد سے کی جائے گی بلکہ جمہور کے نزدیک سنت ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ ایک ایک آیت کی تلاوت کرتے تھے اگر رؤس آیت نہ ہو جیسے۔ "الحمد لله" تو وقف جائز ہے لیکن ابتداء آگے سے ناجائز ہے۔

وقف قبیح:۔ وہ ہے کہ ایسی جگہ وقف کرنا جہاں معنیٰ مکمل نہ ہو اور مابعد سے لفظاً معناً تعلق بھی ہو جیسے۔ مضاف الیہ پر وقف کرنا اسی طرح خبر کے بغیر مبتداء پر یا ایسے فاعل کے بغیر فعل پر وقف کرنا جیسے "الحمد لله" سے "الحمد" یا "بسم الله" سے "بسم" یا جیسے "رب العلمين" سے "ربّ" اور اسی طرح ایک ایسی جگہ پر وقف کرنا جہاں مفہوم پورا نہ ہو۔

وقف قبیح کا حکم:۔ ارادۃً جائز نہیں مگر ضرورت کے لئے جیسے سانس کا ختم ہونا یا چھینک آجانا ان جیسے عوارض اور ایسے ہی مابعد سے ابتداء جائز نہیں بلکہ ماقبل سے اعادہ ضروری ہے۔

☆------------☆------------☆

السوال الثالث (ب)...........:۔

(۱) قراءت متواترات کے دس ائمہ کے نام لکھیے اور قراءت شاذہ کے ائمہ کے نام بھی تحریر کریں۔(17)

(۲) امام عاصم کوفیؒ کے حالات زندگی اور امام حفصؒ اور شعبہؒ کا مختصر تعارف سپرد قلم کیجئے۔(17)

جواب...........امور مطلوبہ:۔

(۱) قراءت متواترہ کے دس ائمہ کے نام:۔

(۱) نافع مدنی (۲) ابن کثیر مکی (۳) ابوعمرو بصری (۴) ابن عامر دمشقی

(۵) عاصم کوفی (۶) حمزہ کوفی (۷) علی الکسائی (۸) امام ابوجعفر یزید بن قعقاع مدنی

(۹) امام یعقوب بن اسحاق حضرمی (۱۰) امام خلف بن ہشام بزرار بغدادی۔

(۲) قراءت شاذہ کے ائمہ کے نام:۔

(۱) حسن البصری (التوفی ۱۱۰ھ) (۲) محمد بن عبدالرحمٰن ابن محیصن (التوفی ۱۲۳ھ)

(۳) یحییٰ بن المبارک الیزیدی البغدادی (التوفی ۱۴۸ھ)

(۴) سلیمان بن مہران الاسدی الاعمش (التوفی ۱۴۸ھ)(۱) (۵) حضرت ابن مسعودؓ (التوفی ۳۲ھ)

(۶) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ (التوفی ۵۲ھ) (۷) حضرت ابن زبیرؓ (التوفی ۷۳ھ)

(۸) حضرت مسروق بن الاجداع الکوفی (التوفی ۶۳ھ)

(۹) نصر بن عاصم اللیثی البصریؒ (التوفی ۹۹ھ) (۱۰) مجاہد بن جبر المکی (التوفی ۱۰۳ھ)

(۱۱) ضحاک بن فراحم (التوفی ۱۰۵ھ) (۱۲) محمد بن سیرین البصری (التوفی ۱۱۰ھ)

حاشیہ(۱) قراءات متواترہ کے بعد مشہور چار راوی یہی پہلے راوی ہیں۔اور بعد والے تمام عمومی راوی ہیں۔پہلے چاروں کو شہرت کی وجہ سے اول ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) امام عاصمؒ کے حالات زندگی:۔

نام ونسب:۔ عاصم بن بہولۃ ابوالنجو دکوفی، حناط ولاء اسدی بنی خزیمہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

آپکی کنیت:۔ ابوبکر ہے کچھ حضرات کی رائے ہے کہ ''ابوالنجو د آپ کے والد اور بہدلۃ آپکی والدہ کا نام ہے بعض نے کہا ہے کہ ابوالنجو د کا نام عبداللہ ہے۔

ولادت وفات:۔ تراجم کی کتابوں میں تاریخ ولادت مذکور نہیں آپ کی وفات ۱۲۷ھ میں ایک قول کے مطابق

کوفہ میں اور ایک قول کے مطابق شام میں ہوئی سن وفات میں دوقول (۱۲۸ھ،۱۲۹ھ) اور بھی ہیں پہلا قول ہی اصح ہے۔

اساتذہ:۔ بہت زیادہ تعداد میں اساتذہ سے کسب فیض کیا ان میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمٰی (ت ۷۳ھ)

(۲) ابومریم ابن جیش الاسدی (۸۲ھ)

(۳) ابوعمر سعد بن الیاس الشیبانی۔ (ت ۹۶)

اسطرح آپ نے ابورمثہ رفاعہ بن یثربی تمیمی سے روایت ہے کہ آپ نے رفاعہ بن یثربی اور حارث بن حسان بکری سے بھی کسب فیض کیا ہے اور ان دونوں کی صحبت بھی حاصل رہی ہے اس طرح انس بن مالکؓ سے بھی پڑھا ہے۔

تلامذہ:۔ آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) ابان بن تغلب۔ (ت ۱۴۱ھ) (۲) حماد بن سلمۃ۔ (ت ۱۶۷ھ)

(۳) سلیمان بن مہران اعمش۔ (ت ۱۴۷ھ) (۴) ابوبکر شعبہ بن عیاش۔ (ت ۱۹۲ھ)

(۵) ابوعمر حفص بن سلیمان مغیرہ۔ (ت ۱۸۰ھ)

اس طرح آپ سے ابوعمرو بن العلاء۔ (ت ۲۲۸ھ) وحمزہ بن حبیب زیات اور ہارون بن موسیٰ اعورو نے حروف قرآن کی روایت کی ہے۔

فضائل ومناقب:۔

آپ کوفہ کے شیخ التدریس تھے ابوعبدالرحمٰن السلمٰی کی وفات کے بعد ان کی جگہ میں تدریس کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی۔ فصاحت وتحریر تقریر والی صفات کے مالک تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ خوش الحانی سے قرآن پڑھنے والے تھے ابواسحاق نے کہا ہے کہ میں نے عاصم سے زیادہ کسی کو قرآن پڑھتے نہیں دیکھا۔ ابن عیاش کہتے ہیں کہ عاصم نے مجھے فرمایا کہ میں دوسال بیمار رہا لیکن جب قیام کرتا (نماز میں) تو بغیر کسی غلطی کے مکمل قرآن مجید پڑھ لیتا۔

مشہور راوی:۔

امام عاصم رحمہ اللہ کی قراءت دوراویوں کے ساتھ مشہور ہوئی ہے شعبہ وحفص یہ دونوں امام عاصم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں

امام شعبہؒ کا مختصر تعارف:۔

آپ کا نام ابوبکر شعبہ بن عیاش بن سالم رحمہ اللہ حناط کوفی اسدی، کاہلی نہشلی آپ کے نام میں تیرہ

اقوال ہیں، سب سے صحیح یہ ہے کہ آپ کا نام شعبہ ہے اور آپ آزاد کردہ غلام تھے ولادت سن ۹۴ھ میں ہوئی اور اسی ماہ ہارون الرشید کی بھی طوس میں وفات ہوئی ننانوے سال عمر پائی اور اپنی وفات کے چند سال پہلے ہی تدریس چھوڑ چکے تھے انہوں نے امام عاصم سے روایت کی ہے اور تین مرتبہ انہوں نے قرآن مجید سنایا ہے اور عطاء بن سائب واسلم منقری کو بھی قرآن مجید سنایا اور ابو یوسف اور یحیٰ بن محمد العلیمی نے آپ کو قرآن مجید سنایا کثیر تعداد میں قراء نے آپ سے قرآن پاک سن کر روایت کیا۔ ان میں سے علی کسائی یحیٰ بن آدم، خلاف صیرفی وغیرہ لوگ شامل ہیں جیسا کہ ابن مبارک اور ابوداؤد طیالسی اور احمد بن حنبل حضرات نے آپ سے روایت کی ہے۔

آپ بہت بڑے امام اور عالم باعملِ اہل سنت کے امام تھے آپ کا فرمان ہے: جو اعتقاد رکھتا ہو کہ قرآن مخلوق ہے وہ ہمارے نزدیک کافر وزندیق، اللہ کا دشمن ہے ہم نہ تو اس کے پاس بیٹھیں گے اور نہ اس سے کلام کریں گے۔ ابن معین اور نخعی فرماتے ہیں ابوبکر بن عیاش کے لئے پچاس سال تک بستر نہیں بچھایا گیا۔

امام حفصؒ کا مختصر تعارف:۔

آپ کا نام ابو عمر بن سلیمان بن مغیرہ، اسدی وکوفی بزار غاضری تھا آپ حفیص کے ساتھ بھی پہچانے جاتے ہیں۔ امام عاصم کے شاگردوں میں سب سے زیادہ علم قراءت میں مہارت رکھنے والے حفص تھے اور آپ امام عاصمؒ کی پرورش میں رہے۔ (بیوی کے بیٹے تھے) اور حفظ واتقان میں ابوبکر بن عیاش سے فائق تھے آپ نے امام عاصم کی قراءت لوگوں کو بغداد میں پڑھائی اس کے بعد آپ مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں بھی امام عاصم کی قراءت سے لوگوں کو روشناس کیا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ صحیح روایت جو میں نے امام عاصم کی قراءت سے روایت کی ہے وہ حفص بن سلیمان کی روایت ہے وہ تدریس میں مہارت رکھتے تھے اور قراءت کو محفوظ کرنے والے ہیں اور بہت سے لوگوں کو پڑھایا۔ امام حفص کہتے ہیں میں نے امام عاصم سے کہا کہ ابوبکر میری مخالفت کرتے ہیں تو فرمایا میں نے آپ کو اس طریقے سے پڑھایا جو میں نے ابوعبدالرحمٰن سلمی سے پڑھا تھا اور انہوں نے علی ابن طالب سے نقل کیا۔ اور جو میں نے اس کو (ابوبکر) اس طریق سے پڑھایا ہے جو میں نے زر بن حبیش سے پڑھا اور انہوں عبداللہ بن مسعود سے نقل کی سن ۹۰ھ میں پیدائش اور ۱۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

الورقۃ الرابعۃ فی علوم القراءت

۱۴۳۶ھ/2015ء

السوال الاوّل..............(الف):۔

(۱) ''تعریف القراءت وتاریخہا'' پر مفصل مضمون لکھیں کہ تشنگی نہ رہے۔(33)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔ (الف) تعریف القراءت اور تاریخ قراءت پر مفصل مضمون الورقۃ الرابعہ ۱۴۳۵ھ/2014ء کے السوال الاول (الف) میں گزر چکا ہے۔

☆--------------------- یا ---------------------☆

السوال الاوّل(ب)..............:۔

(۱) ''ارکان القراءت الصحیحہ'' پر اس طرح مضمون لکھیں کہ شروط قبول صحیح اور غیر صحیح کے درمیان فرق کا معیار، قبول قراءت کے ارکان اور ان کی تفصیل پر مشتمل ہو۔(33)

جواب..............امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔ ارکان القرءت الصحیحۃ پر تفصیلی مضمون شروط قبول، صحیح، غیر صحیح کے درمیان فرق تفصیلی بحث الورقۃ الرابعہ السوال الاول (ب) میں تفصیلی گزر چکا ہے۔

☆------------------☆------------------☆

السوال الثانی.............(الف):۔

(۱) ''القرات الشاذہ'' پر مضمون تحریر کیجئے، اس طریقہ پر کہ تعریف کے ساتھ ان کی حجیت اور قراءت شاذہ کے رواۃ اور مثالیں شامل ہوں۔(33)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔ قراءت شاذہ کی تعریف اور حجیت پر مفصل مضمون الورقۃ الرابعہ السوال الثانی (الف) میں تفصیلی مذکور ہے۔ جبکہ قراءت شاذہ کے رواۃ السوال الثالث (ب) میں اسی پرچہ میں حل شدہ ہے۔

(ا) قراءت شاذہ کی مثالیں:۔

(۱) اما یا تینکم رسل منکم (الاعراف ۱۵)

حضرت ابی ابن کعبؓ نے یا تینکم کے بجائے تاتینکم تائے تانیث کے ساتھ پڑھا، اس لئے کہ فاعل لفظ رسل کی جمع تکسیر ہے اور اس کے لئے فعل مذکور اور مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے یہ قرات غیر متواترہ ہے۔

(۲) (فاسعو الی ذکر اللہ) الجمعہ)

مسروق بن الاجدع نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے لفظ فاسعو کے بجائے (فامضوا) نقل کیا، لیکن یہ لفظ رسم عثمانی کے خلاف ہے تاہم اسے قرات متواترہ کی تفسیر کہا جاسکتا ہے اور اسے قراءت مدرجہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) (وما خلق الذکر والانثٰی) (اللیل ۳)

اس آیت کو والذکر ولانثٰی پڑھا یہ روایت غیر متواترہ ہے اور رسم عثمانی کے مطابق بھی نہیں ہے۔

ابن شنبوذ (المتوفی ۳۲۸) سے جو قراءت شاذہ منقول ہیں اور جنہیں ابن مجاہدؒ نے ان کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے لکھا ان سے پوچھا تو ابن شنبوذ نے انہیں پڑھنے کا اعترف کیا، یہ واقعہ بروز ہفتہ 4، ربیع الثانی ۳۲۳ھ کو پیش آیا، آیات یہ ہیں۔

(۱) فاسعوا الی ذکر اللہ کی جگہ فامضو الی ذکر اللہ.

(۲) وتجعلون رزقکم....... الواقعہ : ۸۲) کی جگہ وتجعلون شکرکم انکم تکذبون.

(۳) (کل سفینۃٍ غصبا) الکھف : ۷۹) کی جگہ (کل سفینۃ صالحۃ غصبا)

(٤) (کالعھن المنفوش) القارعۃ : ٥) کی جگہ (کالصوف المنفوش) وغیرہ ہیں۔

☆-------------------- یا --------------------☆

السوال الثانی (ب)..................۔

(ا) سبعہ احرف کی بحث پر مشتمل مضمون لکھیے اور بتائیں کہ مصاحف عثمانی سبعۃ احرف میں شامل ہیں یا نہیں؟(33)

جواب............امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔ سبعہ احرف کی مراد اور اس پر مفصل مضمون الورقۃ الرابعۃ کے السوال الثانی (ب) میں تفصیلی گزر چکا ہے۔

(۲) مصاحف عثمانی سبعہ احرف میں ہے یا نہیں:۔

علماء کے اس میں تین اقوال ہیں:۔

(الف):۔ امام طبریؒ طحاویؒ، ابن حبان اور ابن عبدالبرؒ وغیرہ کی رائے کے مطابق مصاحف عثمانیہ صرف لہجہ قریش پر مشتمل ہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک قریشی وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ''اگر تمہارا کسی اور کسی قراءت پر اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کے لہجے تحریر کرنا کیونکہ قرآن پاک انہی کے لہجے پر نازل ہوا'' ان حضرات کا استدلال یہ بھی ہے کہ ابتدائے اسلام میں آسانی اور سہولت کے لئے سات قراءت کی اجازت دی گئی مختلف لغات اور لہجے مسلمانوں کے درمیان اختلافات اور جھگڑوں کا باعث بن رہے تھے لہذا حضرت عثمانؓ نے لغت قریش کو باقی رکھا، موجودہ تمام قراءت اگر چہ تعداد میں کثیر ہیں لیکن وہ ایک ایک قراءت کی شکل میں ہی واضح ہوتی ہے۔

(ب):۔ بعض فقہاء قراء اور متکلمین کا مذہب ہے کہ مصاحف عثمانیہ تمام احرف سبعہ پر مشتمل ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مصاحف کے بجائے مصاحف عثمانیہ دنیا میں پھیلے اور یہ مصاحف ساتوں قراءت پر مشتمل ہیں علامہ زرقانیؒ نے اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ''مصاحف عثمانیہ تمام احرف سبعہ پر مشتمل ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ ان مصاحف میں سے ہر ایک کسی خاص قراءت میں منقول ہے۔ بعض صورتوں میں ساری قراءتیں اور کبھی بعض قراءتوں کو ظاہر کیا گیا ہے اور اس سارے طریقے میں قرآن پاک کے اصل اور متن میں کوئی حرف نہیں آیا۔

(ج) جمہور ائمہ کا قول:۔ جمہور سلف و خلف کا مؤقف ہے کہ مصاحف عثمانیہ ان سات قراءت پر مشتمل ہیں جو حضور ﷺ نے آخری رمضان مبارک میں حضرت جبریلؑ کو پڑھ کر سنائی تھیں کوئی بھی مصحف اکیلے ہی سات احرف پر مشتمل نہیں ہے بلکہ جو روایات متواتر اور صحیح طور پر ثابت ہیں وہ مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہیں ان کے دلائل۔

(۱) مصاحف عثمانیہ کو حضرت ابوبکرؓ کے دور میں جمع ہونے والے مصاحف سے ہی اکھٹا کیا گیا اور سبعہ احرف حضرت ابوبکر صدیقؓ والے قرآن میں بھی موجود تھے

(۲) کسی صحیح یا ضعیف روایت میں یہ بات نہیں آئی کہ حضرت عثمانؓ نے باقی قراءت کو لغو اور ختم کرنے کا حکم دیا ہو۔

(۳) مصاحف عثمانیہ جس اختلافات قراءت کا وجود دلیل ہے کہ احرف سبعہ اب بھی موجود ہیں اگر مصحف ایک لغت میں ہوتا تو باقی وجوہات کو ذکر ہی نہ کیا جاتا۔

السوال الثالث..............(الف):۔

(۱) رسم عثمانی کے التزام میں اختلاف لکھ کر جمہور کے مسلک کی وضاحت کیجئے اور جو دلائل ہیں ان کا احاطہ کیجئے۔اس حوالہ سے قول رسول اللہ ﷺ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے خصوصاً ذکر کیجئے۔(34)

جواب.............امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔

(۱) رسم عثمانی کے التزام میں اختلاف اور جمہور کا مسلک دلائل کے ساتھ:۔

مصحف عثمانی کے رسم کے التزام کا حکم:۔ اکثر کلمات قرانیہ کا رسم تلفظ کے موافق ''یعنی وہ قیاس'' ہے بہر حال وہ کلمات کہ جن کا رسم تلفظ کے خلاف ہے تو آیا اس کو رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے۔یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اس میں علماء کرام کے تین اقوال ہیں۔

(۱) **جمہور کا قول:۔** جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مصاحف کی کتابت میں رسم عثمانی کی اتباع لازم اور ضروری ہے۔جمہور کے مستدلات درجہ ذیل ہیں۔

(۱) بے شک آپ ﷺ کے ہاں کتابتِ وحی کاتبین مقرر تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے ''وحی منزل'' کو کتابت کیا۔اور آپ ﷺ نے اسی کتابت پر انہیں ثابت رکھا بلکہ آپ ﷺ تو کاتبین وحی کو کتابت کے طریقے کی رہنمائی بھی فرماتے تھے۔

(۲) انہی میں سے آپ ﷺ کا ایک فرمان مبارک حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو بھی ہے۔

(۲) **(الف۔الدواة وحرف القلم الخ):۔** یعنی سیاہی کو درست رتیار کرو اور قلم کو ترچھا بناؤ اور (حرف باء) کو درست کرو۔اور (حرف سین) کے دندوں کو واضح کرو۔حرف میم (کی آنکھ) کو ٹیڑھا کرو اور لفظ اللہ کو خوبصورت کرو لفظ الرحمٰن کو لمبا لکھو۔الرحیم کو خوبصورت لکھو۔اور اپنے قلم کو بائیں کان پر رکھو (اسلئے کہ ایسا کرنا) قوت حافظہ کا سبب ہے یہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ بے شک رسم توصیفی ہے اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجتہاد کا کوئی دخل نہیں لہذا امت پر اس کی اتباع اور اس کے خلاف نہ کرنا لازم وضروری ہے

(ب):۔ جب حضرت ابوبکرؓ کا دور آیا تو حضرت عمرؓ کے ان کو ابھارنے پر انہوں نے قرآن کریم کے جمع اور اس کی کتابت کا حکم فرمایا۔پس جیسے آپ ﷺ کے سامنے کتابت ہوئی تو بالکل اسی کے مطابق سے جمع کیا اور اس کی کتابت مکمل ہوئی

اور صحابہ کرام علیہم اجمعین نے باوجود کثرت کے کسی صحابی رسول علیہ نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔

(ج):۔ پھر حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو انہوں نے وجوہ ثابتہ بین الصحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق قرآن کریم کی کتابت وجمع کے چار رکنی کمیٹی تشکیل دی اور ان کے لئے ضابطہ وضع کیا کہ جس پر وہ جمع کریں۔ پس پورا قرآن کریم ان تمام وجوہ احرف کے مطابق جو صحابہ کرامؓ کے درمیان ثابت تھیں جمع کر دیا گیا۔ اور اصح قول کے مطابق چھ عدد مصاحف تیار ہو گئے۔ اور یہ وہی مصاحف ہیں کہ جس پر مصاحف عثمانیہ کا اطلاق ہوتا ہے اور امت نے اس رسم کی تقلید کی اور ان کی کتابت رسم عثمانی کے نام سے مشہور ہو گئی اور اِس رسم پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی کسی ایک چیز کا انکار نہیں کیا۔ اور اجماع صحابہ کرامؓ رضوان اللہ عنہم کی اتباع امت پر واجب ہے۔ اور اسی رسم کے (توصیفی ہونے پر) علماء امت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں اس مخالفت کو جائز نہیں سمجھتا۔ اور امام جعبریؒ وغیرہ نے رسم عثمانی کی اتباع کے وجوب پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے

(ب):۔ **بعض الناس کا مذہب:۔** بعض کی رائے یہ ہے کہ مصاحف کی کتابت اہل ضاعتہ الخط کے قواعد کے موافق رسم املائی جائز ہے۔ انہوں نے دو وجہ سے دلیل پیش کی ہے۔

(۱) اس لئے صحابہ کرامؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مصاحف کو اس رسم پر لکھا۔ جو کہ ان کے ہاں اہل خط سے حاصل ہوا اور وہ خود صحیح، عمدہ لکھنے پر قادر نہ تھے پس ان سے کلمات قرانیہ کے رسم میں خطا واقع ہوئی۔ لہذا ہمارے لئے اس قسم کی اتباع لازم وضروری نہیں ہے بلکہ ہمارے اوپر اس میں مخالف لازم ہے اس لئے کہ انکار رسم لوگوں کو خلط، التباس اور پریشانی میں ڈالتا ہے اور ان کو قراءت صحیحہ پر قدرت نہیں دیتا۔

(۲) اس لئے کہ رسم معین پر کتابت مصحف کی کوئی دلیل شرعی وارد نہیں ہے۔

(ج):۔ **بعض متاخرین ومعاصرین کا مذہب:۔** بعض متاخرین ومعاصرین کی رائے یہ ہے کہ عموماً مصاحف کی کتابت قواعد املائیہ کے ساتھ ضروری ہے لیکن ان کے ہاں یعنی قدیم رسم عثمانی پر مثل ایسے اسلامی آثار میں کسی ایک طرح جو کہ اسلاف سے وراثت علمی کے طور پر منقول ہو۔ اسی وجہ سے خواص کے لئے رسم عثمانی پر ہی مصاحف کی کتابت کی جاتی تھی علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں یہ رائے رسمِ قرآن میں احتیاط کے حوالے سے دو جہتوں سے تقویت دیتی ہے۔

(۱) ہر زمانے میں قرآن کریم اسے معروف رسم میں کتابت ہو جو کہ عوام کو قرآن کریم میں کسی بھی التباس واختلاط سے محفوظ رکھے۔

(۲) رسم اول جو کہ منقول ہے اس کو باقی رکھتے ہوئے اس کو ایسے پڑھنا کہ التباس کا خوف نہ کیا جا سکے۔

راجح قول:۔ اس میں راجح قول جمہور کا قول ہے اور اس کے راجح ہونے کے چند وجوہات ہیں۔

(۱) بے شک وہ رسم کہ جس کے ذریعے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قرآن کریم کی کتابت کی وہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ثابت رکھنے کے ساتھ مقبول بھی ہے اور امت پر رسول ﷺ کی اتباع واجب ہے

(۲) اس رسم پر اجماع صحابہ کرامؓ ہے اس لئے کسی ایک صحابی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ اور یہ اعجاز کبیر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں ہوا اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کی اتباع امت پر واجب ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے تمھارے اوپر میری سنت اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین جو کہ مھدیین ہیں ان کی سنت لازم ہے۔

(۳) اور تابعین کے زمانہ سے آج تک امت کا اس رسم پر اجماع ہے اور امت کا اجماع حجت شرعیہ ہے اور سبیل المومنین ہونے کی بناء پر اسکی اتباع بھی واجب ہے۔

(۴) رسم کے لیئے اہم فوائد ہیں اور مزایا کثیرہ ہیں۔ بالخصوص یہ کہ رسم عثمانی قراءت مختلفہ اور احرف منزلہ کو شامل ہے پس اس کی مخالفت میں ان فوائد کا ضائع کرنا اور انکا اہمال ہے۔

(۲) کتابت کے حوالے سے رسول اللہ کا حضرت معاویہؓ کو قول خصوصی:۔

انہی میں سے آپ ﷺ کا ایک فرمان مبارک حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو بھی ہے (الق الدواۃ وحرف القلم الخ) یعنی سیاہی کو درست رتیار کرو اور قلم کو تر چھا بناؤ اور (حرف باء) کو درست کرو اور حرف سین کے دندوں کو واضح کرو۔ حرف میم (کی آنکھ) کو ٹیڑھا نہ کرو اور لفظ اللہ کو خوبصورت کرو لفظ الرحمٰن کو لکھو۔ اور الرحیم کو خوبصورت لکھو۔ اور اپنے قلم کو اپنے بائیں کان پر رکھو اس لیئے کہ ایسا کرنا قوت حافظہ کا سبب ہے یہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ بے شک رسم توقیفی ہے اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجتہاد کو کوئی دخل نہیں لہذا امت پر اس کی اتباع اور اس کے خلاف نہ کرنا لازم وضروری ہے۔

السوال الثالث(ب)..................:۔

(ا) وقف کی اہمیت اوراس کی تدوین کے حوالہ سے واضح مضمون تفصیلاً لکھیں۔عموماً وقف کی جو قسیمس فی علوم القراء ت کے صفحہ ۱۷۱ پر درج ہیں نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر بھی تحریر کریں (34)

جواب.................امور مطلوبہ:۔

نوٹ۔وقف کی اہمیت اوراس کی تدوین پر مفصل مضمون اور حضرت عمرؓ کا اثر:۔

وقف کی ابتداء اوراہمیت:۔

وقف کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے بے شک نبی کریم ﷺ جب تلاوت کرتے تھے تو ہر آیت پر ٹھہرتے تھے۔

بسم الله الرّحمن الرّحيم میں الرّحیم پر ٹھہرتے پھر الحمد الله رب العلیمن پر ٹھہرتے پھر الرّحمن الرّحیم میں الرّحیم پر ٹھہرتے پھر ملك يوم الدين میں الدین پر ٹھہرتے۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے وقف کا اہتمام ثابت ہے صحابہ کرامؓ براہ راست اہتمام کے ساتھ قراءت حاصل کرتے تھے اور وقف کو ایسے بھی سیکھتے جیسے قراءت کو سیکھتے تھے۔ابن جزری نے ابن عمرؓ کا فرمان نقل کیا ہے۔فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں ہم جس سے کوئی بھی ایمان لاتا۔اور قرآن قبول کرتا۔تو جو بھی سورۃ محمد ﷺ پر نازل ہوتی وہ اس کے حلال وحرام اوراس کے اوامر ونواہی کو اور اوقاف کو سیکھتا جیسے تم اب قرآن سیکھتے ہو اور البتہ اب بھی جو قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہے وہ سورۃ فاتحہ سے والناس تک پڑھتا ہے اوراس کے اوامر وانہی کو اوراس کے اوقاف جانتا ہے یہ اثر دلیل ہے کہ علم وقف کی تعلیم کے اہتمام کرنے پر بلکہ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ علم وقف پر صحابہؓ کا اجماع ہے جیسے ابن جزری نے حضرت علیؓ کے اثر کو ذکر کیا ہے تفسیر میں قول تعالیٰ " ورتل القران ترتيلا " انہوں نے ترتیل کا مطلب بیان کیا کہ ترتیل کا نام ہے حروف کو ان کے مخرج سے ادا کرنا اور وقوف کے پہچاننے کا اور فرمایا ابن جزری نے یہ بالکل صحیح ھے وقف کا سیکھانا تواتر کے ساتھ ثابت ہے اوراس پر مضبوطی حاصل کرنا سلف صالح میں مذکور ہیں اور بہت سارے علماء نے سند اجازت دینے والے پر یہ شرط لگائی کہ وقف اور ابتداء کی پہچان حاصل کئے بغیر کسی کو سند اجازت نہ دے۔

علم الوقف میں سب سے پہلے لکھی گئی کتب:۔

ہمیشہ سلف صالحین صحابہؓ اور تابعین سے مسائل وقف براہ راست حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ

تدوین کا زمانہ آگیا چنانچہ علماء نے اس فن کی تدوین تالیف کی ابتداء کی اور اس فن کی بعض کتب کو ہم ان کے مؤلفین کے ساتھ ذیل میں ذکر کر رہے ہیں

(۱) کتاب الوقف والابتداء مصنف: ضرار بن صرد المقری الکوفی متوفی ۱۲۹ھ۔

(۲) کتاب الوقف: ۔ مصنف شیبۃ بن نصاغ المدنی الکوفی متوفی ۱۵۴ھ امام جزریؒ فرماتے ہیں کہ یہ وقف پر لکھی گئی پہلی کتاب ہے۔

(۳) کتاب الوقفِ والابتداء: ۔ مصنف ابوعمرو ابن العلاء متوفی ۱۵۴ھ یہ قراء سبعہ میں سے ہے۔

(۴) الوقفُ والابتداء: ۔ مصنف: ۔ حمزہ بن حبیب الزیات الکوفی ۱۵۶ پر قراء سبعہ میں سے ہیں۔

(۵) وقف التمام نافع بن عبدالرحمٰن المدنی متوفی ۱۴۹ھ پر بھی قراء سبعہ میں سے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں **تحقیقی کتاب المکتفی فی الوقف والا بتداء** ہے مصنف امام ابوعمرو دانی متوفی ۴۴۴ھ **فی مقدمة تحقیقةِ واَوُصلها الی مؤلفا فی العلم الوقف** ۔اور ان کتب نے اسطرح توجہ دلائی ۔جس نے وقف اور ابتداء میں وہ قراء، نحویین اور لغویین میں سے بڑا تھا اور ہم نے بہت کم دیکھا ہے اس علم کی تصنیف میں قراءت یا لغت کے امام کو جو اس علم کی تصنیف میں نہ شریک ہوا ہو۔ان میں قراء سبعہ نافع مدنی ابوعمرو بصری، ابن عامر دمشقی ،حمزہ الزیات الکوفی، کسائی، جیسے قراء عشرہ، یعقوب، خضرمی متوفی ۲۰۵ اور حلف بن ھشام ابزار متوفی ۲۲۹ھ وغیرہ۔

اور جس نے قراءت شاذہ پڑھیں وہ بھی اس میں شامل ہے جیسے یحٰی یزیدی متوفی ۲۰۲ھ ان میں سے ابو حفص (ت ۱۸۰ تھا یہ امام کسائی کے استاد ہیں اور فراء کے بھی۔اور یحٰی بن زیاد الفراء ت ۲۰۷ اور معمر بن مثنی (ت ۲۱۰ھ) اور اخفش سعید بن سعدۃ (ت ۲۱۵ھ) ابوالحاتم السجتانی (ت ۲۴۸)

اور ان کے علاوہ جیسا کہ قراء سبعہ کے روایت ان سب نے اس علم میں تصنیف کی لیکن ان میں سے اکثر تالیفات مفقود ہیں۔

(۲) وقف کی قسمیں صفحہ ۱۷۱ پر: ۔

وقف کی اقسام: ۔

وقف کی اقسام الورقۃ الرابعہ ۱۴۳۵/2014ھ کے السوال الثالث کے جز (۲) گزر چکی ہے

حضرت ابن عمرؓ کا قول:۔

ابن جزریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا فرمان نقل کیا ہے۔فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ہم میں سے کوئی بھی ایمان لاتا اور قرآن کو قبول کرتا۔تو جو بھی سورت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی وہ وہ اسکے حلال وحرام کو اور اسکے اوامر و نواہی کو اور اوقاف کو سیکھتا جیسے تم اب قرآن کو سیکھتے ہو اور البتہ اب بھی جو قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ سورۃ فاتحہ سے والناس تک پڑھتا اور اس کے اوامر اور نواہی کو اور اس کے اوقاف کو جانتا ہے

الورقة الرابعه فی علوم القراء ات

۱۴۳۷ھ/2016ء

السوال الاوّل..............(الف):۔

(۱) "تعریف القراء ات و تاریخھا" کے زیرعنوان ایسا مضمون تحریر فرمائیں جس میں قراءات کی لغوی واصطلاحی تعریف اور مشہور اصطلاحات کی وضاحت اور مراحل قراءات کا تذکرہ ہو۔

جواب............امورمطلوبہ:۔

(۱) "تعریف القراء ات و تاریخھا" پر مفصل مضمون۔

"تعریف القراء ات و تاریخھا" پر مفصل مضمون پرچہ 2014ء/۱۴۳۵ھ کے سوال اول میں گزر چکا ہے۔

السوال الاوّل(ب)..............(الف):۔

(۱) "ارکان القراء ة الصحیة" پر ایسا مکمل مضمون لکھیں جس میں قبول کی متفقہ شرائط، وہ قراءات جن میں شرائط قبول پائی جاتی ہیں اور قراءات متواترہ کے حوالے سے مشہور کتب میں سے (۸) کتب کے نام تحریر کیجئے۔

جواب............امورمطلوبہ:۔

(۱) "ارکان القراء ة الصحیحة" پر مکمل مضمون۔

(۲) قراءات متواترہ کے مشہور (۸) کتب کے نام۔

(۱) **"ارکان القراء ة الصحیحة" پر مکمل مضمون:۔**

ارکان قراء ات الصحیحہ پر مکمل مضمون پرچہ 2014ء/۱۴۳۵ھ کے سوال اوّل جز (ب) میں گزر چکا ہے۔

(۲) قراءات متواترہ کے مشہور (۸) کتب کے نام:۔

(۱) السبعة ابوبکر بن مجاھد.(ت ٣٢٤ھ)

(۲) المبسوط فی القراء ات العشر ابوبکر بن مهران اصبهانی نیشاپوری(٢٩٥ھ)

(۳) الغایه فی القراء ات العشر ایضاً

(٤)	التذكرة فی القراء ات الثمان	امام طاهر بن غلبون(٣٩٩ھ)
(٥)	التبصرة فی القراء ات السبع	ابو محمد مکی بن ابی طالب
(٦)	التیسیر فی القراء ات السبع	ابو عمرو دانی (ت٤٤٤ھ)
(٧)	جامع البیان فی القراء ات السبع	امام ابو عمرو الدانی.
(٨)	التلخیص فی القراء ات الثمان	ابو معشر طبری (ت٤٧٨ھ)

☆-----------------------☆-----------------------☆

السوال الثانی.............(الف):۔

(ا) "انزل القرآن علیٰ سبعة أحرف مکمل حدیث" اُحرف اوراسبعہ کے معنی کی وضاحت،حدیث کی مراد میں علماء کے اقوال اورراجح قول ان اجزاء پر مشتمل ایسا مضمون سپرد قلم فرمائیں کہ تشنگی نہ رہے۔

جواب............امور مطلوبہ:۔

(ا) "انزل القرآن علیٰ سبعة أحرف "پر تشفی بخش مقالہ پرچہ۱۴۳۵/2014ء کے سوال ثانی کے جز(ب) میں گزر چکا ہے۔

السوال الثانی(ب).................:۔

(ا) القراءات الشاذہ پر تفصیلی مضمون لکھئے جس میں تعریف قراءۃ شاذہ اورکب قراءات متواترہ کوقراءات شاذہ سے الگ کیا گیا؟ قراءات شاذہ کا حکم اورمشہور رواۃ کا ذکر کیجئے۔

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(ا) القراءات شاذہ کی تعریف وحکم اوران کی حجیت پر مضمون۔

(۲) قراءات شاذہ کوقراءات متواترہ سے علیحدہ کرنے کا موقع اورمشہور رواۃ کا ذکر۔

(ا) القراءات شاذہ کی تعریف وحکم اوران کی حجت پر مضمون:۔

قراءات شاذہ کی تعریف وحکم اوران کی حجیت پر مضمون پرچہ2014ء/۱۴۳۵ کے سوال ثانی کے جز (الف) میں گزر چکا ہے۔

(۲) قراءات شاذہ کو قراءات متواترہ سے علیحدہ کرنے کا موقع اور مشہور رواۃ کا ذکر:۔

اس کے جواب میں، میں(۱) نے علمائے قراءات کے دو قول دیکھے ہیں۔

پہلا قول:۔ قراءات صحیحہ اور قراءات شاذہ کے درمیان حد فاصل وہ موقع ہے جب رمضان کے مہینے میں آخری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ قرآن پاک حضرت جبریل علیہ السلام کو سنایا، اس موقع پر بعض قرآنی آیات منسوخ ہوگئیں گویا اس آخری دہرائی کے موقع پر جو آیات منسوخ ہوگئیں وہ شاذ ہیں۔

حاشیہ(۱) الدکتور عبدالقیوم سندھی۔

دوسرا قول:۔ شذوذ قراءات حضرت عثمانؓ کے دور میں ظاہر ہوا جب کتابت مصاحف ہوئی اور حضرت عثمان نے باقی نسخوں کو جلانے کا حکم دیا اس حوالے سے یہ موقع قراءات صحیحہ اور قراءات شاذہ کے درمیان حد فاصل ہے اس بات کی تائید اس طریقے سے بھی ہوتی ہے کہ قراءات صحیحہ کے لئے بنیادی تین شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہو اور یہ کسی بھی قراءات کو قبول کرنے کی بنیادی شرط ہے۔

مذکورہ بالا دونوں جوابات کے علاوہ متقدمین سے اس بارے میں مزید کوئی قول یا رائے منقول نہیں ہے۔

گویا ہمارے سامنے یہ بات آئی کہ قراءات کو ان ہی دو مراحل میں شاذ قرار دیا گیا۔

دس قراءات کے بعد مشہور چار راوی:۔

(۱) حسن البصری۔ (المتوفی ١١٠ھ)

(۲) محمد بن عبدالرحمٰن ابن محیصن۔ (المتوفی ١٢٣ھ)

(۳) یحییٰ بن المبارک الیزیدی البغدادی۔ (المتوفی ٢٠٢ھ)

(۴) سلیمان بن مہران الاسدی الاعمش۔ (المتوفی ١٤٨ھ)

علماء کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ جس قراءات کو ان چاروں میں سے کوئی ایک راوی روایت کرے یا ان سے کوئی راوی روایت کرے وہ قراءت شاذہ ہوگی متواتر نہیں چونکہ وہ شہرت اور استفاضہ کے اعلیٰ درجے تک نہیں پہنچی اور اس درجے تک نہ پہنچنے کی وجوہات یہ ہیں کہ اس قراءت کے ضبط الفاظ میں اضطراب اور شک ہے یا وہ رسم مصاحف عثمانیہ کے خلاف یا وہ لغت عرب کے خلاف ہے۔

قراءات شاذہ کے عمومی راوی:۔

(۱) حضرت ابن مسعودؓ۔ (المتوفی ۳۲ھ)

(۲) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ۔ (المتوفی ۵۲ھ)

(۳) حضرت ابن زبیرؓ۔ (المتوفی ۷۳ھ)

(۴) حضرت مسروق بن الاجدع الکوفیؒ۔ (المتوفی ۶۳ھ)

(۵) نصر بن عاصم اللیثی البصریؒ۔ (المتوفی ۹۹ھ)

(۶) مجاہد بن جبر المکیؒ۔ (المتوفی ۱۰۳ھ)

(۷) ضحاک بن مزاحمؒ۔ (المتوفی ۱۰۵)

(۸) محمد بن سیرین البصریؒ۔ (المتوفی ۱۱۰ھ)

☆-----------------☆-----------------☆

السوال الثالث..............(الف):۔

(۱) تعریف الرسم وقواعدہ وفوائدہ۔ مذکورہ عنوان کے ذیل میں رسم کی لغوی واصطلاحی تعریف، رسم کی قسمیں لکھ کر مصاحف عثمانیہ سے کیا مراد ہے؟ لکھئے۔ نیز قواعد رسم لکھنا نہ بھولیں۔ (34)

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) رسم کی لغوی واصطلاحی تعریف، رسم کی اقسام اور رسم کے قواعد۔ رسم عثمانیہ کی مراد اور رسم عثمانی کے فوائد۔

رسم کی لغوی تعریف:۔

لغت میں رسم بمعنیٰ ''اثر'' ہے اور اسی سے شاعر جمیل بن معمر البغدادی کا قول ہے۔

وزسم دار وقفت فی طلله کدت اقضی الحیاۃ من جلله

یہاں پر رسم سے مراد گھر کے آثار ہیں۔ اور رسم سے مراد الفاظ میں کتابت کا اثر ہے اور خط کتابت السعر، الرقم اسی کے مترادف ہیں اگر چہ رسم کا لفظ مصاحف کے خط میں غالب ومشہور ہوگیا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔

ابتداء اور وقف کا لحاظ کرتے ہوئے حروف ہجا کے ذریعہ کلمہ کی تصویر ایسے بنانا کہ آثار مرئیہ یعنی نقوش

اور تلفظ میں موافقت ہوجائے۔

رسم کی اقسام:۔

رسم دوقسم پر ہے:۔

(الف):۔ القیاسی: خط کا لفظ کے موافق ہونا، جیسے نستعین کا رسم۔

(ب):۔ اصطلاحی: خط کا لفظ کے موافق نہ ہونا اور بدل یا زیادہ، حذف، فصل اور وصل ان جیسی چیزوں میں جن کی تفصیل عنقریب آرہی ہے ہوتا ہے۔

رسم کے قواعد:۔

مصحف کے رسم کے قواعد کو علماء کرام نے چھ چیزوں میں بند فرمایا ہے۔

(۱) الحذف (۲) الزیادۃ (۳) الھمز (۴) البدل (۵) الفصل والوصل (٦) ایسا کلمہ جو مختلف قراءات پر مشتمل ہو تو ان میں سے کسی ایک پر لکھنا۔

قواعد کی مختصرا توضیح:۔

(۱) حذف کا قاعدہ:۔

مصحف میں کتابا جو حروف ہوتے ہیں وہ ''الف، واؤ، یاء اور لام'' ہیں۔

حذف الف کی امثلہ:۔ ''یأیھاالناس'' ''ھأنتم'' حذف واو کی امثلہ:۔ ''لایستوٗن'' الغاوٗن''

حذف یاء کی امثلہ:۔ ''غیر باغ ولاعادِ، واطیعون''

(۲) زیادت کا قاعدہ:۔

بعض اوقات جو حروف کتابت میں زائد ہوتے ہیں، وہ تین حروف مدہ ہیں۔

الف کے زائد ہونے کی امثلہ۔ ''ملقو، بنی اسرائیل''

واو کے زائد ہونے کی امثلہ۔ ''اولو'' اولٰئِكَ'' یاء کے زائد ہونے کی امثلہ۔ ''نباء، ء اناء ی''

(۳) ہمزے کا قاعدہ:۔

بعض اوقات ہمزہ بشکل الف لکھا جاتا ہے جیسے۔ ''البأساء، لَتَنوٗأُ'' اور بعض مرتبہ بشکل واو لکھا جاتا ہے۔اؤتمن، نقرؤہ اور یبدؤ وغیرہ۔اور بعض اوقات بشکل یا مرسوم ہوتا ہے۔ائذن، سئل اور شطیٔ وغیرہ۔

اور بعض اوقات بشکل نبرء یعنی سطر میں رکھ دیا جاتا ہے جیسے۔ ملء ، الخبء ، اور دفء وغیرہ۔

(۴) بدل کا قاعدہ:۔

الف کو بشکل واو لکھنا۔ الصلوٰۃ الزکوٰۃ، الحیواۃ وغیرہ۔ یا الف کو بصورۃ ''ی'' لکھنا یحسرتیٰ، یأسفیٰ اِلیٰ اور حتیٰ وغیرہ۔ اور بعض کلمات میں ھاء تانیث کو تا مفتوحہ کی صورت میں لکھنا جیسے۔ شجرت، ابنت، قرت۔

(۵) وصل اور فصل کا قاعدہ:۔

جیسے اَنْ (ناصبہ) کو لا کے ساتھ موصول لکھنا (اَلَّا تزر وازرۃ) یا اَمْ کو ما کے ساتھ جیسے (اما اشْتملت) (انعام ۱۴۳، ۱۴۴) یا اِنْ (شرطیہ) کو ما کے ساتھ ملا کر لکھنا یا اِنْ کو ماَ کے ساتھ ملا کر اِمَّا لکھنا جیسے (واما نرینك)

مصاحف عثمانی کی مراد:۔

ایسے مصاحف کہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں امت کے اجماع کیلئے ان کے حکم سے لکھے گئے اور ان کے علاوہ کو جلا دیا گیا۔

یہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے اور تمام صحابہؓ کے اجماع سے ہوا۔

رسم عثمانی کے فوائد:۔

رسم عثمانی میں بہت سارے فائدے ہیں اور ایسے کلمات قرآنیہ کی کتابت کہ جس کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مصاحف کے لکھنے کے وقت ایک خاص وضع پر رکھا۔

فائدہ نمبر(۱):۔

حتی الامکان ایک رسم کے ذریعے مختلف ومتنوع قراءات پر دلالت ہو اگر رسم ایک وجہ سے زیادہ کا متحمل ہو اصل کے مخالف صورت پر لکھا جائے گا جیسے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ قالوا ان ھذان لسحران، طٰہٰ ۶۲۔

جیسا کہ (ھذان) تمام مصاحف میں الف یا کے بغیر لکھا گیا ہے۔

(۱) ھذان ذال کے بعد الف اور تخفیف نون کے ساتھ۔

(۲) ھذانّ ذال کے بعد الف اور تشدید نون کیساتھ۔

(۳) ھذین ذال کے بعد یا اور تخفیف نون کیساتھ۔

فائدہ نمبر(۲):۔

اور یہ ایسے کہ کلمہ "ام" کو "من" سے مقطوع لکھنا جیسے۔ ام من یکون اس بات پر دلالت کے لئے کہ ام منقطعہ بل کے معنی میں ہے نہ کہ اور کے معنی میں۔

فائدہ نمبر(۳):۔

اصل حرکت پر دلالت ہو جیسے۔(وایتائ) ہمزہ کے بعد یا کے ساتھ ماقبل کے مکسور ہونے پر دلالت کے لئے (سأوریکم) ہمزہ کے بعد واؤ کے ساتھ ماقبل کے مضموم ہونے پر دلالت کے لیے یا اصل حرف پر دلالت ہو جیسے۔ (الصلوٰۃ) اور (الزکوٰۃ) جیسا کہ الف کی جگہ واؤ سے کتابت کرنا۔

فائدہ نمبر(۴):۔

بعض فصیح اللغات کے افادہ کے لئے ھا، تانیث کو تاء تانیث سے لکھنا جیسے رحمت اور سنت قبیلہ بنی طے کی لغت پر دلالت کے لئے اس حیثیت سے کہ وہ (تا) کے ساتھ وقف کرتے ہیں کہ (یا) کے ساتھ۔

فائدہ نمبر(۵):۔

لوگوں کو (رجال) علماء اور پختہ حفاظ کے سینوں سے بالمشافہ قرآن کریم سیکھنے پر ابھارنا پس قرآن کریم کو صرف مصاحف سے ہی سیکھنا ممکن نہیں۔ اس لئے کہ تجوید کے احکام اور قرآن کریم کے ادا کے طریقے کی معرفت صرف اور صرف بالمشافہ ہی ممکن ہے۔

السوال الثالث (ب).....................۔

(۱) السبع المتواترات کی تشریح کریں، امام عاصمؒ اور ان کے راویوں کا مختصر تعارف لکھ کر بتلایئے کہ عشرہ متواترات کے ائمہ کون ہیں۔

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) السبع المتواترات کی تشریح۔

(۲) امام عاصمؒ اور ان کے راویوں کا تعارف۔

(۳) عشرہ متواترات کے ائمہ۔

(۱) **السبع المتواترات کی تشریح:۔**

السبع المتواترات کی تشریح پرچہ 2016ء/۱۴۳۵ھ کے سوال اول میں قراءات سبعہ کی حد بندی اور ''قراءسبعہ کی قراءت پر اتفاق کی وجہ'' کے عنوان کیساتھ گزر چکا ہے۔

(۲) **امام عاصمؒ اور ان کے راویوں کا تعارف:۔**

امام عاصمؒ اور ان کے راویوں کا تعارف پرچہ 2016ء/۱۴۳۵ھ کے سوال ثالث جز (ب) میں گزر چکا ہے۔

(۳) **عشرہ متواترات کے ائمہ:۔**

قراءات متواترات کے اس ائمہ کے نام پرچہ 2016ء/۱۴۳۵ھ کے سوال ثالث جز (ب) میں گزر چکے ہیں۔

تمت بالخیر